امریکہ کے تہلکہ خیز مقدمے

ایڈیٹر: ایڈورڈ ڈبلیو نیپ مین

ترجمہ: سید عاصم محمود

امریکہ کے تہلکہ خیز مقدمے

مرتبہ

سیّد عاصم محمود

الفیصل ناشران و تاجران کتب
اردو بازار لاہور

فہرست

☆☆☆

دیباچہ

کہا جاتا ہے کہ جس ملک میں قانون کی حکمرانی ہے وہ سب سے مضبوط اور طاقتور ملک کہلاتا ہے۔آج امریکا 'سپر پاور' ہے اور وہاں قانون کی حکمرانی ہے لیکن یہ چاندنی صرف ایک سو برس سے ہے کیونکہ ابتدائی امریکی معاشرے میں لاقانونیت عام تھی اور جرائم کا دور دورہ تھا۔

اس کتاب میں شامل مقدمے امریکی عدلیہ اور معاشرے کی سچی تصویر سامنے لاتے ہیں اور ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اجڈ اور وحشی لوگوں کا معاشرہ رفتہ رفتہ تہذیب یافتہ اور پڑھے لکھے افراد کے معاشرے میں کیونکر ڈھلا۔مگر مقدمے یہ بھی بتاتے ہیں کہ امریکی معاشرے میں کئی سقم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ وہاں قانون کی حکمرانی دم توڑ رہی ہے۔اس کی بہترین مثال موجودہ صدر جارج بش جونیئر کا انتخاب ہے۔

ان کی صدارت جس طرح وجود میں آئی وہ اخلاقی اور قانونی،دونوں جوازوں سے محروم تھی۔انہوں نے اپنی انتخابی مہم پر چار ارب ڈالر پھونک ڈالے مگر انہیں ڈیموکریٹک پارٹی کے امیدوار نائب امریکی صدر الگور کے مقابلے میں پانچ لاکھ ووٹ کم ملے۔اگر بش فلوریڈا ریاست کے ووٹ نہ جیتتے تو امریکی تاریخ مختلف ہوتی جہاں ان کے بھائی گورنر تھے۔

فلوریڈا کے بعض حلقوں میں دھاندلی پر الگور نے عدالت سے رجوع کیا۔اب چھ ہفتے تک امریکا کے دو اعلیٰ دماغوں کے درمیان سیاسی اور عدالتی جنگ ہوئی جس میں کئی راز افشا ہوئے۔بالآخر سپریم کورٹ کے پانچ ججوں نے چار ججوں سے اختلاف کرتے ہوئے فلوریڈا میں بش کو فاتح قرار دیا اور یوں وہ نئے امریکی صدر بن گئے۔

اس معاملے میں اہم نکتہ یہ ہے کہ امریکی سپریم کورٹ کے فاضل ججوں نے قانون اور

انصاف کے اصولوں کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ ایک سیاسی جماعت کے دور میں مقرر کردہ جج ایک طرف اور دوسری سیاسی جماعت کے مقرر کردہ دوسری طرف ہو گئے! نتیجہ یہ ہے کہ امریکی عدلیہ کا معیار بھی کسی ترقی پذیر ملک کی عدلیہ کی طرح پست ہو چکا ہے۔

امریکا میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت کا ایک اور ثبوت اس کی موجودہ جارحانہ روش ہے اور انسانیت ایک بار پھر 'جنگل کے قانون' کی طرف گامزن ہے۔ امریکی فلسفہ یہ ہے: ہمارا ساتھ دو ورنہ تم ہمارے دشمن ہو۔ وہ محض طاقت کے گھمنڈ میں گھناؤنے جرم کر رہا ہے اور انہیں جرم نہیں سمجھتا۔۔۔۔۔ یہ بین الاقوامی قانون کی دھجیاں اڑانے کی بہترین مثال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ ایک نہیں بیسیوں عالمی قوتوں کا قبرستان ہے۔ دور جدید میں ہم نے برطانیہ اور سویت یونین جیسی بڑی طاقتوں کو بلندی سے پستی تک آتے دیکھا۔ اب امریکا سب سے طاقت ور ہے مگر یہ سمجھ لینا خام خیالی اور تاریخ سے مذاق ہے کہ وہ ہمیشہ غالب اور حکمران رہے گا۔

اگر امریکا نے تاریخ سے سبق نہیں لیا اور اپنی پالیسی تبدیل نہیں کی تو زوال اس کا مقدر ہے۔ آج تیسری دنیا کے باشندے بالخصوص مسلمانوں کا امریکا سے یہی سوال ہے:

وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرا
اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر؟

انسانیت کے اچھے مستقبل کا متمنی

سیّد عاصم محمود

کتاب کا تعارف

امریکا کا عدالتی نظام برطانوی نظام عدالت کے مانند ہے مگر امریکی آئین کی وجہ سے دونوں میں ایک بنیادی فرق ہے۔ امریکا کیونکہ پچاس انفرادی ریاستوں کا وفاق ہے لہٰذا ہر ریاست کی اپنی عدالت بھی ہے اور وفاقی عدالتیں بھی ہیں۔ اس دوہرے نظام میں کانگریس اور امریکی سپریم کورٹ کے فیصلے سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ریاست کا آئین یا کوئی بھی ریاستی عدالت سپریم کورٹ یا کانگریس کا فیصلہ تبدیل نہیں کر سکتی۔

امریکی عدلیہ کا ڈھانچہ کچھ یوں ہے: سب سے اوپر وفاقی سپریم کورٹ ہے۔ اس کے ماتحت کورٹس آف اپیل آتے ہیں، پھر ڈسٹرکٹ کورٹس اور آخر میں سپیشلیٹو کورٹس آتے ہیں جو کورٹ آف کلیمز، کسٹمز کورٹ اور کسٹمز اینڈ پیٹنٹ اپیلز کورٹ کا مجموعہ ہیں۔

ہر ریاست کا اپنا سپریم کورٹ ہے جس کے ماتحت یہ ہیں: انٹرمیڈیٹ کورٹس (یہ عدالتیں ہر ریاست میں نہیں)، سٹیٹ اپیلیٹ کورٹس اور پھر کم درجے کی ریاستی عدالتیں جو جسٹس آف دی پیس کورٹ، پولیس مجسٹریٹ کورٹ، میونسپل کورٹ اور گھریلو تنازعے، چھوٹے کلیموں اور بچوں کے مقدمات نمٹانے والی عدالتوں کا مجموعہ ہیں۔ ریاستی سپریم کورٹ، وفاقی سپریم کورٹ کے تابع ہے۔

ہر ریاست کے آئین میں عدالتی نظام کا بنیادی ڈھانچہ موجود ہے مگر ہر ریاست میں عدالتیں اور ان کا دائرہ اختیار مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ نچلی عدالت نے اطمینان بخش فیصلہ نہیں سنایا، تو وہ اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کر سکتا ہے، یوں اگر وہ کاؤنٹی عدالت کے فیصلے سے متفق نہیں تو بالترتیب سرکٹ، ڈسٹرکٹ اور ریاستی سپریم کورٹ سے ہوتا ہوا وفاقی سپریم

کورٹ تک پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان میں جج حکومت منتخب کرتی ہے مگر امریکا میں ریاستی عدالتوں کے جج ریاست کے عوام منتخب کرتے ہیں۔ امریکا وفاقی عدالتوں میں وہ مقدمے چلتے ہیں جن کا تعلق ریاستی قوانین کے بجائے وفاقی قوانین سے ہوتا ہے مثلاً ریاستوں کے درمیان کوئی مسئلہ، غیر ممالک سے تعلقات وغیرہ۔ جو شخص وفاقی قوانین کے خلاف جرم کرتا ہے، اس کا مقدمہ بھی وفاقی عدالتوں میں چلتا ہے، مثلاً وفاقی ٹیکس ادا نہ کرنا اور منشیات کی اسمگلنگ۔

وفاقی قانونی نظام کے تحت امریکا کو گیارہ علاقوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو سرکٹ کہلاتے ہیں۔ یہ سرکٹ ضلعوں میں تقسیم ہیں۔ فوجداری اور دیوانی (سول)، دونوں نوعیت کے مقدمے ضلعی عدالتوں میں شروع ہوتے ہیں۔ ضلعی عدالت کے فیصلے کے خلاف کورٹ آف اپیلز میں اپیل کی جاتی ہے جو سرکٹ کورٹ بھی کہلاتا ہے۔ سرکٹ کورٹ کے فیصلے کے خلاف وفاقی سپریم کورٹ میں اپیل ہوتی ہے جو سب سے اعلیٰ عدالت ہے اور اس میں نو جج ہوتے ہیں۔ ایک جج چیف جسٹس ہوتا ہے۔ وفاقی سپریم کورٹ کے ججوں کا تقرر امریکی صدر کرتا ہے تاہم ضروری ہے کہ وہ امریکی سینٹ سے منظوری لے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا مگر امریکہ صدر چاہے تو وہ کسی مجرم کو معاف کر سکتا ہے۔ چند ریاستوں کے گورنروں کو بھی یہ اختیار حاصل ہے۔

اہم قانونی اصطلاحیں اور ان کے معنی

☆ اپیل (Appeal): ماتحت عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہ ہونے پر اعلیٰ عدالت میں فیصلے کے خلاف التجا کرنا، درخواست دینا۔

☆ بے نتیجہ مقدمہ (Mistrial): مقدمے کی غلط یا ناقص سماعت کے باعث کسی مقدمے کا فیصلہ نہ ہونا خصوصاً اس لیے کہ کسی غلطی کی وجہ سے جیوری فیصلہ نہ سنا سکے۔

☆ استغاثہ (Prosecution): حکومت کی طرف سے قانونی کارروائی کرنا۔ حکومت کی طرف سے مقدمہ لڑنے والا سرکاری وکیل کہلاتا ہے۔ مستغیث اور پراسیکیوٹر بھی کہلاتا ہے۔

☆ پروانہ حاضری (Subpoena): عدالت کی جانب سے شہادت کے لیے انتباہی طلبانے کا اجرا جس کی عدم تعمیل سزا کا باعث بنتی ہے۔ عدالت میں حاضر ہونے کا حکم جو سمن بھی کہلاتا ہے۔

☆ پروانہ حاضری ملزم (Habeas Corpus): عدالت کا وہ حکم جس کے ذریعے کسی شخص کو جس بیجا یعنی غیر قانونی حراست سے آزاد کروایا جائے۔ خاص طور پر ملزم کو عدالت میں پیش کرنا تا کہ اس کی گرفتاری کے قانونی جواز کا فیصلہ ہو سکے۔

☆ پیرول (Parole): ایک قیدی کا اپنی سزا کی مدت سے پہلے عدالت کی نگرانی میں اس شرط پر رہا کیا جانا کہ آئندہ اس کا رویہ اچھا رہے گا۔ یعنی مشروط رہائی۔

☆ تعطل (Dead Lock): جیوری کے اراکین کا کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکنا، لہٰذا وہ کوئی فیصلہ نہیں دے پاتی۔

☆ جیوری (Jury): لوگوں کا گروہ جو عدالت میں جج کے ماتحت رہ کر کام کرتا ہے۔ وہ مقدمے کے حقائق کا تجزیہ کر کے اپنی آراء جج کو بتاتے ہیں۔ امریکا میں جیوری کی دو اقسام ہیں۔۔۔ گرینڈ جیوری اور عام جیوری۔ گرینڈ جیوری کے عموماً تیئیس ارکان ہوتے ہیں۔ امریکا میں اس کا کام یہ دیکھنا ہے کہ کیا کسی مشکوک کے خلاف اتنے ثبوت ہیں کہ اس پر مقدمہ چل سکے؟ (برطانیہ اور پاکستان میں یہ کام مجسٹریٹ کرتا ہے)

عام جیوری کے عموماً بارہ رکن ہوتے ہیں اور وہ ملزم کی موجودگی میں عدالت میں بیٹھتی ہے۔ امریکا میں اکثر فوجداری اور دیوانی مقدمات میں جیوری بیٹھتی ہے۔ ارکان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عدالت کے ضلع میں رہائش پذیر، معزز اور نیک نام ہوں۔ عموماً خاص عمر کے لوگ رکن بنتے ہیں۔ عدالت سے سزا یافتہ اور بدنام رکن نہیں بن سکتے۔ عوام الناس کی خدمت کرنے والے بھی ڈاکٹر، نرسیں، سپاہی، وکیل، پولیس افسر وغیرہ بھی رکن نہیں بن سکتے۔

جیوری کے اراکین کا انتخاب عدالت کی انتظامیہ کرتی ہے جن کے نام آواز بلند بتائے جاتے ہیں۔ اگر مقدمے کے وکلا کو یقین ہو کہ کسی رکن کا انتخاب غلط ہوا ہے (کیونکہ ان کے

مطابق وہ کسی وجہ سے درست فیصلہ نہیں کرے گا یا کوئی بھی وجہ ہو) تو وہ اراکین کی مخصوص تعداد تبدیل کرواسکتے ہیں۔

جب سب اراکین کا انتخاب کر لیتے ہیں تو وہ بائبل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ انصاف کے اصولوں پر عمل کریں گے۔ مقدمے کے دلائل ختم ہونے کے بعد وہ ایک علیحدہ کمرے میں جا کر آپس میں بحث کرتے ہیں اور پھر کوئی فیصلہ سناتے ہیں۔ کبھی کبھی سارے اراکین کو متفقہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے، دوسری صورت میں اکثریت کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اگر اراکین کسی فیصلے پر متفق نہ ہوسکیں تو مقدمے کے لیے نئی جیوری بنتی ہے۔ اراکین سب کے سامنے اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔

امریکا اور کئی یورپی ممالک میں جیوری کا رواج ہے تاکہ زیادہ بہتر طور پر ملزم کا جرم یا بے گناہی ثابت کی جاسکے۔

☆ دروغ حلفی (Perjury): جھوٹا بیان دینے کا عمل۔

☆ دیوانی مقدمے (Civil cases): وہ مقدمے جن کا تعلق شہریوں کے نجی معاملات سے ہوتا ہے۔

☆ عیاں ثبوت (Direct evidence): ثبوت کی ایک قسم۔ وہ ثبوت جو صاف صاف اور سب کو نظر آتے ہیں۔

☆ فوجداری مقدمے (Criminal cases): وہ مقدمے جن کا تعلق جرم اور سزا سے ہوتا ہے۔

☆ قرائنی ثبوت (Circumstantial evidence): عینی گواہی کے برعکس ایسے مختلف حالات اور اتفاقیہ طور پر آنے والی شہادتیں جو کم وبیش ہونے والے جرم سے تعلق رکھتی ہوں اور جن سے کچھ ثبوت اخذ کیے جاسکیں۔

☆ مدعا علیہ (Defendant): وہ شخص جس پر مقدمے میں الزام لگایا جائے۔

☆ مدعی (Plaintiff): وہ شخص جو کسی عدالت میں مقدمہ دائر کرتا ہے یعنی فریادی۔

☆ مدافعہ الیہ (Appellee): وہ شخص جس کے خلاف مقدمہ کھڑا کیا گیا ہو یا اپیل کی گئی ہو۔

☆ ملتجی (Appellant): مدافع یعنی کسی عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل کرنے والا۔ مقدمے کو بالا عدالت میں لے جانے والا۔

☆ مواخذہ (Impeachment): الزامات پر کسی کی باز پرس کرنا۔

☆ وکیل صفائی (Defence Lawer): مدعا علیہ کی طرف سے اس کا مقدمہ لڑنے والا وکیل۔

☆☆☆

ڈورتھی ٹالبے کا مقدمہ: 1638ء

مدعا علیہ: ڈورتھی ٹالبے۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: کوئی ریکارڈ نہیں۔ وکیل صفائی: کوئی ریکارڈ نہیں۔ جج: گورنر جان ونتھورپ۔ جگہ: بوسٹن (میساچوسٹس بے کالونی)۔ مقدمے کی تاریخ: 4 اکتوبر 1638ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی

اہمیت

اس مقدمے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی امریکی معاشرہ اور اس کا قانونی نظام یہ حقیقت پوری طرح نہیں سمجھتا تھا کہ ایک ملزم کو پاگل ہونے کے ناطے رہا کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت عام جرائم میں پاگل ملزم کو سزا دینے کے سلسلے میں کوئی متبادل نہیں تھا۔ برطانیہ میں پاگلوں کے چند اسپتال تھے لیکن امریکی کالونیوں میں ایک بھی نہیں تھا۔

پاگل پن کی وجہ سے کسی کو مجرم قرار نہ دینا دور جدید کا قانونی فیصلہ سمجھا جاتا ہے تاہم 1641ء میں میساچوسٹس بے کالونی کے 'ادارہ آزادی' (باڈی آف لبرٹیز) نے یہ بیان دیا تھا:

''بچوں، پاگلوں اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں کو چھوٹ ملنی چاہیے، چاہے وہ فوجداری مقدمات میں ملوث ہوں یا دیوانی مقدمات میں۔''

یہ جملے اگر تین سال پیشتر یعنی 1638ء میں لکھے جاتے تب بھی شاید وہ ذہنی طور پر پریشان، ڈورتھی ٹالبے کو پھانسی کے پھندے سے نہ بچا پاتے کیونکہ اس زمانے میں 'چھوٹ' بڑی مشکل سے ملتی تھی اور سترہویں صدی کے معاشرے میں ذہنی طور پر بیمار انسان کی کم ہی مدد کی جاتی تھی۔

بوسٹن کی رہائشی ڈورتھی اپنے شہر کی معزز عورت تھی لیکن متفرق وجوہات کی بنا پر رفتہ رفتہ مالیخولیا کی خطرناک مریض بن گئی۔ اس پر جب بھی دورہ پڑتا تو وہ لوگوں پر حملے کرنے لگتی اور اس نے اپنے خاندان والوں اور پڑوسیوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں۔ اسے یقین تھا کہ خدا بذریعہ الہام اسے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے۔

ڈورتھی کے شوہر اور بچے زیادہ تر اس کی دیوانگی کا نشانہ بنتے۔ آخر الہامات نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ہمراہ بھوکی رہے لہٰذا اس نے زبردستی سب کو ایک دن بھوکا رکھا۔ حتیٰ کہ اس کے شوہر، جان کے مطابق ڈورتھی نے ایک دن اسے قتل کرنے کی کوشش کی۔ پادریوں اور روحانی امراض کے معالجوں نے اسے ٹھیک کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن بے سود، آخر اسے عیسائی چرچ سے نکال دیا گیا۔

اس اخراج نے ڈورتھی کی جذباتی حالت مزید دگرگوں کر دی اور وہ لوگوں کو تنگ کرنے لگی۔ اب کی بار پولیس نے اسے خلاف قانون حرکات کرنے پر گرفتار کر لیا۔ دوسری بار مجسٹریٹ نے اسے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ بعدازاں کچھ عرصے تک ڈورتھی کی حالت بہتر رہی لیکن الہامات نے اسے بتایا کہ مستقبل میں اس کی بیٹی اس جیسی بنتا ہے صرف اسی وقت بچ سکتی ہے جب اسے مار دیا جائے لہٰذا ڈورتھی اپنی تین سالہ بیٹی کو سنسان جگہ میں لے گئی اور اس کی گردن توڑ کر مار ڈالا۔ جب وہ گرفتار ہوئی تو اس نے کھلے عام اقرار جرم کیا۔

اس پر گورنر جان ونتھورپ کی عدالت میں مقدمہ چلا۔ وہ پہلے اقرار جرم کر چکی تھی لیکن عدالت میں چپ چاپ کھڑی رہی اور اسی وقت زبان کھولی جب گورنر نے دھمکی دی کہ اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا جائے گا۔ بہرحال ڈورتھی نے تسلیم کیا کہ اس نے اپنی بیٹی کو مارا ہے۔ اسے مجرم قرار دے کر پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ عدالت کے ریکارڈ میں لکھا ہے:

''جب فیصلہ سنایا گیا تو وہ نہ روئی نہ اس نے اپنا چہرہ چھپایا، بلکہ کسی بت کے مانند ساکت کھڑی رہی۔''

ڈورتھی کو دعویٰ تھا کہ وہ روحانیت کی بہت بڑی پیغمبر ہے لیکن وہ موت سے خوفزدہ تھی، اسی لئے بڑی مشکل سے اسے پھانسی دی گئی۔ کئی لوگ زبردستی اسے گھسیٹ کر پھندے تک لائے اور بڑی مشکل سے پھانسی دی۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس نے اپنی بیٹی کو آنے والی مصیبت سے تو نجات دلا دی لیکن خود تکلیف دہ زندگی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔

جیکب لیسلر کا مقدمہ: 1691ء

مدعا علیہ: جیکب لیسلر، جیکب میلبورن اور دیگر آٹھ آدمی۔ الزام: شاہی قلعے پر حملے کر کے غداری کا مظاہرہ جس میں کئی جانیں ضائع ہوئیں۔ استغاثہ: جیمز ایموٹ، جارج فیرویل اور ولیم نکولاس۔ وکیل صفائی: کوئی نہیں۔ جج: کیپٹن اسحاق آرنلڈ، جوزف، ڈیوڈلی اور دیگر آٹھ جج۔ جگہ: نیویارک (نیویارک) مقدمے کی تاریخیں 10 تا 27 اپریل، 1691ء۔ فیصلہ: لیسلر، میلبورن اور چھ دیگر مجرم۔ دو بے گناہ۔ بعد کو لیسلر اور میلبورن کے سوا سب کو معافی۔ سزا: پھانسی۔

اہمیت

اس مقدمے اور دی جانے والی سخت سزا سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں نیویارک کی سیاست میں سیاسی اور ذاتی دشمنی عروج پر تھی۔ انگریزوں نے سزا کا خیر مقدم کیا لہٰذا مقامی سیاست میں نفرت کا عنصر مزید بھڑک اٹھا۔

جب برطانیہ نے نیو انگلینڈ (امریکا) پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اسے اپنی عمل داری بنایا تو مقامی لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا، اسی لئے جب برطانیہ کے عظیم انقلاب کے ذریعے کیتھولک بادشاہ، جیمز دوئم کو پروٹسٹنٹ بادشاہ ولیم آف اورنج اور اس کی بیوی، ملکہ میری نے شکست دی تو امریکا میں نیویارک کے شہریوں نے شاہی عہدے داروں کو نکال دیا جن میں نیویارک کا لیفٹیننٹ گورنر فرانسس نکولسن بھی شامل تھا۔

30 مئی، 1689ء کو نیویارک کے فورٹ جیمز میں دو اعلیٰ افسران کے جھگڑے نے اس افواہ کو تقویت دی کہ نکولسن شہر کو جلانا چاہتا ہے۔ اگلے دن ایک جرمن تاجر، جیکب لیسلر نے اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ قلعے پر قبضہ کر لیا۔

دو ہفتے بعد نکولسن برطانیہ روانہ ہو گیا تاہم وہ اپنے نائبین نیویارک چھوڑ گیا۔ لیسلر مسلسل سول انتظامیہ کے خلاف اقدام کرتا رہا کیونکہ اسے مقامی تاجروں، فنکاروں اور دیگر گروہوں کی مدد حاصل تھی۔ آخر کار نکولس کے نائب بھی پسپا ہو گئے۔

لیسلر نے شہر سنبھال لیا

دسمبر 1689ء کو برطانیہ سے جان رگس بادشاہ کا یہ شاہی فرمان لیفٹیننٹ گورنر کے نائبین کے لئے لے کر آیا کہ وہ نیویارک میں امن وامان کا خیال رکھیں اور شہر انتظام موثر طور پر سنبھالیں۔ یہ پیغام واضح طور پر نکولسن کے نائبین کے لئے تھا لیکن لیسلر نے اسے اپنے لئے سمجھا اور خود کو لیفٹیننٹ گورنر قرار دے دیا۔

اس نے پھر جو اقدام کئے ان میں سے چند قابل تعریف تھے، مثلاً اس نے صوبے کے دفاعی نظام کو مضبوط بنایا لیکن کچھ اسے نہیں کرنا چاہئے تھے۔ مثلاً اس نے کاؤنٹیوں اور دیہات کے وفود کا ایک کنونشن بلایا (اگر چہ اس میں سب نہیں آئے)۔ بعد ازاں ایک حکم نامے کے ذریعے اسمبلی منتخب کی گئی۔ چند مورخین اس عمل پر لیسلر کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ وہ نیویارک ریاست کی پہلی نمائندہ اسمبلی تھی۔ تاہم کئی تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ لیسلر نے عموماً ہتھیاروں کی دھمکی سے کنونشن اور اسمبلی دونوں میں اپنی مرضی کے فیصلے کروائے۔

فروری 1691ء میں نئے گورنر، کرنل ہنری سلوٹر کی آمد سے پہلے میجر رچرڈ انگولیسڈ لی نیویارک پہنچا۔ پھر رچرڈ نے لیسلر سے کہا کہ وہ ریاست کا انتظام اس کے حوالے کر دے لیکن لیسلر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اس عہدے کا مستحق نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کرنل ہنری کی آمد کے بعد بھی لیسلر نے دانستہ دیر سے نئے گورنر کو چارج دیا۔ لیسلر کے اس احمقانہ رویے کی وجہ سے اس کے دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ اس کے خلاف فوجداری مقدمہ چلایا جائے حالانکہ بادشاہ نے عام تفتیش کا حکم دیا تھا۔

اب دس آدمیوں پر مقدمہ قائم کیا گیا۔لیسلر اور اس کے داماد جیکب میلبورن نے اپنا دفاع کرنے سے انکار کر دیا اور اصرار کیا کہ پہلے جج اس اختیار کی قانونی حیثیت پر فیصلہ سنائیں جس کے ذریعے انہوں نے فورٹ جیمز پر قبضہ کیا تھا۔ان کے نزدیک وہ اختیار بادشاہ ولیم کے اس خط پر استوار تھا جسے پڑھ کر لیسلر نے خود کو لیفٹیننٹ گورنر بنایا تھا۔عدالت کے مخالفانہ فیصلے کے باوجود دونوں ملزموں نے مقدمہ لڑنے سے انکار کر دیا۔جیوری نے دو آدمیوں کو بری کر دیا تاہم لیسلر، میلبورن اور ان کے چھ ساتھی مجرم قرار پائے اور انہیں سزائے موت سنائی گئی۔کرنل ہنری نے بادشاہ کو لکھا:"درخواست ہے کہ لیسلر اور میلبورن کے علاوہ سب کو معاف کر دیا جائے۔"

بادشاہ نے درخواست منظور کر لی، اب لیسلر اور میلبورن کو جلد پھانسی دینے کے لئے شہر میں شور شرابا برپا ہو گیا اور کرنل ہنری نے آخری حکم جاری کر دیا۔16 مئی 1691ء کو پھانسی کا دن قرار پایا۔اس دن دونوں نے یہ بیان جاری کیا کہ انہوں نے کسی ذاتی مفاد، خانہ جنگی یا گڑبڑ کے لئے فورٹ جیمز پر قبضہ نہیں کیا تھا، وہ صرف شاہی حکومت کے مفادات کا تحفظ چاہتے تھے۔انہوں نے پھر اپنے گناہوں پر سب سے معافی مانگی اور یہ دعا کی "ہم سے جو لوگ نفرت کرتے ہیں، وہ ہمارے ساتھ دفن ہوں۔"بعد کو انہیں پھانسی دے دی گئی۔کئی سال بعد ان کی جائیدادیں ان کے وارثوں کو دے دی گئیں جو ضبط کر لی گئی تھیں۔

بوسٹن قتل عام کے مقدمے:1770ء

مدعا علیہ: کیپٹن تھامس پریسٹن، کارپورل ولیم ویمز، سپاہی ہیوگ وائٹ، جان کیرول، ولیم وارن، میتھیو کیل رائے، ولیم میکلے، جیمز ہارٹیگن اور ہیوک منٹگمری۔ الزام: قتل اور قتل میں مدد۔ استغاثہ: سیموئیل کوئنسی اور ٹریٹ پائن۔ وکلائے صفائی: جان آدمز اور جوشیا کوئنسی جونیئر (دونوں مقدمے)۔ رابرٹ آکچوٹی (پہلا مقدمہ)۔ سیمپسن سالٹر (دوسرا مقدمہ)۔ جج: جان کشنگ، پیٹر اولیور، بنجمن لائنڈ اور ایڈمنڈ ٹروبرج۔ جگہ: بوسٹن (میساچوسٹس بے کالونی) مقدمے کی تاریخیں: 24 تا 30 اکتوبر، 1770ء (ریکس بامقابلہ پریسٹن)۔ 27 نومبر تا 5 دسمبر 1770ء (ریکس بامقابلہ ویمز وغیرہ)۔ فیصلہ: پہلے مقدمے میں کیپٹن رابرٹ پریسٹن بے گناہ۔ دوسرے مقدمے میں کارپورل ویمز اور سپاہی وائٹ، کیرول، وارین، میکلے اور ہارٹیگن بے گناہ۔ سپاہی کیل رائے اور منٹگمری قتل کے مجرم نہیں مگر غیر ارادی قتل کے مجرم۔ سزا: کیل رائے اور منٹگمری کے انگوٹھوں پر گرم لوہے کا داغ لگایا گیا۔

اہمیت

یہ مقدمہ امریکی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے سلسلے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مخالفانہ سیاسی ماحول کے باوجود خاصی حد تک دو غیر جانب دار مقدمے چلے اور دفاع ذات کا نظریہ کامیاب ہوا۔

5 مارچ 1770ء کو میساچوسٹس کے شہر بوسٹن میں کسٹم ہاؤس کے باہر برطانوی فوجیوں نے غم و غصے سے بھرے لوگوں کے ایک ہجوم پر گولی چلا دی۔۔۔۔ تین آدمی فوراً مر گئے اور دو شدید زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ امریکی تاریخ میں 'بوسٹن قتل عام' کے نام سے مشہور ہے اور فوجیوں اور شہریوں کے مابین کئی ماہ سے جاری جھگڑوں کے بعد ظہور میں آیا۔ برطانوی فوجی کسٹم کے کمشنروں کی حفاظت کے لئے برطانیہ سے آئے تھے۔ شاہ برطانیہ اور اس کی کابینہ کے مطابق بوسٹن (امریکی) باغیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا جن کا کہنا تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ (امریکی) کالونیوں پر ٹیکس نہیں لگا سکتی۔

اس وقت بھی زمانۂ امن میں شہر میں باوردی فوجیوں کی موجودگی ناپسند کی جاتی تھی کیونکہ لوگ سمجھتے تھے کہ ان کے سیاسی سرگرمیوں اور اداروں پر قدغن لگ گئی ہے۔ لہٰذا جب 1768ء کے موسم بہار میں برطانوی فوجی انکم ٹیکس کمشنروں کی حفاظت کے لئے بوسٹن پہنچے تو شہریوں اور فوجیوں میں زبانی کلامی لڑائی جھگڑے فوراً شروع ہو گئے اور رفتہ رفتہ ہاتھا پائی کی نوبت آ گئی۔

جھگڑے کا آغاز

چھوٹے موٹے مناقشے آخر 5 مارچ 1770ء کو ایک خونی جھگڑے میں بدل گئے جس کا آغاز 29 رجمنٹ کے سپاہی پیٹرک واکر اور رسے بنانے والے مقامی کاریگر، ولیم گرین کے مابین لڑائی سے ہوا۔

اس وقت نچلے درجے کے سپاہی کم تنخواہوں کی وجہ سے مقامی تاجروں کے ہاں چھوٹی موٹی نوکریاں کرتے تھے۔ 2 مارچ کو جب پیٹرک گرین کی دکان کے سامنے سے گزرا تو گرین نے اس سے پوچھا کہ کام کرو گے؟ پیٹرک کے ہاں کہنے پر گرین نے کہا "اچھا، جاؤ پھر میرے پاخانے کی صفائی کرو۔"

اہانت محسوس کر کے پیٹرک نے بدلہ لینے کی قسم کھائی اور چند منٹ بعد کئی فوجیوں کے ہمراہ وہاں آیا۔

جب فوجیوں نے گرین کے گرد گھیرا ڈالا تو آس پاس سے رسے بنانے والے کئی کاریگر اس کی مدد کو پہنچ گئے۔ یوں ان کی فوجیوں سے لڑائی ہوئی جس میں مکوں، ڈنڈوں اور چھڑیوں کا

آزادانہ استعمال ہوا۔ کاریگروں نے فوجیوں کو مار مار کر بھگا دیا کیونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے۔
اس لڑائی کے بعد شہر میں خاموشی چھا گئی جو مختصر ثابت ہوئی۔ اگلے دو دنوں میں فریقین کے درمیان پھر لڑائی ہوئی، افواہیں گردش کرتی رہیں اور تناؤ میں اضافہ ہوتا گیا۔ 29 رجمنٹ کے کمانڈر، لیفٹیننٹ کرنل موریس کار نے ریاست کے عارضی گورنر، تھامس ہچینسن کو لکھا: ''بوسٹن کے شہری اٹھتے بیٹھتے میرے سپاہیوں کی توہین کرتے ہیں۔'' گورنر نے یہ خط شہر کی کونسل کے سامنے رکھا تو اس کے ارکان کا متفقہ جواب تھا ''فوجیوں کے شہر سے جانے کے بعد ہی شہری مطمئن ہوں گے۔''

5 مارچ کی شام شدید سردی میں کافی برف پڑی۔ اس دوران فوج کے ہیڈ کوارٹر، مین گارڈ کے قریب سنتری باکس پر تعینات ایک فوجی، ہیوگ وائٹ کو وگ بنانے والا ایک کاریگر، ایڈورڈ گیرک برف کے گولے مار کر اس کی توہین کرنے لگا۔ ایڈورڈ نے غصے میں آکر اپنی مسکٹ (بندوق) اس کے سر پر دے ماری۔ ہیوگ کی درد بھری چیخ سن کر دوسرے کاریگر بھی وہاں آ گئے اور برف کے گولے مار کر ایڈورڈ کو تنگ کرنے لگے۔

اس دوران ''آگ لگ گئی'' کی آوازیں گلیوں میں سنی گئیں حالانکہ کسی عمارت میں آگ نہیں لگی تھی۔ بہرحال لوگوں کا مجمع بڑھتا گیا اور دو سو آدمی جمع ہو کر ہیوگ وائٹ کی طرف بڑھے۔ خطرہ دیکھ کر اس نے چلا چلا کر دوسرے فوجیوں کو مدد کے لئے پکارا۔ جب اس کی پکار 29 رجمنٹ کے کیپٹن تھامس پیٹرسن تک پہنچی تو وہ سپاہیوں کے ایک دستے کے ہمراہ ہیوگ کی مدد کو پہنچا، تقریباً آٹھ سپاہی دو قطاروں کی صورت میں چلتے ہوئے ہیوگ کے قریب پہنچ گئے، انہوں نے اپنی بندوقوں پر سنگینیں چڑھائی ہوئی تھیں۔

انہیں دیکھ کر مجمع چھٹ گیا لیکن جیسے ہی وہ ہیوگ کے پاس پہنچے لوگ انہیں گھیرے میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر فوجیوں نے بندوقیں ہجوم کی سمت کر کے نشست باندھ لی۔ ان کا کیپٹن سب سے آگے کھڑا تھا۔ انہوں نے جیسے ہی گھوڑے چڑھائے، ہجوم میں کسی نے سپاہی، ہیوگ منٹگمری کے سر پر لاٹھی دے ماری اور وہ نیچے گر گیا۔
جب وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو ''فائر'' کی آواز سنائی دی اور منٹگمری نے پہلی گولی

چلائی۔ بظاہر یہی لگا کہ گولی کسی کو نہیں لگی تاہم مجمع چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پہلی گولی اور بعد کو چلنے والی گولیوں کے درمیان عینی شاہدین کے مطابق چھ سیکنڈ سے دو منٹ تک کا وقفہ تھا۔

جب گولیاں چلنی لگیں تو لوگ یہی سمجھتے رہے کہ فوجی موم سے بنی گولیاں چلا رہے ہیں لیکن جب دو آدمی گر پڑے اور ان کے سینوں سے خون ابلنے لگا تب سب کی آنکھیں کھلیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے تین اور آدمی گر پڑے جو کچھ عرصہ زخمی رہ کر چل بسے۔ آخری زخمی، پیٹرک کار نے نزع کے عالم میں اپنا بیان دیا جس کی مدد سے مدعا علیہ کے وکلاء نے یہ دعویٰ کیا کہ فوجیوں نے حفظ ماتقدم کے تحت گولیاں چلائی تھیں۔

جب فوجیوں کی بندوقیں خاموش ہوئیں تو کیپٹن پیٹرسن نے چلا کر ان سے پوچھا کہ حکم کے بغیر گولیاں کیوں چلائی گئیں؟ اسے جواب ملا کہ اس ہی نے تو "فائر" کرنے کو کہا تھا۔ انہوں نے پھر اپنی بندوقیں اوپر اٹھا لیں لیکن کیپٹن نے آگے بڑھ کر انہیں نیچے کر دیا۔ ہجوم جلد ہی زخمیوں کو لے کر منتشر ہو گیا اور کیپٹن اپنے دستے سمیت مین گارڈ واپس آ گیا۔ یوں بوسٹن قتل عام اختتام کو پہنچا تاہم شہر کی خاموشی بڑی خطرناک تھی۔

جلد ہی کئی سو لوگ گورنر کی رہائش گاہ کے باہر جمع ہو گئے۔ گورنر ہچنسن نے پہلے کیپٹن پیٹرسن سے درشت انٹرویو کیا پھر بالکونی سے ہجوم کو مخاطب کر کے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس واقعے کی پوری تحقیق ہو گی۔ اب آپ گھر چلے جائیں اور قانون کو اپنا کام کرنے دیں۔ سب قانونی تقاضے پورے ہوں گے چاہے میری جان چلی جائے۔" یوں گورنر نے دیانت داری سے قتل عام کی تحقیق شروع کر دی۔

کیپٹن پیٹرسن کا مقدمہ

دوسرے دن کیپٹن پیٹرسن اور اس کے آٹھ ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ مقدمے کے سلسلے میں ایک ہفتے بعد گرینڈ جیوری بنائی گئی۔ شہریوں کی ایک میٹنگ میں باغیوں کے سربراہ، سیموئل آدمز نے شہر کے نامی گرامی لوگوں پر زور دیا کہ وہ مقدمے کے اخراجات ادا کریں، یوں ایک کامیاب وکیل، رابرٹ ٹریٹ پائینسن کی خدمات حاصل کی گئیں۔

فوجیوں کے دفاع کے لئے رابرٹ آکمچوٹی مقرر ہوا جبکہ اس کی مدد جوشوا کوئنسی اور جان

آدمز نے کی۔ جوشوامیساچوسٹس کالونی کے سولیسٹر جنرل سیموئیل کوئنسی کا بھائی اور جان سیموئیل آدمز کا بھائی تھا۔

مقدمے دانستہ کچھ عرصے بعد چلائے گئے تاکہ شہریوں کے جذبات ٹھنڈے ہو جائیں۔ تاہم باغی فوراً مقدمے کا آغاز چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے اخبارات میں فوجیوں کے خلاف طوفان برپا کر دیا۔ دوسری طرف فوجی چاہتے تھے کہ کیپٹن پیٹرسن کے ہمراہ ان پر مقدمہ چلے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اگر ان پر علیحدہ مقدمہ چلا تو رہائی کا امکان کم ہوگا خصوصاً اگر کیپٹن پیٹرسن پر مقدمہ چلا اور اسے بے گناہ قرار دے دیا گیا، اس طرح یہی لگے گا کہ اس کے ماتحتوں نے اس کے حکم کے بغیر گولیاں چلائی تھیں۔ علاوہ ازیں دوران مقدمہ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ پیٹرسن ہی نے فائرنگ کا حکم دیا تھا تو ظاہر ہے ذمے داری اور جرم کا زیادہ تر بار اس کے سر پڑ آتا۔

لیکن فوجیوں کو یہ سن کر بڑی مایوسی ہوئی کہ دو مقدمے چلیں گے، پہلے پیٹرسن پر پھر ان پر! 24 اکتوبر 1770ء کو کیپٹن پر مقدمہ چلنا ہوا اور 30 اکتوبر کو ختم ہوا۔ میساچوسٹس میں اتنے طویل عرصے تک جاری رہنے والا یہ پہلا فوجداری مقدمہ تھا۔

مقدمے کے دوران مختلف گواہوں کے بیانات آپس میں ٹکرائے۔ چند کا کہنا تھا کہ پیٹرسن ہی نے ''فائر'' کہا تھا جب کہ دیگر کا کہنا تھا کہ پیٹرسن فوجیوں کے آگے ضرور کھڑا تھا لیکن اس نے فائرنگ کا حکم نہیں دیا۔ ایک گواہ، ہنری ناکس نے کہا ''میں نے 'فائر' کی آواز تو سنی لیکن میرا خیال ہے کہ اسے کیپٹن نے نہیں کہا تھا۔''

مقدمے کے آخری دن وکیل صفائی، آدمز نے اپنے دلائل دیتے ہوئے کہا ''حفظ ماتقدم کے تحت کوئی قدم اٹھانا قانون فطرت ہے۔ اگر کسی انسان کے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے لہٰذا فوجیوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے گولیاں چلائیں ورنہ بپھرے ہوئے لوگ ان کی تکہ بوٹی کر ڈالتے۔''

مقدمے کا فیصلہ سنانے سے پہلے ججوں اور جیوری کے سامنے سب سے اہم سوال یہ تھا کہ کیا پیٹرسن نے فائرنگ کرنے کا حکم دیا تھا؟ ججوں نے وکلائے صفائی کی یہ دلیل تسلیم کر لی دفاع ذات قانون فطرت ہے۔ 30 مارچ کو صبح آٹھ بجے جیوری نے فیصلہ پڑھا۔۔۔ پیٹرسن کو

بے گناہ قرار دیا گیا تھا۔

فوجیوں کا مقدمہ

ایک ماہ بعد فوجیوں پر مقدمہ چلنا شروع ہوا۔ وکلائے صفائی اور مدعا علیہ کے وکلا، دونوں نے اپنے اپنے گواہ پیش کئے۔ وکلائے صفائی کے گواہوں کے مطابق بوسٹن کے شہری برطانوی فوجیوں کی آمد سے خراغ پاتے تھے لہٰذا وہ انہیں بری طرح ستاتے تھے جب کہ مدعا علیہ کے گواہوں نے کہا کہ فوجی بات بات پر شہریوں کی توہین کرتے ہیں اور اسلحہ لے کر گلیوں، بازاروں میں گھومتے ہیں۔

ایک گواہ، جیمز بیلے نے کہا "یہ حقیقت ہے کہ گلی میں لڑکے برف کے جو گولے فوجیوں کو مار رہے تھے وہ اتنے بڑے تھے کہ زخمی کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں میں نے یہ بھی دیکھا کہ کرسپس اٹکس (فائرنگ میں مارا جانے والا ایک آدمی) نے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑ رکھا تھا۔"

مدعا علیہ کا سب سے موثر گواہ سیموئیل سیمکو ے تھا جس نے شہادت دی۔ "میں نے فوجی کیل رائے کو یہ کہتے سنا 'اگر مجھے اس شہر کے باسیوں پر فائرنگ کا حکم دیا گیا تو میں یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں جب سے یہاں آیا ہوں، ایسے موقع کا منتظر ہوں'۔"

لیکن وکلائے صفائی نے مسلسل دو روز تک ایسے ٹھوس ثبوت پیش کئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ کسٹم ہاؤس کے قریب فوجی بپھرے ہوئے مجمع کے نرغے میں آ گئے تھے۔ آخری گواہ ڈاکٹر جان جیفر لیس تھا جس نے پانچویں مقتول، پیٹرک کا علاج کیا تھا۔ اس نے بتایا:

"میں نے پیٹرک سے پوچھا کہ اگر فوجی فائرنگ نہ کرتے تو تمہارے خیال میں انہیں نقصان پہنچ سکتا تھا؟ اس نے کہا کہ پہنچ سکتا تھا کیونکہ ہجوم میں کئی لوگ کہہ رہے تھے ان فوجیوں کو مار دو۔ میں نے پھر اس سے پوچھا کہ فوجیوں نے کیا اپنی جانیں بچانے کے لئے گولیاں چلائی تھیں؟ اس نے کہا کہ اسے یقین ہے کہ فوجیوں نے دفاع ذات کے لئے فائرنگ کی تھی، اسی لئے وہ اس فوجی پر الزام نہیں دھرتا جس نے اس پر گولی چلائی۔"

یہ بیان کافی اہم ثابت ہوا اور وکلائے صفائی نے معزز ججوں کو بتایا کہ اگر فوجی ہتھیار نہ

اٹھاتے تو وہ غصے میں بھرے شہریوں کے ہاتھوں زخمی ہو جاتے بلکہ مر بھی سکتے تھے۔

ڈھائی گھنٹے کے بحث مباحثے کے بعد جیوری نے چھ فوجیوں یعنی ولیم وہیمز، وائٹ، وارین، کیرول، میکو ئلے اور ہرٹیگان کو بری کر دیا۔ کیل رائے اور منٹگمری قتل کے مرتکب تو نہیں لیکن غیر ارادی قتل کے ملزم پائے گئے۔ شہادتوں سے ثابت ہو گیا تھا کہ انہوں نے گولیاں چلائی تھیں، دیگر فوجیوں کے خلاف ٹھوس شہادتیں نہیں تھیں۔ 14 دسمبر 1770ء کو کیل رائے اور منٹگمری اپنی سزا سننے دوبارہ عدالت آئے اور اہل کلیسا کا حق استثنا (benefit of clergy) مانگا۔ یہ قانونی تکنیکی نکتہ صدیوں پرانا تھا جب مذہبی جرائم کے مرتکب افراد پر علیحدہ عدالت میں مقدمہ چلایا جاتا تھا۔ اٹھارہویں صدی تک یہ قانونی خاصہ بن گیا اور اس کے دائرہ کار میں وہ لوگ بھی آ گئے جو لکھ پڑھ سکتے تھے، انہیں پھر کم سزا ملتی تھی۔ عدالت نے دونوں فوجیوں کا یہ حق تسلیم کیا اور انہیں رہا کر دیا گیا۔

بعد کو آخر یہ معمہ حل ہو گیا کہ ''فائر'' کس نے کہا تھا۔ بوسٹن چھوڑنے سے پہلے منٹگمری نے اپنے وکلا کو بتایا کہ جب اس کے سر پر پھینکا ہوا ڈنڈا لگا تو اس نے ''فائر'' کہا تھا۔

بوسٹن قتل عام اور بعد میں سامنے آنے والے مقدمات سے برطانوی حکومت کو احساس ہو گیا کہ بوسٹن میں فوجیوں کی تعیناتی سے بغاوت کے شعلے سرد ہونے کے بجائے مزید بھڑک اٹھے ہیں لہٰذا فوجیوں کو واپس برطانیہ بلوالیا گیا لیکن امریکی قوم پرست (باغی) بوسٹن قتل عام کو برطانوی ظلم و ستم کے ایک نمایاں ثبوت کے طور پر استعمال کرتے اور شہریوں کو بغاوت پر اکساتے رہے۔

میجر جان آندرے کا مقدمہ: 1780ء

مدعا علیہ: میجر جان آندرے۔ الزام: امریکا کے خلاف سازش۔ تفتیشی کمیٹی: جارج واشنگٹن کی فوج کے چودہ جرنیل جس کی سربراہی میجر جنرل نتھنل گرین نے کی۔ جگہ: تاپان (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخ: 29 ستمبر 1780ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی۔

اہمیت

میجر جان آندرے کی سازش کے مقدمے نے ساری امریکی کالونیوں میں ہلچل مچا دی اور عام لوگوں کو علم ہوا کہ جنرل بینی ڈکٹ ویسٹ پوائنٹ کا مضبوط امریکی قلعہ برطانویوں کے حوالے کر رہا تھا۔ اگر جان آندرے پکڑا نہ جاتا اور سازش کامیاب ہو جاتی تو ممکن تھا کہ برطانیہ باغی امریکیوں پر قابو پا لیتا اور امریکی انقلاب ناکام ہو جاتا۔

جب امریکا کے باشندوں نے برطانیہ کے خلاف بغاوت کی تو ان کے رہنماؤں میں جارج واشنگٹن کا نام سب سے نمایاں تھا اور اس کے قابل اعتماد ساتھیوں میں ایک نام جنرل بینی ڈکٹ آرنلڈ کا بھی تھا۔ یہ ریاست نیویارک میں ویسٹ پوائنٹ قلعے کا کمانڈر تھا جو امریکا کے سب سے اہم مورچوں میں سے ایک اور دریائے ہڈسن کے کنارے واقع تھا۔

جنرل بینی ڈکٹ ایک لالچی اور کینہ فطرت انسان تھا۔ فوجی قوت حاصل کرتے ہی وہ مال بنانے لگا۔ جب اس کی غیر قانونی سرگرمیوں کی خبر جارج واشنگٹن کو ملی تو اس نے بینی ڈکٹ کو

جھڑکیاں دیں جس کے بعد وہ دل ہی دل میں جارج کے خلاف ہو گیا اور 1799ء کے موسم بہار میں برطانوی خفیہ ایجنسی کے سربراہ، میجر جان آندرے سے خفیہ خط و کتابت کرنے لگا تاکہ برطانوی افواج کے سربراہ، سرہنری کلنٹن کے ہمراہ امریکیوں کو شکست دینے والا کوئی خفیہ منصوبہ بنا سکے۔ بنی ڈکٹ اپنی 'خدمات' کے سلسلے میں دس ہزار پاؤنڈ کی رشوت چاہتا تھا۔

سرہنری کلنٹن اور بنی ڈکٹ کے مابین یہ معاہدہ طے پایا کہ بنی ڈکٹ ویسٹ پوائنٹ پر قبضے کے سلسلے میں برطانوی فوج کی ہر ممکن کوشش کرے گا، اگر کامیابی ہوئی تو اسے بیس ہزار پاؤنڈ ملیں گے اور ناکامی کی صورت میں دس ہزار پاؤنڈ۔

اس منصوبے کی تفصیلات طے کرنے کے لئے 20 ستمبر 1780ء کو آندرے اور بنی ڈکٹ کے مابین ملاقات ہوئی۔ اس وقت آندرے اپنی فوجی وردی میں تھا تاکہ پکڑے جانے کی صورت میں اسے جاسوسی کے الزام میں سزائے موت نہ دی جا سکے۔ دونوں بنی ڈکٹ کے ایک قابل اعتماد دوست، جوشوا سمتھ کے گھر ملنے کے طے شدہ منصوبے کے برعکس دریا کے کنارے ویسٹ پوائنٹ سے چھ میل دور ایک خفیہ مقام پر ملے۔ طے پایا کہ برطانوی ویسٹ پوائنٹ پر بھرپور حملہ کریں گے۔ آندرے اپنی فوج کو ایسے احکام دے گا جو اس وقت تو موزوں لگیں گے مگر آخر کار برطانوی فوج ہی کو فتح حاصل ہو گی۔

لیکن بدقسمتی دونوں کے تعاقب میں تھی۔ جو دو ملاح آندرے کو دریا پار سے لائے تھے، وہ ان کی ملاقات کے دوران غائب ہو گئے، اب آندرے اپنے جنگی جہاز 'ولچر' میں نہیں جا سکتا تھا جو دریا میں ایک محفوظ مقام پر کھڑا تھا کیونکہ وہاں تک پہنچنے کا راستہ دونوں ملاحوں کو ہی معلوم تھا۔ ولچر سے اسے بنی ڈکٹ کا دوست سمتھ لایا تھا۔

اب آندرے پیدل ہی اسمتھ کے گھر چل پڑا تاکہ وہاں سے رات کے وقت 'ولچر' پر چلا جائے لیکن اس کی ساری امیدیں ایک امریکی کرنل نے خاک میں ملا دیں جو ایک چھوٹے توپ خانے کا سربراہ تھا۔ اس کے حکم پر ولچر فریگیٹ پر گولہ باری کی گئی جس سے اسے کافی نقصان پہنچا اور وہ تین چار میل پرے چلا گیا۔

اب آندرے کے لئے محفوظ راستہ یہی تھا کہ وہ سفید جھنڈا تھام کر اپنے آپ کو امریکی

فوج کے حوالے کر دیتا، اس زمانے میں یہ عمل عام تھا کیونکہ دونوں فریقین قیدیوں کے تبادلے کے سلسلے میں گفت وشنید کرتے رہتے تھے۔ لیکن آندرے رومان اور مہمات کا شوقین انسان تھا لہٰذا اس نے اپنے آپ کو امریکی فوج کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ تاہم سمتھ کے اصرار پر اس نے وردی اتار کر عام کپڑے پہن لئے۔ خطرناک بات یہ تھی کہ اس نے منصوبے سے متعلق دستاویزات اور نقشے اپنے پاس رکھے حالانکہ وہ انہیں باآسانی ذہن نشین کر سکتا تھا۔

ویسٹ پوائنٹ جانے سے پہلے بنی ڈکٹ نے تین راہ نامے (Pass) دیئے تھے، ان میں ایک کے ذریعے سمتھ آندرے کو دریائے ہڈسن کے پار لے جا سکتا تھا لیکن خوفزدہ سمتھ نے دوبارہ دریا پار کرنے سے انکار کر دیا اور آندرے کو غیر آباد علاقے (No-man's -land) کی طرف لے گیا۔ جب وہ شروع ہوا تو سمتھ آندرے کو چھوڑ کر واپس ہو گیا۔

چند میل پیدل چلنے کے بعد اس کی ملاقات تین قوم پرستوں سے ہوئی، آندرے غلطی سے انہیں تاج برطانیہ کے وفادار شہری سمجھا اور انہیں بتایا کہ وہ برطانوی افسر ہے جو نہایت اہم کام سے جا رہا ہے۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تب اس نے جان اینڈرسن (آندرے کا جعلی نام) کے نام جنرل بنی ڈکٹ کا دیا ہوا راہ نامہ انہیں دکھایا لیکن انہوں نے اسے آگے جانے نہیں دیا۔

آندرے نے انہیں دھمکیاں دیں کہ اگر جنرل کو علم ہوا کہ انہوں نے اسے روکا تھا تو وہ ان کے ساتھ بری طرح پیش آئے گا پھر انہیں قیمتی چیزیں بطور رشوت دے کر آگے بڑھنا چاہا لیکن تینوں یعنی جان، ڈیوڈ اور اسحاق ٹس سے مس نہیں ہوئے جن کا تعلق نیویارک ملیشیا سے تھا۔

انہوں نے آندرے کے کپڑے اتار کر اس کی تلاشی لی۔ انہیں منصوبے کی دستاویز، کچھ خط اور نقشے ملے۔ صرف جان لکھا پڑھا تھا، اسے محسوس ہو گیا کہ آندرے جاسوس ہے۔ اب تینوں اسے نارتھ کاسل میں لیفٹیننٹ کرنل جان جیمز سن کے پاس لے گئے۔

جیمز سن کو چند روز پہلے بنی ڈکٹ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ جان اینڈرسن کو ویسٹ پوائنٹ سے گزرنے دیا جائے لیکن یہ اینڈرسن تو غلط سمت جا رہا تھا، وہ شک میں پڑ گیا۔

دستاویزات اور راہ نامے پر لکھی تحریر ایک ہی تھی لیکن جیمز سن بنی ڈکٹ کی تحریر نہیں پہچانتا تھا۔ آندرے نے زور دیا کہ اسے بنی ڈکٹ کے پاس لے جایا جائے ،جیمز سن نے طوعاً کراہاً ہامی بھر لی۔لیکن آندرے کو یہ خبر نہیں ہوسکی کہ جیمز سن نے دستاویز فوراً جارج واشنگٹن کو بھجوا دیں۔

جیسے ہی آندرے بنی ڈکٹ کی طرف روانہ کیا گیا، واشنگٹن کی خفیہ ایجنسی کا قابل سربراہ، میجر ٹیمسن تالیمج جیمز سن کے پاس پہنچا۔اس نے جیمز سن کو راضی کرلیا کہ'جان اینڈرسن' کو واپس بلوالیا جائے لیکن وہ اس پیغام برکو واپس نہیں بلواسکا جو بنی ڈکٹ کو اینڈرسن کی گرفتاری کی خبر دینے روانہ ہو چکا تھا۔اسی لئے جب واشنگٹن ویسٹ پوائنٹ پہنچا تو بنی ڈکٹ فرار ہو کر برطانوی جنگی جہاز ولچر میں پہنچ چکا تھا۔ واشنگٹن نے آرنلڈ کے پیچھے فوجی دوڑائے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی۔(بنی ڈکٹ پھر برطانیہ کی طرف سے اپنے ہم وطنوں کے خلاف لڑا اور جنگ کے خاتمے کے بعد برطانیہ جا کر وہیں مرگیا)

آندرے کو اب احساس ہو گیا کہ'جان اینڈرسن' رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، اس نے واشنگٹن کو بتایا''میں امریکی علاقے میں غیر ارادی طور پر آیا ہوں۔''اس کی دلیل یہ تھی کہ وہ جنگی قیدی ہے لہٰذا سویلین کپڑوں میں فرار کا حق رکھتا تھا۔لیکن دستاویزات اور خطوط کوئی اور کہانی سناتے تھے۔

29 ستمبر 1780ء کو واشنگٹن کے حکم پر میجر جان آندرے پر مقدمہ چلا، ثابت ہو گیا کہ وہ دشمن کا جاسوس تھا لہٰذا قانون کے مطابق اسے سزائے موت سنائی گئی۔ اگلے دن جارج واشنگٹن نے فیصلے کی توثیق کردی اور حکم دیا کہ اگلے دن اسے پھانسی دے دی جائے۔

سر ہنری کلنٹن نے یہ دلائل دینے کے لئے سفارتی وفد بھیجا کہ آندرے جاسوس نہیں ہے،انہیں سننے کے لئے واشنگٹن نے پھانسی ملتوی کردی۔ برطانوی وفد نے اسے بنی ڈکٹ کا ایک خط دیا جس میں سارا الزام اس نے اپنے سر لیا تھا۔ سر ہنری نے ڈھکے چھپے الفاظ میں یہ دھمکی بھی دی کہ اگر آندرے کو پھانسی دی گئی تو سارے امریکی قیدی ہلاک کردیئے جائیں گے۔

اسی دوران سر ہنری تک یہ خبر پہنچی کہ اگر وہ جنرل بنی ڈکٹ کو امریکی فوج کے حوالے کر دے تو بدلے میں آندرے کو رہا کر دیا جائے گا۔ کلنٹن آندرے سے محبت اور بنی ڈکٹ سے

نفرت کرتا تھا، اس نے اس بنیاد پر بینی ڈکٹ کو واپس نہیں کیا کہ پھر کوئی بھی امریکی باشندہ برطانوی فوج کی مدد نہیں کرے گا۔

آخر کار ساری گفت وشنید ناکام ہو گئی اور واشنگٹن نے آندرے کو پھانسی دینے کا حکم جاری کر دیا۔ اس نے آندرے کی یہ درخواست مسترد کر دی کہ اسے فائرنگ کر کے مارا جائے کیونکہ اس زمانے میں جاسوس کے لئے گھٹیا درجے کی سزا، پھانسی مقرر تھی۔ اگر اسے پھانسی نہیں دی جاتی تو اس کا مطلب ہوتا تھا کہ وہ جاسوس نہیں جنگی قیدی تھا اور پھر سزائے موت ملنی ہی نہیں چاہیے تھی۔

آندرے نے جب پھانسی گھاٹ دیکھا تو اسے علم ہوا کہ واشنگٹن نے اس کی درخواست مسترد کر دی ہے تاہم وہ تھوڑے عرصے ہی تک پژمردہ رہا۔ جب اس سے آخری کلمات کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ''یہاں پر موجود لوگ گواہ رہیں کہ میں نے ایک بہادر انسان کی طرح موت کو گلے لگایا۔'' اس نے پھر خود ہی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اور منہ پر کپڑا چڑھایا حتیٰ کہ اس نے وہ رومال بھی دیا جس سے اس کے بازو باندھے گئے۔ دوپہر کے وقت اسے پھانسی دے دی گئی۔ اسے مرتا دیکھ کر وہاں موجود کئی لوگ رو پڑے تھے۔

سیموئیل چیز کا مواخذہ:1805ء

مدعا علیہ: سپریم کورٹ کے ایسوسی ایٹ جسٹس سیموئیل چیز۔ الزام: گمبھیر جرائم اور نامناسب رویہ۔ استغاثہ: جان رنڈلف اور سیزر روڈنی (ٹریل منیجر)۔ وکلائے صفائی: رابرٹ گوڈلی ہارپر، جوزف ہوپکنسن اور لوتھر مارٹن۔ جج: امریکی سینٹ، نائب صدر ارون بر نے صدارت کی۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ مقدمے کی تاریخ: 4فروری تا 1مارچ، 1805ء۔ سزا: بے گناہ۔

اہمیت

کانگریس نے پہلی اور آخری بار اپنا آئینی اختیار استعمال کرتے ہوئے امریکا کے سپریم کورٹ کے ایک جج پر مقدمہ چلایا۔

سیموئیل چیز اپریل 1741ء میں ریاست میری لینڈ کی سمرسٹ کاؤنٹی میں پیدا ہوا۔ وہ پھر 1811ء یعنی اپنی موت تک امریکا کا مشہور سیاست دان اور امریکا کے بانیوں (Founding Fathers) میں سب سے متنازعہ بانی رہا۔

چیز نے نوجوانی میں سیاست میں حصہ لیا، 1774ء میں فلاڈلفیا اور پنسلوانیا کے نمائندے کی حیثیت سے کونٹینینٹل کانگریس میں شرکت کی اور 1776ء میں اعلان آزادی پر دستخط کرنے والوں میں شامل تھا۔ جنگ آزادی کے دوران وہ جارج واشنگٹن کا دوست بن گیا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد وکالت کرتے ہوئے ترقی کرنے لگا۔ 1791ء میں وہ میری

لینڈ کورٹ آف اپیلز کا چیف جسٹس بنا اور آخر کار 1796ء میں امریکا کی سپریم کورٹ کا جج بن گیا۔ اس سلسلے میں اسے جارج واشنگٹن کی ذاتی حمایت حاصل تھی۔

میری لینڈ کی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک چیز فیڈرل پارٹی کا حمایت یافتہ جج رہا اور اس نے اپنی سیاسی وفاداری کبھی نہیں چھپائی۔ وہ پورے جوش وجذبے سے فیڈرل پارٹی کی پالیسیوں کی حمایت کرتا تھا۔ سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے اس نے ایسے کئی مقدمات کی سماعت کی جن کا تعلق امریکا کے ایک ممتاز سیاست دان، بانی اور صدارتی امیدوار تھامس جیفرسن سے تھا۔ جیفرسن کا تعلق حزب اختلاف کی جماعت، ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن پارٹی سے تھا اور اس نے 1800ء کے صدارتی انتخابات سخت جدوجہد کے بعد جیت لئے۔

جیفرسن نے فیڈرل پارٹی سے کئی سیاسی جنگیں لڑیں جن سے کہ چیز اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، جارن مارشل تعلق رکھتے تھے۔۔۔۔ یوں امریکی عدلیہ میں اکثریت فیڈرلسٹوں کی تھی۔

کانگریس کی طرف سے مواخذہ

1803ء میں جب جیفرسن کرسی صدارت پر جم گیا تو وہ فیڈرل پرست عدلیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس سے بدلہ لینے کے لئے اس نے سینٹ میں اپنی . ت کی برتری سے فائدہ اٹھایا۔۔۔۔ سینٹ کے کل چونتیس سینٹروں میں پچیس ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن اور صرف نو سینٹر فیڈرل پارٹی کے تھے۔ امریکی آئین کی دفعہ دوئم، جز چار کے مطابق سپریم کورٹ کے ججوں پر 'اعلیٰ جرائم اور نامناسب رویئے' کے تحت مقدمہ چل سکتا تھا اور دفعہ ایک، جز تین کے مطابق یہ مقدمہ سینٹ کے سامنے چلنا ضروری تھا۔ ایوان نمائندگان میں سب سے پہلے جیفرسن کے ساتھیوں نے چیز کے خلاف مواخذے کی تحریک منظور کی جو سینٹ میں پیش ہوئی۔

4 فروری 1805ء کو سینٹ میں مواخذے کا ہائی کورٹ بیٹھا جس کی صدارت امریکا کے نائب صدر، ارون بر نے کی۔ چیز پر آٹھ الزام تھے جن کا تعلق ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن سیاست دانوں کے ان مقدمات سے تھا جو چیز کی عدالت میں چلے تھے اور (ان کے خیال میں) چیز نے نامناسب رویے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پارٹی کے لوگوں کی حمایت کی تھی۔

اس سلسلے میں کافی شہادتیں موجود تھیں کہ چیز فیڈرل پارٹی کی مدد کرنے والا جج تھا اور اس نے کئی باراس پارٹی کی دامے، درمے، سخنے مدد کی لیکن ایسی ٹھوس اور سنجیدہ شہادتیں بہت کم تھیں جن سے ثابت ہوتا کہ چیز کے عمل آئین کی خلاف ورزی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آخر کار سینٹ میں ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن سینٹر بے چینی کا شکار ہو گئے۔ مدعا علیہ کے وکیل، روڈنی نے آخری دلائل دیتے ہوئے سینٹ کے سامنے التجا کی:

''یاد رکھیں، اگر معزز عدالت نے ملزم کو رہا کر دیا تو وہ نہایت شریفانہ انداز میں دراصل یہ قرار دیں گے کہ اس کا رویہ درست تھا اور ایک جج کو ویسی ہی صورت حال میں اس جیسا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔''

لیکن جب 1 مارچ 1805ء کو چیز کے مواخذے کے لئے سینٹ میں رائے شماری ہوئی، تو آٹھوں الزام کی رائے شماری کے وقت اتنے ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن سینٹر فیڈرلسٹوں سے مل گئے کہ چیز کو 'بے گناہ' قرار دیا گیا، یوں اس پر ایک الزام بھی ثابت نہ ہو سکا اور وہ اپنی موت، جون 1811ء تک سپریم کورٹ کا جج رہا۔

سیموئیل چیز کا بے گناہ ثابت ہونا تھامس جیفرسن کی بڑی شکست تھی کیونکہ اگر چیز کو مجرم قرار دیا جاتا تو اس نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، جان مارشل کا مواخذہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ سیموئیل چیز کا مواخذہ امریکی تاریخ میں پہلا اور آخری واقعہ ہے جب کانگریس نے سپریم کورٹ کے جج کا مواخذہ کیا۔

اروِن برکا مقدمہ:1807ء

مدعا علیہ: سابق امریکی نائب صدر اروِن بر۔ الزام: امریکی آئین کی دفعہ سوئم، جز (سیکشن) تین کے مطابق 'سازش'۔ استغاثہ: جارج ہے، گورڈن میکرے اور ولیم ورٹ۔ وکلائے صفائی: بنجمن بوٹس، لوتھر مارٹن، ایڈمنڈ رنڈلف اور جان وکہیم۔ جج: سائرس گرفن اور جان مارشل۔ جگہ: رچمنڈ (ورجینیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 3اگست تا1 ستمبر، 1807ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

اروِن بر کا مقدمہ امریکی تاریخ میں پہلا اور آخری موقعہ ہے کہ عدالت عظمیٰ نے امریکی حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار پر سازش کا مقدمہ چلایا۔ بر کو رہائی مل گئی مگر اس کا سیاسی کیریئر تباہ ہو گیا۔

امریکی تاریخ کے دانش وروں کے علاوہ بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ 1800ء کے عشروں میں امریکا میں سیاسی زندگی انتہائی ناپائیدار اور غیر مستحکم تھی۔ امریکا میں دو بڑے سیاسی گروہ تھے: فیڈرل پارٹی اور ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن پارٹی اور دونوں ں اس بات پر بنیادی اختلافات تھے کہ نئے امریکا کی خارجہ پالیسی کس سمت چلائی جائے۔

فیڈرلسٹ سمجھتے تھے کیونکہ امریکا کی شکل برطانیہ کے ثقافتی اور معاشی اثرات نے بنی ہے لہٰذا جنگ آزادی کے بعد بھی 'مادرِ وطن' سے تعلق قائم رکھا جائے۔ ڈیموکریٹک۔ ریپبلکن کہتے

تھے کہ امریکا کو فرانس کا ساتھی بننا چاہئے کیونکہ فرانس نے جنگ آزادی کے دوران نہ صرف انقلابیوں کی بھرپور مدد کی تھی بلکہ انقلاب فرانس کے بعد وہاں جمہوری اقتدار والی حکومت بن چکی تھی۔ علاوہ ازیں فرانس جیسی بڑی یورپی طاقت کے ساتھ مل کر امریکا برطانیہ جیسی قوت سے ٹکرا سکتا تھا۔ اورون بر (Aaron Burr) کا سیاسی کیریئر اس جھگڑے کے عین درمیان واقع تھا۔

اورون بر کون ہے؟

اورون بر نیو جرسی میں پیدا ہوا اور پرنسٹن یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ جنگ آزادی میں حصہ لیا اور لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچا۔ جنگ کے بعد وکالت کرنے لگا۔ اگرچہ اس نے کسی تعلیمی ادارے سے قانون کی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ ایک اٹارنی کی نگرانی میں قانون پڑھا۔۔۔ آج کل اس عمل کی اجازت صرف ایک ریاست (ورجینیا) میں ہے لیکن اس زمانے میں عام تھی۔ بر نے کامیابی سے تعلیم مکمل کی اور 1782ء میں نیو یارک میں وکالت کرنے لگا۔

اورون بر نے اپنے کامیاب کیریئر سے فائدہ اٹھایا اور سیاست میں داخل ہو کر ڈیموکریٹک ریپبلکن پارٹی میں شامل ہوا۔ 1800ء کے صدارتی انتخابات میں پارٹی کی طرف سے نائب صدر کا انتخاب لڑا۔ تاہم اس کی صدر، تھامس جیفرسن سے نہیں بنی لہٰذا 1804ء کے انتخابات میں جیفرسن کی مخالفت کی وجہ سے وہ دوبارہ نائب صدر کا انتخاب نہیں لڑ سکا۔

اورون بر اور فیڈرل پارٹی کا سیاست دان الیگزینڈر ہملٹن ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ہر موقع پر ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ جب 1804ء میں بر نے نیو یارک کا گورنر بننے کی کوشش کی تو ہملٹن نے عوامی جلسوں میں اعلانیہ کہا کہ بر کسی عوامی عہدے کے قابل نہیں۔ اس پر طیش میں آ کر اورون نے ہملٹن کو ڈوئل لڑنے کا چیلنج دیا جو ہملٹن نے قبول کر لیا۔ 11 جولائی 1804ء کو نیو جرسی میں ڈوئل ہوا جس میں ہملٹن کے سینے میں اورون کی گولی لگی وہ کچھ عرصہ زخمی رہ کر مر گیا۔

بر نے ڈوئل تو جیت لیا لیکن اس کا سیاسی مستقبل تاریک ہو گیا۔ جلد ہی نیو یارک اور نیو جرسی کی پولیس ہملٹن کے قتل کے الزام میں اس کے پیچھے پڑ گئی۔ ہملٹن کے حمایتیوں نے

واشنگٹن میں حکومت کے کان کھالئے کہ اردن برکو گرفتار کیا جائے۔

جب اردن برکو لگا کہ وہ گرفتار ہو جائے گا تو مارچ 1805ء میں وہ غیر آباد ریاستوں کی طرف چلا گیا جو لوزیانا معاہدے کے تحت حال ہی میں خریدی گئی تھیں۔اس نے ڈیموکریٹک ۔ ریپبلکن پارٹی کو خیرباد کہہ دیا اور برطانوی امداد کے ذریعے مغربی ریاستوں میں اپنی ومغربی سلطنت قائم کرنے کا زبردست منصوبہ بنایا تا کہ خود اس کا حکمران بن سکے۔

امریکا میں برطانوی سفیر، انتھونی میری نے اردن برکے شاہی ارادے کی حمایت کی، بر کو جلد ہی طاقت ور حمایتی بھی مل گئے مثلاً نیوجرسی کا سینٹر جوناتھن ڈیانٹن اور اوہایو کا لکھ پتی، ہرمان بلیز ہٹ یوں منصوبے کے لئے رقم کا بندوبست بھی ہو گیا۔اردن برکو امریکی فوج کے جنرل۔ان۔چیف جیمز ولکنسن کی مدد بھی حاصل تھی جو معاہدہ لوزیانا کا ایک جوائنٹ کمشنر بھی تھا۔

لیکن سازشیوں کی سہل پسندی انہیں لے ڈوبی۔ 1806ء کے موسم خزاں تک وہ منصوبے ہی بناتے رہے۔ بعد کو برطانیہ کے نئے وزیر خارجہ چارلس جیمز نے انتھونی میری کو واپس بلا لیا اور اردن برکے منصوبے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ولکنسن پریشان ہو کر صدر جیفرسن کے پاس گیا اور اسے منصوبے کے بارے میں بتا دیا۔نومبر 1806ء میں اردن بر نے بغاوت کا آغاز کیا اور اوہایو میں بلیز ہسٹ کی زمینوں اور ایک ننھی جزیرے پر ہیڈ کوارٹر بنایا۔صدر جیفرسن کے حکم پر اوہایو کی مقامی ملیشیا نے مقابلہ کیا اور بغاوت ناکام ہو گئی۔اردن بر خفیہ جگہ چھپ گیا لیکن چند ماہ بعد پکڑا گیا۔

جسٹس مارشل کی عدالت میں مقدمہ

26مارچ 1807ء کو ریمنڈ (ورجینیا) میں وفاقی عدالت میں اردن بر پر مقدمہ چلنا شروع ہوا۔اس زمانے میں سپریم کورٹ کے جسٹس جان مارشل وہیں تھے لہٰذا انہوں نے خود اس مشہور مقدمے کا انتظام سنبھال لیا۔اردن بر پر بنیادی الزام امریکا کے خلاف غداری تھی۔ اس کے وکلاء میں ایڈمنڈ رینڈلف سب سے مشہور تھا جو جارج واشنگٹن کی حکومت میں وزیر خارجہ رہ چکا تھا۔وکلائے صفائی کا کام مدعاعلیہ کے وکلاء کے مقابلے میں آسان تھا کیونکہ

امریکی آئین کی دفعہ سوئم، جز تین کے مطابق "امریکا کے خلاف بغاوت اسے ہی سمجھی جائے گی جب کوئی ملک کے خلاف جنگ کرے گا۔ جب تک دو گواہ عدالت میں یہ بیان نہیں دیں گے کہ انہوں نے علی الاعلان مجرم کو جنگ کرتے دیکھا ہے، اس وقت تک ملزم پر بغاوت کا مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔"

یوں استغاثہ کو دو ایسے گواہ چاہئے تھے جنہوں نے برکو امریکا کے خلاف لڑتے دیکھا ہو اور اردون بر اس لحاظ سے خوش قسمت تھا کہ جب اوہایو کی ملیشیا نے بلینز ہسٹ کے علاقے پر حملہ کیا اس وقت وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ اردون بر نے یہ بیان دیا" جب ولکنسن نے جیفرسن کو منصوبے کے بارے میں بتلا دیا تو اوہایو کی ملیشیا کے حملے کی وجہ سے منصوبہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔"

مارشل کو اندازہ تھا کہ استغاثہ کو دو گواہ تلاش کرتے ہوئے بڑی مشکل پیش آئے گی لہٰذا اس نے 3 اگست تک مقدمہ ملتوی کر دیا۔ اس وقفے میں استغاثہ نے جیوری کے سامنے جنرل ولکنسن سمیت کئی گواہ پیش کئے جنہوں نے بلینز ہسٹ کے علاقے میں اردون بر کی فوجی سرگرمیوں کے بارے میں بتلایا۔ ان کی شہادتوں سے جیوری کو یقین ہو گیا کہ اردون بر پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چل سکتا ہے لہٰذا مارشل نے مقدمے کا آغاز کر دیا۔

مقدمے میں مدعا علیہ کے وکلاء نے یہ ثابت کرنے کے لیے پورا زور لگایا کہ سارا منصوبہ اردون بر کا بنایا ہوا تھا لہٰذا اگر وہ علاقے میں موجود نہیں تھا تب بھی بغاوت کا اصل کردار وہی ہے اور یوں کھلم کھلا بغاوت میں ملوث تھا۔

'کھلم کھلا' کے نکتے پر بحث

اردون بر کے وکلاء نے اس نکتے پر اپنی ساری توانائی صرف کی کہ اردون بر 'کھلم کھلا' بغاوت میں شریک نہیں تھا اور استغاثہ اس اصطلاح سے کیا مراد لے رہی ہے کیونکہ بلینز ہسٹ کے علاقے میں اگر جنگی تیاری ہوئی بھی تو اس وقت اردون بر وہاں موجود نہیں تھا۔ اسی لئے ایک وکیل صفائی، بنجمن بوٹس نے کہا:

"علاقے میں جنگی تیاریاں دراصل جنگ یا لڑائی نہیں تھی، کیا اس جنگ میں کوئی زخمی

ہوا؟ کسی کو خراش تک نہیں آئی، کسی قسم کی خونی جنگ نہیں ہوئی۔۔۔۔حکومت کی کوششوں نے آنے والی تباہی کو روک دیا۔"

31 اگست کو جب فریقین کے دلائل مکمل ہو گئے تو چیف جسٹس مارشل نے طویل فیصلہ سنایا جو بالآخر ارون بر کے حق میں گیا۔ مارشل نے کہا کہ اگر استغاثہ دو گواہ پیش کر کے ثابت کر دیتا کہ اس نے کھلم کھلا امریکی فوج کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تب اسے مجرم قرار دیا جا سکتا تھا لیکن وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا۔ اس لئے استغاثے کی شہادتیں ٹھوس نہیں اور جیوری کو چاہئے کہ انہیں نظر انداز کر دے۔

مارشل کے اس فیصلے کے بعد جیوری کے پاس بھی ایک ہی راستہ رہ گیا۔ 1 ستمبر کو جیوری نے ارون بر کو بری کر دیا۔ وہ رہا تو ہو گیا لیکن امریکی شہری اور اخبارات اسے غدار ہی سمجھتے تھے لہٰذا اس کا سیاسی کیریئر تباہ ہو گیا۔ ارون بر بعد ازاں کئی سال تک یورپ میں مقیم رہا، اس کے قرض خواہ پیچھے پیچھے رہے۔ وہ 1812ء میں امریکا واپس آیا لیکن بقیہ زندگی گمنامی میں بسر کی اور 1836ء میں ایک بے بس اور لاچار انسان کے مانند دنیا سے رخصت ہوا۔

جان براؤن کا مقدمہ: 1859ء

مدعا علیہ: جان براؤن۔ الزام: بغاوت اور قتل۔ استغاثہ: اینڈریو ہنٹر۔ وکلائے صفائی: لاسن بوٹس، تھامس گرین، سیموئل چلٹن اور ہیریم گرسولڈ۔ جج: رچرڈ پارکر۔ جگہ: چارلس ٹاؤن (ورجینیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 27 اکتوبر تا 2 نومبر 1859ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی۔

اہمیت

جان براؤن نے ہارپرس فیری، ورجینیا میں وفاقی حکومت کے اسلحے خانے پر ساتھیوں کے ہمراہ حملہ کیا تاکہ اسلحہ لوٹ کر جنوبی ریاستوں کے غلاموں کو مسلح کیا جا سکے۔ اسے ناکامی ہوئی مگر وہ شمالی ریاستوں کے امریکیوں کی نظر میں ہیرو بن گیا جو غلامی کا خاتمہ چاہتے تھے۔

''جس گھر کے لوگ آپس میں لڑنے لگیں وہ قائم نہیں رہ سکتا۔'' یہ جملے سیاست دانوں اور تاریخ دانوں نے امریکا کی خانہ جنگی سے پہلے کے چند برسوں کے لئے اکثر استعمال کیے ہیں۔ اس زمانے میں امریکا کی جنوبی ریاستوں میں غلامی کی لعنت موجود تھی جبکہ شمالی ریاستیں اس سے پاک تھیں۔ جب شمالی ریاستوں کے قائدین نے غلامی کے خلاف آواز اٹھائی تو امریکا میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ ان رہنماؤں میں ایک نمایاں نام جان براؤن کا تھا۔

غلامی کی لعنت کے خلاف آواز بلند ہوتی ہے

کبھی کبھی عظیم واقعات عام اور غیر معروف لوگوں کو مشہور کر دیتے ہیں، یہ بات جان

براؤن پر صادق آتی ہے۔ جان 1800ء میں ایک غریب کسان کے گھر پیدا ہوا۔ بچپن میں اسکول گیا مگر جلد ہی کھیت میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹانے لگا کیونکہ وہ اس کی پڑھائی کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے زندگی میں کئی پیشے اختیار کیے مگر ناکامی اس کا مقدر رہی۔ وہ مختلف اوقات میں کسان، اسٹیٹ ایجنٹ، پوسٹ ماسٹر، استاد، گھوڑے سدھانے والا اور اناج کا تاجر رہا۔

کاروبار میں خسارہ اٹھانے کے بعد تقریباً پچاس سال کی عمر میں جان نے غلامی کی لعنت کے خلاف آواز بلند کی۔ اس نے چند امرا کے تعاون سے نارتھ البا (نیویارک) میں ایک فارم قائم کیا جہاں بھگوڑے غلاموں کو آزاد کسان بننا سکھایا جاتا تھا۔ لیکن جان اس منصوبے سے اکتا گیا کیونکہ وہ 'میدان جنگ' میں لڑنا چاہتا تھا۔ جان 1855ء میں اپنی بیوی اور کئی بچوں میں سے چند کے ساتھ اوساواٹمومی (کنساس) آ گیا۔

اس زمانے میں کنساس ریاست 'آزاد' اور 'غلام' ریاستوں کے مابین غیر اعلانیہ جنگ کا مرکز تھی۔ جان بھی فوراً اس جنگ کا حصہ بن گیا۔ ایک بار جان نے اپنے بیٹوں اور کئی ساتھیوں کے ہمراہ پوٹاواٹمومی کے علاقے پر حملہ کیا جہاں غلامی کے حامی مقیم تھے۔ لڑائی میں پانچ افراد مارے گئے۔ اس کے بعد جان اور اس کے ساتھی مفرور بن گئے اور کنساس اور قریبی علاقوں میں غلامی کے حامیوں پر حملے کرنے لگے۔

تشدد پسندی کے باوجود امیر اور بااثر لوگ براؤن کی حمایت کرتے رہے۔ 1859ء میں جان نے ان کی مدد سے ہارپرس فیری (ورجینیا) میں ریاست کے اسلحہ خانے پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ اصل منصوبہ یہ تھا: اسلحہ خانے پر قبضہ کرنے کے بعد جان کے گرد جمع ہونے والے غلاموں کی فوج کو مسلح کر کے جنوبی ریاستوں کے شہروں کی طرف بڑھا جائے تاکہ غلامی کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جا سکے۔

16 اکتوبر 1859ء کو جان نے اپنے اکیس گھڑسواروں کے ہمراہ اچانک حملہ کر کے ہارپرس فیری کے اسلحہ خانے پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حبشی غلام اس کی مدد کو کیا آتے، مقامی سفید فام مسلح ہو کر اس کے مقابلے کو نکل آئے جنھوں نے ریاستی فوج کے آنے تک اسلحہ خانے کا

محاصرہ کیئے رکھا۔ ریاستی فوج نے اسلحہ خانے پر حملہ کر کے جان اور اس کے بچے کھچے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں چارلس ٹاؤن لے جایا گیا۔

جان پر بغاوت کا مقدمہ

ورجینیا کے گورنر، ہنری اے وائز نے جان کو وفاقی عدالت کے سپرد کرنے کے بجائے ریاستی عدالت میں اس پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ وفاقی عدالت سے جان کو سخت سزا نہیں ملے گی۔ ایک امر یہ تھا کہ وہ ملک میں اپنی سیاسی مشہوری چاہتا تھا۔ استغاثہ کی ذمے داری چارلس ٹاؤن کے اٹارنی اینڈریو ہنٹر نے سنبھالی، اسے بھی گورنر کی اس بات سے اتفاق تھا کہ جان پر جلد از جلد مقدمہ چلایا جائے۔ مقامی مجسٹریٹ نے جان کے دفاع کے لئے لاسن بوٹس اور تھامس گرین کو مقرر کیا جبکہ جیل سے جان نے اپنے حمایتی امراء سے بھی مدد طلب کی۔

چارلس ٹاؤن کی عدالت کا جج رچرڈ پارکر بھی جلد از جلد مقدمے کا فیصلہ سنانا چاہتا تھا لہٰذا اس کی گرینڈ جیوری نے جان براؤن کا چالان چوبیس گھنٹے میں واپس کر دیا، علاوہ ازیں رچرڈ پارکر نے لاسن اور تھامس کی یہ درخواست مسترد کر دی کہ جان کے صحت یاب ہونے کے بعد اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ اسلحہ خانے پر ریاستی فوج کے حملے میں جان زخمی ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ جب 27 اکتوبر کو جان کا مقدمہ شروع ہوا تو وہ چارپائی پر لیٹا اپنے زخموں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔

جان کے وکلاء کی پریشانی

جان براؤن کے وکلاء کو نہ صرف جج رچرڈ پارکر اور وکیل استغاثہ ہنٹر کی مخالفت کا سامنا تھا بلکہ جان نے بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ جب مقدمہ شروع ہوا تو لاسن نے ایک اہم تحریک رچرڈ کے سامنے پیش کی ۔۔۔۔ لاسن نے مطالبہ کیا کہ جان براؤن کو پاگل قرار دیا جائے، اس نے ثبوت کے طور پر اکرون (اوہایو) کے باشندے، اے ایچ لیوس کا تار پیش کیا جو جان کے خاندان کو بہت عرصے سے جانتا تھا۔ اس نے تار میں لکھا تھا "جان کے خاندان میں دیوانگی وراثتی بیماری ہے۔۔۔۔ یہ بات یہاں کے رہنے والے کئی لوگ جانتے ہیں اور اگر

ضرورت پڑے تو گواہی کے لئے آ سکتے ہیں۔"

اگر مدعا علیہ کے وکیل یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتے کہ جان پاگل ہے تو وہ پھانسی سے بچ جاتا اور بقیہ زندگی دارالامان میں گزارتا لیکن خود جان نے اپنی رہائی کا دروازہ بند کر دیا۔ اس نے اپنی چار پائی سے احتجاج کرتے ہوئے کہا:

"یہ سچائی کا سامنا کرنے سے کترانے والی بات ہے اور میں اسے گھٹیا حرکت سمجھتا ہوں۔ میں مکمل ہوش وحواس والا انسان ہوں اور جو مجھے پاگل کہتے ہیں، ان کی نفی کرتا ہوں۔"

غصے سے بھرے اس بیان کے بعد مدعا علیہ کے وکلاء کوشش کے باوجود بعد کو اس کے پاگل پن کا معاملہ نہیں اٹھا سکے اور جان کا دفاع کمزور پڑتا گیا۔

بعد میں جان کے دفاع کے لئے نئے وکلاء ہیرام گرسولڈ اور سیموئیل چلٹن کا تقرر ہوا لیکن وہ بھرپور کوشش کے باوجود جان براؤن کو نہ بچا سکے۔ جب گواہوں نے یہ بیان دیا کہ جان اور اس کے ساتھیوں نے ہرپرس فیری پر حملے کے دوران شہریوں پر گولیاں چلائیں تو ان پر بغاوت ہونے کا الزام ثابت ہو گیا اور جج رچرڈ پارکر نے دو نومبر کو حکم دیا "2 دسمبر 1859ء کو جان براؤن کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔"

موت کے باوجود فتح

جب 2 نومبر 1859ء کو جان براؤن اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے رچرڈ کے سامنے کھڑا ہوا تو اسے علم ہو گیا کہ پھانسی اس کا مقدر ہے۔ اس موقع پر جان نے عدالت میں ایسا زبردست بیان دیا جسے سن کر بعد میں شمالی ریاستوں میں غلامی کے مخالف لوگ جوش و ولولے سے بھر گئے۔ جان نے کہا:

"مجھے یقین ہے کہ یہ عدالت خدا کے قانون پر یقین رکھتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہاں بائبل کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ یہ کتاب مجھے سکھاتی ہے کہ سب انسان برابر ہیں، ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہئے۔ میں نے کتاب کے لکھے ہوئے پر عمل کرتے ہوئے بے بس اور مجبور انسانوں کے حق میں آواز اٹھائی اور میں غلط نہیں درست راہ پر ہوں۔ اب اگر وقت کا یہ تقاضا ہے کہ میں اس غلام ریاست کے ظالم، عیارانہ اور غیر منصفانہ قانون کے سامنے ہتھیار

ڈال دوں، تو ٹھیک ہے، لیکن میرا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

جب جان کو پھانسی کی سزا ملی تو آنے والے ہفتوں میں گورنر وائز کو ہزاروں خطوط اور اپیلیں ملیں جن میں جان کی سزا ختم کرنے کی درخواست کی گئی۔ کئی خطوط جنوبی ریاستوں کے بااثر شہریوں نے بھی لکھے کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ براؤن کی پھانسی سے غلامی دشمن قوتوں کو تقویت ملے گی لیکن وائز نے سزا برقرار رکھی۔

2 دسمبر 1859ء کو پھانسی پر چڑھنے سے قبل جان براؤن نے شمالی اور جنوبی ریاستوں کے باشندوں کے نام اپنا آخری پیغام دیا جسے پڑھ کر بیسیوں امریکیوں کو یقین ہوگیا کہ عنقریب امریکا میں خانہ جنگی شروع ہونے والی ہے۔ پیغام یہ تھا:

"مجھے۔۔۔۔ جان براؤن کو یقین ہوگیا ہے کہ اس مجرم ملک کے جرائم صرف خون بہنے سے ہی دھلیں گے۔ میرا یہ خیال غلط ثابت ہوگیا ہے کہ غلامی قتل عام کے بغیر اس ملک سے ختم ہو جائے گی۔"

صدر اینڈریو جانسن کا مواخذہ:1868ء

مدعا علیہ: صدر اینڈریو جانسن۔ الزام: گمبھیر جرائم اور نامناسب رویہ۔ استغاثہ: سات ٹریل منیجر، جو ایوان نمائندگان سے تعلق رکھتے تھے۔ وکلائے صفائی: ولیم میکسویل ایورٹس اور بنجمن کرٹس۔ جج: امریکی سینٹ، چیف جسٹس سالمن چیز نے صدارت کی۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ مقدمے کی تاریخیں: 30 مارچ تا 26 مئی، 1868ء۔ فیصلہ: مواخذہ نہیں ہوگا۔

اہمیت

امریکی کانگریس نے پہلی بار اپنا آئینی اختیار استعمال کرتے ہوئے قابل مواخذہ جرائم کرنے پر امریکا کے صدر پر مقدمہ چلایا۔ جانسن صرف ایک ووٹ کے ذریعے سینٹ کے مواخذے سے بچ تو گئے مگر 1868ء کے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کی امید خاک میں مل گئی۔ جونسن کی جگہ الائسیس گرانٹ امریکی صدر بنا جس کی انتظامیہ بے ایمان اور مرتشی (رشوت لینے والی) تھی۔

پانچ سال کی زبردست خانہ جنگی کے بعد (شمالی ریاستوں کی) یونین کو فتح حاصل ہوئی، یوں امریکی سیاست میں ٹھہراؤ آ گیا لیکن امریکا کو ایک بڑا دھچکا اس وقت لگا جب 14 اپریل 1865ء کو جان بوتھ نے ابراہام لنکن کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ دوسرے دن نائب صدر، اینڈریو جانسن نے امریکی صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جس شخص نے امریکا

کی تعمیرِ نو میں امریکیوں کی رہنمائی کی، وہ جنوبی ریاستوں سے تعلق رکھتا تھا۔

جانسن نارتھ کیرولینیا میں پیدا ہوا اور ٹینیسی میں جوان ہوا، وہیں سیاست میں داخل ہوا اور ڈیموکریٹک پارٹی کا سرگرم رہنما بنا۔ ٹینیسی کی طرف سے امریکی سینٹ میں منتخب ہوا۔ جب جنوبی ریاستوں نے یونین چھوڑ کر اپنا گروہ (کانفیڈریسی) تشکیل دیا تو جانسن جنوبی ریاستوں کا واحد سینٹر تھا جس نے یونین کا ساتھ دیا لہٰذا وہ پورے امریکا میں مشہور ہو گیا۔

جانسن کی وفاداری اور شہرت نے لنکن کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ لنکن نے پہلے اسے یونین کی طرف سے ٹینیسی کا گورنر بنایا پھر جب لنکن نے 1864ء میں جنرل جارج میلکن کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا تو نائب صدر کے طور پر جانسن کو اپنا ساتھی بنایا۔ لنکن کو یقین تھا کہ جانسن شمالی اور جنوبی ریاستوں، دونوں سے کثیر تعداد میں ووٹ حاصل کرے گا۔

1864ء کے انتخابات لنکن نے جیت لئے لیکن قتل ہو جانے کے بعد وہ کبھی یہ نہیں جان سکے کہ امریکا کی تعمیرِ نو کا ان کا منصوبہ کیونکر پایہ تکمیل کو پہنچا۔ انہوں نے نائب صدر کے جانسن کا انتخاب کیا تھا اور جنوبی ریاستوں سے دوستی کے لئے یہ جملہ بار بار کہا تھا "ہم کسی سے نفرت نہیں کرتے، سب سے محبت کرتے ہیں۔" اسی لئے تاریخ دانوں کی اکثریت کا خیال ہے کہ لنکن کی پالیسی یہی ہوتی کہ سب ریاستوں کو ساتھ ملا کر چلا جائے۔

جانسن بحیثیت نامقبول صدر

لیکن جانسن اس قد و قامت سے محروم تھا جو لنکن نے صدر کی حیثیت سے ریاست ہائے متحدہ کو تباہ ہونے سے بچا کر حاصل کیا تھا۔ گو لنکن تعمیرِ نو کے سلسلے میں جانسن کی معقول مزاج پالیسیاں پسند کرتے لیکن جانسن کو وہ عزت اور احترام حاصل نہیں تھا جس کے ذریعے وہ کانگریس یا امریکی عوام کو یہ باور کرواتا کہ وہ ملک و قوم کی رہنمائی کے لئے موزوں امیدوار ہے۔ خانہ جنگی کے بعد ہونے والے انتخابات میں ریپبلکن پارٹی کے امیدوار زیادہ تعداد میں کانگریس پہنچے تھے کیونکہ یہ لنکن کی جماعت تھی۔ اب کانگریس کے اندر ریپبلکن اکثریت جانسن کی دشمن بن گئی۔

جب جانسن نے چودھویں ترمیم کی مخالفت کی تو یہ دشمنی مزید بڑھ گئی جس کے ذریعے

بنیادی شہری آزادیوں کو آئینی تحفظ مل جاتا تھا۔ اس کی منظوری کے ذریعے کانگریس آزاد غلاموں کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ اب جانسن نے پورے امریکا کا دورہ کیا اور کانگریس میں اپنے سیاسی دشمنوں کے خلاف درشت اور تیز و تند تقریریں کیں۔ لیکن دوروں کا نتیجہ الٹا نکلا، عوام میں جانسن کی مقبولیت کم ہو گئی۔

معاملہ نازک ہونے لگا تو کانگریس نے 'ٹینیور آف آفس ایکٹ' منظور کر کے جانسن کے خلاف قدم اٹھایا، اس ایکٹ کے بعد جانسن کانگریس کی منظوری کے ذریعے ہی کابینہ کے اراکین معزول کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے صدر جانسن نے ایکٹ کی مخالفت کی خصوصاً اس لئے کہ وہ اپنی کابینہ کے وزیر جنگ، ایڈون سٹانسٹن کو برطرف کرنا چاہتا تھا جو حزب مخالف میں چلا گیا تھا۔ جب جانسن نے سٹانسٹن کو برطرف کرنے کی کوشش کی تو کانگریس نے بھی وار کر دیا۔ پنسلوانیا کا نمائندہ، ڈیوس سٹیونز کانگریس میں انتہا پسند ریپبلکنوں کا سرخیل تھا جن کا کہنا تھا کہ جنوبی ریاستیں ہمارے 'مفتوحہ علاقے' ہیں لہٰذا ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہئے۔ اس نے کانگریس میں یہ مختصر لیکن تاریخی تحریک پیش کی "امریکا کے صدر، اینڈریو جیکسن کا مواخذہ کیا جائے کیونکہ بحیثیت صدر انہوں نے کئی ناجائز اور نازیبا کام کئے ہیں۔" تحریک سینتالیس مخالف ووٹوں کے مقابلے میں ایک سو چھبیس ووٹوں سے منظور کر لی گئی۔

سینٹ میں صدر جانسن پر مقدمہ

اگرچہ مواخذے کی تحریک ایوان نمائندگان نے منظور کی تھی لیکن آئین کی دفعہ ۱، جز تین کے مطابق سینٹ ہی مواخذہ کرنے کی اہل تھی، جز میں یہ بھی درج تھا کہ سینٹ کے دو تہائی اراکین مواخذے کے حق میں ہوں ورنہ مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں کارروائی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی صدارت میں عمل میں آئے گی۔

اسی لئے کانگریس نے سات اراکین کو مواخذے کے لئے استغاثے کے طور پر چنا جن کا سربراہ بنجمن بٹلر تھا۔ بٹلر ایک رنگ برنگ کردار تھا۔ خانہ جنگی کے دوران یونین کی فوج میں جرنیل تھا پھر نیو اورلینز کا گورنر بنا۔ جنوبی ریاستوں کے حمایتیوں کا سخت مخالف تھا۔ گورنری کے دوران اس نے یہ حکم جاری کیا کہ جو عورت 'امریکی سرکاری افسر' سے نازیبا سلوک کرے گی، یہ

سمجھا جائے گا کہ وہ علاقے میں فحاشی پھیلا رہی ہے لہٰذا عصمت فروشی کے جرم میں اس پر مقدمہ چلایا جاسکے گا۔ جنگ کے بعد میساچوسٹس سے منتخب ہوکر بٹلر کانگریس تک پہنچ گیا۔ اس نے کانگریس کا حکم پاکر فوراً جانسن کے خلاف اپنی مہم شروع کردی۔

بٹلر کی ہدایت پر استغاثہ نے مواخذے کے سلسلے میں جانسن کے خلاف گیارہ الزامات پیش کیے۔ ان کا تعلق جانسن کے نامناسب رویے سے تھا۔ مثلاً امریکی صدر پر الزام لگایا گیا کہ اس نے کانگریس کے خلاف اشتعال انگیز، مخالفانہ اور اہانت آمیز تقریریں کیں۔ جانسن نے فوراً غصے بھرے لہجے میں ان سب الزامات کا جواب دیا:

''وہ آئین کی خلاف ورزی پر میرا مواخذہ کرنا چاہتے ہیں! وہ تباہ ہوں!! میں جب سے کرسی صدارت پر بیٹھا ہوں آئین کی سربلندی کے لئے کوشش اور جدوجہد کررہا ہوں جسے وہ اپنے پیروں تلے روندنا چاہتے ہیں۔ میرا کیا بنے گا، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں لیکن میں انہیں تباہ کرنے تک ان سے لڑوں گا۔ میری موجودگی میں شیطان لوگ امریکا کا آئین تباہ نہیں کر سکتے جو حکومت اور قوم کی تباہی کے بھی درپے ہیں۔''

30 مارچ 1868ء کو مقدمہ شروع ہوا۔ ابتدائی ناکامی کے بعد استغاثہ نے دودھاری تلوار کے ساتھ حملہ کیا، انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جانسن نے غیر آئینی طور پر ٹینچر آف آفس ایکٹ کی مخالفت کی تھی اور ساتھ ہی کانگریس کے خلاف ناشائستہ زبان استعمال کر کے اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ استغاثہ نے ان الزامات کے سلسلے میں گواہ پیش کیے بلکہ ہر اس بات کو اچھالا جس سے جانسن کی توہین ہوتی تھی مثلاً یہ کہ وہ شراب بڑی پیتا ہے۔

دفاع کرنے میں مشکلات

جانسن کے وکیل قابل، تجربے کار اور معاملے کی اہمیت سے واقف تھے، اس لئے انہوں نے مفت مقدمہ لڑا۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جانسن ایکٹ کا مخالف نہیں تھا بلکہ وہ وفاقی عدالتوں میں ایکٹ کی آئینی توثیق کی قانونی خواہش رکھتے تھے۔ وکلائے صفائی نے اس غرض سے گواہ پیش کرنے کی اجازت مانگی کہ جانسن، سٹناسٹن سے جھگڑے سے پہلے آئینی بنیادوں پر اس ایکٹ کا مخالف تھا۔ چیف جسٹس، سالمن چیز نے اجازت دے دی تاہم

سینٹ کی سادہ اکثریت نے چیف جسٹس کے فیصلے پر عمل نہیں ہونے دیا کیونکہ آئین کے مطابق مواخذے کے عام معاملات کا فیصلہ سینٹ کی سادہ اکثریت کر سکتی تھی۔ یوں وکلائے صفائی کا ایک اہم ہتھیار سینٹ نے ناکام بنا دیا۔

استغاثہ کے دوسرے الزام کے بارے میں وکلائے صفائی نے یہ موقف اختیار کیا کہ آئین نے ہر امریکی کو بولنے کی آزادی دے رکھی ہے، اب کانگریس اس حق کو استعمال کرنے پر جانسن کا مواخذہ نہیں کر سکتی۔ جواب میں بٹلر کی تقریر گو قانونی لحاظ سے کمزور تھی تاہم شمالی ریاستوں کی جانسن مخالف عوام میں مقبول ہوئی:

''یہ درست ہے کہ آئین نے ہر کسی کو بولنے کی آزادی دی ہے لیکن جو شخص ایک بار امریکی صدر بن جائے وہ ساری زندگی اپنی سرکاری زندگی اور سرکاری کردار سے وابستہ رہتا ہے۔ کیا اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ کھلے عام کانگریس کی توہین کرے جو حکومت کا امدادی بازو ہے؟''

سات سینٹروں کے ضمیر نے اسے بچالیا

دو ماہ پر محیط مقدمے کے دوران جانسن کے وکیل صفائی بے چارگی کے عالم میں یہ دیکھتے رہے کہ ان کی طاقت ور قانونی دلائل سیاسی قوتوں کے سامنے پڑے پڑے ہو گئے۔ لیکن سات ریپبلکن سینٹر یہ دیکھ کر ذہنی طور پر مضطرب ہو گئے کہ معاملے کا صرف ایک رخ پیش کرنے کے لئے مقدمے کی کارروائی توڑی مروڑی جا رہی ہے، اسی لئے ان ساتوں سینیٹروں (ولیم پٹ اینڈرسن، جوزف فاؤلر، جیمز گرائمز، جان ہینڈرسن، ایڈمنڈ راس، لیمن ٹرمبل اور پیٹر ونکل) نے اپنی جماعت کی مرضی اور عوامی مطالبے کے برعکس صدر جانسن کے مواخذے کی مخالفت میں ووٹ دیا۔

آخری رائے شماری کے لئے 26 مئی 1868ء کو سینٹ کا اجلاس ہوا۔ سات سینٹروں کے ووٹ نے بازی پلٹا دی، نتیجہ یہ نکلا کہ پینتیس سینٹروں میں سے انیس مواخذے کے حق میں تھے یعنی دو تہائی اکثریت میں ایک ووٹ کم تھا جو جانسن کے مواخذے کے لئے ضروری تھی۔ اس طرح جانسن کو بری کر دیا گیا لیکن اس کا سیاسی کیریئر پھر اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکا۔ 1868ء کے انتخابات میں خانہ جنگی کے ہیرو، جنرل گرانٹ نئے امریکی صدر بن گئے۔

میکارڈل کا یک طرفہ مقدمہ:1868ء

مدعا علیہ: ولیم میکارڈل۔ الزام: بغاوت اور خانہ جنگی کے بعد تعمیر نو میں رکاوٹ ڈالنا۔ استغاثہ: میتھیو کارپینٹر اور لائمین ٹرمبل۔ وکلائے صفائی: جرمیا بلیک، ڈیوڈ فیلڈ، چارلس اوکونر، ڈبلیو ایل شرکے اور رابرٹ واکر۔ جج: سالمن چیز، ناتھن کلفورڈ، ڈیوڈ ڈیوس اور دیگر چھ جج۔ جگہ: واشنگٹن ڈی۔ سی۔ فیصلے کی تاریخ: 1868ء، دسمبر ٹرم۔ فیصلہ: سپریم کورٹ فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا کیونکہ کانگریس نے اپیل کرنے کے مخصوص جز ختم کر دیئے۔

اہمیت

امریکی تاریخ میں پہلی اور آخری بار کانگریس نے اپنی حاکمیت استعمال کی تاکہ مخصوص قسم کے سیاسی مقدمات کی سماعت سپریم کورٹ میں نہ ہو سکے۔

امریکی خانہ جنگی کے بعد فاتح یونین فوج نے شکست خوردہ جنوبی ریاستوں پر قبضہ کر لیا اور تعمیر نو کا دور شروع ہوا۔ 2 مارچ 1867ء کو کانگریس نے ایک ایکٹ منظور کیا جس کے نتیجے میں جنوبی ریاستوں کا خاتمہ ہو گیا اور انہیں بیسیوں فوجی ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر ضلع کا حاکم ایک جنرل تھا جسے کوئی بھی خلاف قانون عمل ختم کرنے کے سلسلے میں وسیع اختیار حاصل تھے۔

مسیسیپی کے شہر وکسبرگ میں یونین کے خلاف بہت عوامی غم و غصہ موجود تھا۔ یہ شہر فوجی نکتہ نظر سے دریائے مسیسیپی کے اہم علاقے میں واقع تھا اور جنرل گرانٹ کی قیادت میں یونین فوج نے طویل اور خون ریز محاصرے کے بعد اس پر قبضہ کیا تھا۔ شہر کے لوگ یونین کے

اس درجہ خلاف تھے کہ خانہ جنگی کے بعد پچھتر سال تک وہاں امریکا کا یوم آزادی نہیں منایا گیا۔

اس زمانے میں وکس برگ کے بااثر اخبار وکس برگ ٹائمز کا مدیر ولیم ایچ میکارڈل تھا۔ میکارڈل نے اپنے اخبار میں کئی مضامین لکھے جن میں تعمیر نو کے منصوبے خصوصاً میجر جنرل ایڈورڈ اورڈ پر سخت تنقید کی گئی۔ جنرل ایڈورڈ جو تھے فوجی ضلع کا کمانڈنگ آفیسر تھا جس میں کہ وکسبرگ شامل تھا۔ جنرل ایڈورڈ نے کچھ عرصے تک میکارڈل کی تنقید برداشت کی لیکن جب مضامین کا سلسلہ جاری رہا تو نومبر 1867ء میں اس کے حکم پر میکارڈل کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس پر الزام تھا کہ وہ لوگوں کو حکومت کے خلاف اکسا کر تعمیر نو کے منصوبے کے خلاف انہیں بھڑکا رہا ہے۔ 11 نومبر 1867ء کو میکارڈل نے مسیسیپی کے سرکٹ کورٹ میں اپنی پٹیشن بھجوائی تاکہ پروانہ حاضری ملزم کی رٹ حاصل کر سکے یعنی عدالت یہ حکم دے کہ اسے (میکارڈل) کو غیر قانونی حراست سے رہا کیا جائے۔ سرکٹ کورٹ نے جب یہ درخواست نامنظور کی تو میکارڈل نے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی۔

کانگریس کی مداخلت

.کانگریس نے 5 فروری کو پروانہ حاضری ملزم (habeas corpus) کے مقدمات سننے کا اختیار دے دیا تھا۔ اسی ترمیم یعنی پروانہ حاضری ملزم ایکٹ کے ذریعے سپریم کورٹ میکارڈل کا کیس سن سکتا تھا۔

لیکن کانگریس میں ریپبلکن پارٹی کے ارکان کو خطرہ تھا کہ میکارڈل کیس کے ذریعے سپریم کورٹ نہ صرف تعمیر نو کے سلسلے میں بننے والے قوانین پر پابندی لگا سکتا ہے بلکہ جنوبی ریاستوں سے مارشل لاء ختم کر سکتا ہے۔ اسی لئے 27 مارچ 1868ء کو کانگریس نے ایک قانون منظور کیا جس کے ذریعے پروانہ حاضری ملزم ایکٹ میں اپیل کرنے کے اکثر جز کالعدم قرار دیے گئے۔

دسمبر 1868ء میں یہ مقدمہ سپریم کورٹ میں پیش ہوا۔ کارروائی کا نکتہ بحث کانگریس کا اقدام تھا جس کے ذریعے سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار کو محدود کر دیا گیا تھا۔ عدلیہ کے دائرہ اختیار محدود ہونے سے یہ سوال کہ میکارڈل کی نظر بندی قانونی ہے یا غیر قانونی، خارج از بحث

ہو گیا تھا۔ میکارڈل کے وکیل، شرکے نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ کانگریس کا اقدام غیر آئینی ہے کیونکہ یہ محض میکارڈل کیس کو روکنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اس نے کہا:

"اس کی زبان سادہ ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ اس کا مقصد مخصوص ہے۔"

کانگریس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا

حکومت کے وکلا، کارپینٹر اور ٹرمبل نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ آئین کی دفعہ سوئم، جز 2 کے مطابق کانگریس عدالت عظمیٰ کے دائرہ اختیار کو محدود کرنے کا حق رکھتی ہے اور اس حق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یوں شرکے نے اگر چہ درست طور پر یہ نکتہ نمایاں کیا کہ کانگریس نے سپریم کورٹ کا دائرہ اختیار کیوں محدود کیا ہے لیکن قانونی طور پر کارپینٹر اور ٹرمبل کی یہ دلیل زیادہ وزنی تھی کہ ترمیم کی وجہ سے اب سپریم کورٹ میکارڈل کا مقدمہ نہیں لے سکتا۔

دسمبر 1868ء کے آخر میں چیف جسٹس سالمن پی چیز نے عدلیہ کا متفقہ فیصلہ سنایا:

"میکارڈل کی اپیل دائرہ اختیار محدود ہونے کی وجہ سے خارج کی جاتی ہے کیونکہ کانگریس نے سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں کمی کر دی ہے۔"

امریکی تاریخ میں میکارڈل کیس وہ پہلا اور واحد موقعہ ہے جب آئین کے تحت کانگریس نے اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے سپریم کورٹ کو ایک حساس سیاسی مقدمہ نہیں سننے دیا۔ اس کے بعد کانگریس میں کئی تحریکیں پیش کی گئیں تا کہ سپریم کورٹ میں اسکولوں میں نسلی خاتمے، جوڑوں کی علیحدگی، اسقاط حمل کے مقدمات اور دوسرے حساس سیاسی مقدمات نہ چلنے پائیں لیکن وہ منظور نہ ہو سکیں۔

دوسری طرف سپریم کورٹ نے کانگریس کے سامنے مکمل طور پر شکست نہیں مانی۔ صرف ایک سال بعد یعنی 1869ء میں سپریم کورٹ نے ایکس پارٹی لیرگر (Ex Parte Lerger) کا مقدمہ سنا جو میکارڈل کے مقدمے سے ملتا جلتا تھا اور تب کانگریس کی اس ترمیم پر کوئی دھیان نہیں دیا۔ تاہم اس سے پہلے کہ سپریم کورٹ میں مقدمہ چلتا لیرگر کو رہا کر دیا گیا اور یوں کانگریس اور عدالت عظمیٰ ممکنہ تصادم سے بچ گئے۔ امریکی ماہرین کا کہنا ہے کہ آئین میں کانگریس کی طاقتوں کی حد واضح طور پر موجود نہیں اور یہ سیاسی طور پر صحت مند علامت ہے تا کہ حکومت کے تمام بازو پرامن رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ کام کر سکیں۔

بوس ٹویڈ کے مقدمے: 1873ء

مدعا علیہ: ولیم مری ٹویڈ۔ الزام: عوامی فنڈ میں خرد برد کرنے کے پچپن الزام۔ استغاثہ: وہیلر پیکہم، بنجمن فلپس اور لے مین ٹریمن۔ وکلائے صفائی: ڈیوڈ ڈیوڈ لے، جان گراہم اور الیہو روٹ۔ جج: نوح ڈیوس۔ جگہ: نیو یارک (نیو یارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 7 جنوری تا 17 نومبر 1873ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: ایک سال قید اور ڈھائی سو ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

بوس ٹویڈ نے مجرمانہ گروہ، تامنی ہال اور کرپٹ سرکاری افسروں کے ذریعے برس ہا برس تک نیو یارک بلدیہ کے فنڈ میں خرد برد کی آخر کار لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور عوامی احتجاج کے سامنے اس کی شاہی سلطنت ٹوٹ گئی۔ اب عوام اور اخبار موثر اور دیانت دار شہری انتظامیہ کا مطالبہ کرنے لگے۔

ولیم مری ٹویڈ 1823ء میں نیو یارک میں محنتی اسکاٹ مہاجرین کے گھر پیدا ہوا۔ وہ لڑکپن ہی سے لڑائی جھگڑے کا شوقین تھا۔ اس کا جسم بھاری اور مضبوط تھا لہٰذا آس پڑوس دوسرے لڑکے اس سے ڈرتے تھے اور وہ انہیں مارتے ہوئے لطف محسوس کرتا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس کا وزن تین سو پونڈ کے قریب تھا۔ مجرمانہ فطرت اور مضبوط جسم اسے نیو یارک کے جرائم پیشہ لوگوں کی طرف لے گیا جن میں سب سے طاقت ور گروہ 'چالیس چور' کہلاتا تھا۔ ٹویڈ رفتہ رفتہ شہر

کا نامی گرامی غنڈا بن گیا۔ 1851ء کے انتخابات میں ٹویڈ نے بھی حصہ لیا اور دھمکیوں کے ذریعے ووٹروں پر اثر انداز ہو کر نیویارک کے بورڈ آف آلڈرمین میں پہنچ گیا۔

ٹویڈ دو سال تک آلڈرمین (نائب رئیس بلدیہ) رہا، اس نے اپنی اس حیثیت کے ذریعے سیاسی طور پر مزید آگے ترقی کی۔ وہ بورڈ آف ایجوکیشن میں رہا اور حتیٰ کہ امریکا کے ایوان نمائندگان میں پہنچنے کی کوشش کی۔ 1857ء میں ٹویڈ نیویارک کی بلدیہ کا سربراہ بن گیا جو شہر کا انتظام چلاتی اور مالیات کا حساب رکھتی تھی۔ یہ کام ٹویڈ کے لئے نہایت موزوں تھا جو لالچی اور مکار انسان تھا۔ اس نے اپنے چمچوں کو 'نائب' بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں بے ایمانی اور رشوت ستانی عروج پر پہنچ گئی۔

ٹویڈ اور اس کا گروہ 'ٹویڈ رنگ' کہلاتا تھا۔ انہوں نے بینکوں میں بلدیہ کے جعلی اکاؤنٹ کھول کر شہر کے خزانے سے بہت بڑی رقم لوٹی۔ گروہ نے کئی جعلی کھاتے بنا رکھے تھے یا اخراجات بڑھا چڑھا کر دکھاتے تھے۔ جو کوئی گروہ کی مخالفت کرتا اسے مارا پیٹا جاتا حتیٰ کہ موت کے منہ میں دھکیل دیا جاتا۔ 1860ء کے عشرے میں ٹویڈ کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ شہر کی عدالتوں کا نظام بھی اسے مل گیا۔ اب ٹویڈ نے جارج برنارڈ کو چیف جج بنایا حالانکہ اسے کسی قسم کا قانونی تجربہ حاصل نہیں تھا۔۔۔۔ اس کی واحد قابلیت یہ تھی کہ وہ ٹویڈ کا ساتھی تھا۔ دوسرے جج بھی ٹویڈ کے تنخواہ دار ملازم تھے، ان میں مستقبل کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بنجمن کارڈوز کا باپ بھی شامل تھا۔

ٹویڈ کو شہر پر مکمل کنٹرول اس لئے بھی حاصل تھا کہ شہر کی ایک بڑی سیاسی طاقت، ٹامنی ہال پولیٹیکل آرگنائزیشن اس کی حامی تھی۔ انتخابات پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے لئے ٹامنی ہال ہر اس مہاجر کو امریکی شہریت دیتی جو 'ٹویڈ رنگ' کو ووٹ دینے کا وعدہ کرتا تھا۔ اس وقت کیونکہ نیویارک میں لاکھوں نئے مہاجر تھے جن میں سے زیادہ تر غریب تھے اور وہ ہر حال میں امریکا رہنا چاہتے تھے، اس لئے ٹویڈ اور ٹامنی ہال نہ صرف انتخابات پر چھائے ہوئے تھے بلکہ انہوں نے اس دھندے سے بھی لاکھوں ڈالر کمائے۔

اصلاح پسندوں کا احیا

آخر 1871ء میں نیویارک میں اصلاح پسند سیاست دانوں کا ایسا گروہ پیدا ہوا جس

نے شہر سے رشوت خوری کے خاتمے کا عزم کر رکھا تھا۔ اب نیویارک کے سٹیٹ گورنر، سیموئیل ٹلڈن اور ریاست کے اٹارنی جنرل، چارلس فیئر چائلڈ ٹویڈ کو ہٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ انہیں نیویارک کے بااثر صحافیوں کی حمایت حاصل تھی جن میں نمایاں نام سیاسی مبصر اور کارٹونسٹ تھامس ناسٹ کا تھا جو نیویارک ٹائمز سے تعلق رکھتا تھا۔ تھامس بچپن سے ٹویڈ کو جانتا تھا کیونکہ وہ اسی کے محلے میں رہتا اور اس کے ظلم کا شکار تھا۔ تھامس نے ذاتی عناد کے زیر اثر ٹویڈ کے بڑے مزاحیہ کارٹون بنائے جن میں اسے موٹے تازے اور رشوت خور ناحنی باس کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ جلد ہی دوسرے اخبار بھی ٹائمز کے ساتھ مل کر ٹویڈ کی بے ایمانیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے مطالبہ کرنے لگے کہ اس پر مقدمہ چلایا جائے۔

ان ہی اخبارات نے نیویارک کے سوئے ہوئے، خوفزدہ شہریوں کو جگایا اور انہیں ٹویڈ کی دہشت سے آزاد کروایا۔ 4 ستمبر 1871ء کو ایک جلسے میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے ان بااثر اصلاح پسندوں کی تقریریں سنیں جو ٹویڈ کے مخالف تھے اور انہیں ٹلڈن اور فیئر چائلڈ کی سرپرستی حاصل تھی۔ لوگوں کے جوش و جذبے کو دیکھ کر اصلاح پسندوں نے عدالت سے حکم امتناعی حاصل کرنے کی کوشش کی تاکہ ٹویڈ اور اس کا گروہ شہر کے عوامی فنڈوں سے مزید رقم نہ اڑا سکے۔ جب ٹلڈن نے جج برنارڈ کو تحفظ دینے کا وعدہ کیا، تو وہ ٹویڈ کا مخالف بن گیا اور 7 ستمبر کو حکم امتناعی جاری کر دیا۔

جب شہر کے خزانے پر سے ٹویڈ کا کنٹرول ختم ہو گیا تو اس کا گروہ ٹوٹنے لگا۔ آخر 27 اکتوبر 1871ء کو ٹلڈن کے حکم پر پولیس نے ٹویڈ کو گرفتار کر لیا۔ اس پر فوجداری کے پچپن الزام لگائے گئے جو عوامی فنڈوں میں خرد برد سے متعلق تھے۔ کیونکہ ہر الزام سے بیسیوں ذیلی الزام منسلک تھے لہٰذا کئی سو الزامات کے سلسلے میں ٹویڈ پر مقدمہ چلا جو 7 جنوری 1873ء کو جج نوح ڈیوس کی عدالت میں شروع ہوا۔

کارروائی کے آغاز میں استغاثے کو بڑی خفت اٹھانی پڑی کیونکہ اس نے گواہوں کا انتخاب درست طور پر نہیں کیا۔ ٹویڈ نے بڑک ماری کہ اسے کوئی عدالت سزا نہیں دے سکتی اور چھٹیاں لے کر کیلی فورنیا سیر و تفریح کے لئے چلا گیا۔ ٹویڈ پر دوسرا مقدمہ 5 نومبر 1873ء کو

شروع ہوا۔ اس بار استغاثہ نے ہوشیاری سے اپنا مقدمہ لڑا اور تھوڑے سے ثبوت سننے کے بعد ہی جیوری نے 19 نومبر کو ٹویڈ کو مجرم قرار دے دیا۔

ٹویڈ مقدمہ لڑتا ہے

ٹویڈ پر پچپن بنیادی الزامات تھے اور ان کے پھر کئی سو ذیلی الزام تھے، ان میں سے ایک سو دو جرائم میں جیوری نے ٹویڈ کو مجرم قرار دیا۔ ہر جرم کی سزا میں ٹویڈ نے ایک سال قید میں گزارنا تھا اور اسے کم از کم ڈھائی سو ڈالر جرمانہ ہونا تھا لہٰذا استغاثہ نے ٹویڈ کے لئے عدالت سے ایک سو دو سال کی قید اور پچیس ہزار پانچ سو ڈالر جرمانے کی سزا طلب کی۔ ٹویڈ کی طرف سے اس کے وکیل جان گراہم نے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہا:

''مائی لارڈ، ہم جب اس دنیا میں آتے ہیں، اس وقت سے ہمیں سکھایا اور بتایا جاتا ہے کہ دوسروں کی غلطیاں معاف کر دینی چاہئیں۔''

تقریر کے دوران گراہم یا تو شکست دیکھ کر فطری طور پر پریشان ہو گیا یا بہترین اداکاری کرتے ہوئے رونے لگا۔ اس کی حالت دیکھ کر وکیل صفائی، لے مین ٹریمن نے کہا:

''میں یہ محسوس کر رہا ہوں اور یقیناً دوسروں کو بھی یہ احساس ہوگا کہ اس آدمی کی حالت کتنی دردناک ہے جو اعلیٰ عہدوں پر فائز رہا لیکن اب پستی کے گہرے گڑھے میں جا گرا ہے۔ اب وہ ذلت کے تلخ آنسو پی رہا ہے۔ اس کا سحر ٹوٹ چکا ہے۔''

اس کے بعد ٹریمن نے جج ڈیوس کو مخاطب کر کے کہا:

''قانون نے اس معاملے کی ذمے داری آپ کے سپرد کی ہے۔ یہ مقدمہ بین الاقوامی اہمیت اختیار کر گیا ہے اور ساری دنیا کی نگاہیں اس پر ہیں۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو انصاف پر مبنی ہونا چاہئے۔''

جج ڈیوس نے ٹویڈ کو بارہ برس کی قید کی سزا سنائی اور بارہ ہزار سات سو پچاس ڈالر جرمانہ کیا۔ ٹویڈ کے وکلاء نے اس فیصلے کے خلاف نیویارک کورٹ آف اپیلز میں اپیل دائر کی جس نے یہ فیصلہ سنایا کہ ٹویڈ نے اگرچہ بیسیوں جرائم کئے ہیں لیکن اسے ایک جرم کے تحت ہی سزا سنائی جا سکتی ہے۔ یوں ٹویڈ صرف ایک سال جیل میں رہا، ڈھائی سو ڈالر جرمانہ ادا کیا اور 15

جنوری 1875ء کو رہا ہو کر باہر آ گیا۔

لیکن ٹلڈن اس کے 'استقبال' کے لئے تیار تھا، اس نے پھر ٹویڈ کو گرفتار کروا دیا تا کہ وہ لاکھوں ڈالر حاصل کئے جا سکیں جو اس نے شہر کے خزانے سے چرائے تھے۔ ٹویڈ تین لاکھ ڈالر کی اپنی ضمانت نہیں کروا سکا اور جیل میں بیٹھا اپنے مقدمے کا انتظار کرتا رہا۔ ٹویڈ کا اثر ورسوخ گو بہت کم ہو چکا تھا لیکن ابھی اتنا باقی تھا کہ خاص اس کے لئے جیل کی پابندیاں اتنی نرم کر دی گئیں کہ جیل کے وارڈن نے ٹویڈ کو بگھی میں گھومنے پھرنے اور اپنے گھر میں کھانے پینے کی اجازت دے دی۔ 4 دسمبر 1875ء کو ٹویڈ نے وارڈن کی لاپروائی سے فائدہ اٹھایا اور ایک سہ پہر جیل سے ایسا نکل بھاگا کہ پھر واپس نہیں آیا۔

ٹویڈ کچھ عرصہ آس پاس کے علاقوں میں چھپا رہا پھر کشتی کے ذریعے فلوریڈا پہنچ گیا، وہاں سے وہ کیوبا پھر اسپین چلا گیا جو اس زمانے میں مہاجرین کی جنت کہلاتا تھا۔ لیکن اسپین کی حکومت کو ٹویڈ کی موجودگی ایک آنکھ نہیں بھائی، اس نے ٹویڈ کو امریکا کے سپرد کر دیا۔

ٹویڈ واپس جیل خانے آ گیا اور اس کے جرائم میں دانستہ فرار کے ایک نئے جرم کا اضافہ ہو گیا۔ اب اس نے اپنے جرائم کا اقرار کر لیا۔ بعد کو ٹویڈ کے گروہ کے ارکان گرفتار کر لئے گئے، جنھوں نے لوٹی ہوئی رقم لوٹا دی انہیں رہا کر دیا گیا جبکہ بقیہ جیل میں سڑنے لگے۔ تاہم شہری خزانے سے جو لاکھوں ڈالر اڑائے گئے تھے، ان میں سے بہت کم رقم واپس ملی، بقیہ رقم ٹویڈ اور اس کے چمچوں نے عیش وعشرت میں اڑا دی تھی۔

1817ء میں جب ٹویڈ ابھی طاقت ور تھا لیکن عوام اور اخبار اس کے خلاف احتجاج کرنے لگے تھے، تو ایک صحافی نے اس سے پوچھا تھا "کیا آپ کے خلاف الزامات درست ہیں؟"

ٹویڈ نے تکبر سے کہا تھا "اگر میں ہاں کہہ دوں تو کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا۔"

لیکن اصلاح پسند سیاست دانوں نے جنھیں عوام اور اخبارات کی حمایت حاصل تھی اور جو کہ موثر اور دیانت دار شہری انتظامیہ چاہتے تھے، ٹویڈ کو بتا دیا کہ وہ کیا کچھ کر سکتے تھے۔ ٹویڈ کی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور وہ 12 اپریل 1878ء کو قید کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

چارلس گیوٹیو کا مقدمہ: 1881ء

مدعا علیہ: چارلس گیوٹیو۔ الزام: صدر جیمز گارفیلڈ کا قتل۔ استغاثہ: جارج کارک ہل، والٹر ڈیوج، جان پورٹر، الیھورٹ اور ای بی سمتھ۔ وکلائے صفائی: لیگ رابنسن اور جارج سکوویل۔ جج: والٹر کوس۔ جگہ: واشنگٹن ڈی۔ سی۔ مقدمے کی تاریخیں: 14 نومبر 1881ء تا 13 جنوری 1882ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی۔

اہمیت

چارلس گیوٹیو کا مقدمہ ان چند پہلے مقدموں میں شامل ہے جن میں مدعا علیہ کا دیوانگی کا دعویٰ جدید قانونی امتحان سے گزرا۔۔۔۔یعنی یہ کہ کیا گیوٹیو جانتا تھا وہ کوئی جرم کر رہا ہے یا نہیں؟

ابھی ابراہام لنکن کو قتل ہوئے صرف بیس برس ہوئے تھے کہ امریکا کے ایک اور صدر کو گولی مار دی گئی۔ صدر جیمز اے گارفیلڈ یونین فوج کا میجر جنرل تھا۔ اس نے خانہ جنگی میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اسی کے سہارے 1863ء میں ایوان نمائندگان کا رکن منتخب ہوا۔ وہ ایک کامیاب سیاست دان ثابت ہوا اور 1876ء میں ایوان میں ریپبلکنوں کا رہنما بن گیا۔ گارفیلڈ صدر گرانٹ کا مخالف تھا جس کی اسکینڈلوں سے بھرپور انتظامیہ اور ناکام پالیسیوں سے سب شاکی تھے۔ 1880ء میں ریپبلکن پارٹی نے گارفیلڈ کو صدارتی امیدوار بنایا اور وہ انتخابات جیت گیا۔ بدقسمتی سے گارفیلڈ کی انتخابی مہم ہی اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی جس میں کہ چارلس

گیوٹیو بھی شامل تھا۔ چارلس ایک ناکام وکیل تھا لہٰذا قرض خواہوں سے ادھر ادھر چھپتا پھرتا تھا۔ جب گارفیلڈ کی انتخابی مہم شروع ہوئی تو وہ واشنگٹن میں تھا، وہ بھی ایک معمولی افسر کی حیثیت سے مہم میں شامل ہو گیا۔

تصوراتی ذلت کی کارستانی

گیوٹیو کبھی گارفیلڈ کی انتخابی مہم میں اہم عہدے پر نہیں رہا تاہم وہ ذہنی طور پر خود کو اہمیت دیتا رہا۔ گیوٹیو کا رویہ عموماً دیوانے جیسا رہتا اور یہ ممکن ہے کہ وہ امراض خبیثہ میں مبتلا تھا جنہوں نے اس میں ذہنی مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ اس نے ایک روز یہ خواب دیکھا کہ وہ ایسی تحریر لکھ رہا ہے جو گارفیلڈ ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار ہینکوک سے بحث کرتے ہوئے پڑھے گا۔ اس نے وہ تقریر لکھی جو گارفیلڈ نے کبھی نہیں پڑھی چہ جائیکہ اسے بحث میں استعمال کرتا لیکن گیوٹیو کو یقین تھا گارفیلڈ اس کی تقریر کی وجہ سے انتخابات جیتا ہے۔ اب گیوٹیو نے مطالبہ کیا کہ اسے فرانس میں سفیر بنایا جائے، اس سلسلے میں وہ کئی بار وزیر خارجہ، جیمز بلینی سے ملا۔ بلینی نے ہر بار نرمی سے اسے پلٹا دیا لیکن آخری ملاقات میں اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا، اس نے گیوٹیو کو سختی سے پیچھے دھکیلا اور اسے کہا کہ اب وہ کبھی اس کے پاس نہ آئے۔

غم و غصے کے عالم میں گیوٹیو نے گارفیلڈ سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے جون 1881ء میں مسلسل گارفیلڈ کا پیچھا کیا اور موقع کی تلاش میں رہا۔ آخر دو جولائی کو اسے موقع مل گیا۔ واشنگٹن کے اخباروں میں خبر شائع ہوئی کہ گارفیلڈ اپنے خاندان کے ہمراہ چھٹیاں منانے جا رہا ہے۔ گیوٹیو ریلوے اسٹیشن میں صدر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اسٹیشن کی لابی میں وہ گارفیلڈ کے پیچھے آیا اور موقع پا کر اس کی کمر میں گولی مار دی۔ پولیس نے فوراً گیوٹیو کو گرفتار کر لیا جس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس دوران گارفیلڈ کو اسپتال لے جایا گیا۔

گیوٹیو کی گولی نے اس رات گارفیلڈ کو نہیں مارا تاہم گولی اس کے پیٹ میں ایسی جگہ پڑی تھی کہ گارفیلڈ کو ہلاک کر کے ہی اسے نکالا جا سکتا تھا۔ گارفیلڈ کی خوش قسمتی کہ نظام خون گردش کرتا رہا۔ ڈاکٹر آپریشن نہیں کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے گارفیلڈ کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ ایک مضبوط آدمی تھا اس لیے تین ماہ تک زندہ رہا اور 19 ستمبر

1881ء کو مر گیا۔اس کے قتل پر امریکی عوام غم و غصے سے بھر گئی حتیٰ کہ جیل میں گیوٹیو کی رکھوالی کرنے والے ایک فوجی نے اسے گولی مارنے کی ناکام کوشش کی۔

کیا گیوٹیو پاگل تھا؟

جب گارفیلڈ مر گیا تو حکومت نے گیوٹیو پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ کرلیا جو ضلع کولمبیا میں 14 نومبر 1881ء کو شروع ہوا۔حکومت نے گیوٹیو کے دفاع کے لئے وکیل مقرر کئے تاہم وہ اپنا مقدمہ خود لڑنے پر اصرار کرتا رہا۔وکلائے صفائی کا خیال تھا کہ گیوٹیو پاگل ہے لیکن استغاثے کے وکلا نے عدالت کو بتایا:

''ملزم پاگل نہیں ہے۔۔۔۔گیوٹیو میں پاگلوں جیسی کوئی بات نہیں،وہ ایک سرد مزاج اور عیار آدمی ہے،ایک ایسا تجربے کار بدمعاش جس نے باقاعدہ منصوبہ بندی سے اپنی مشہوری کے لئے صدر کو قتل کیا ہے۔۔۔۔وہ محض کسی قسم کی شہرت چاہتا تھا اور اسے یہ مل گئی ہے۔''

بدقسمتی سے گیوٹیو نے اپنے وکلا کو اس دلیل پر مقدمہ لڑنے نہیں دیا کہ وہ نیم پاگل ہے بلکہ اپنے بازاری دلائل کے ذریعے خود مقدمہ لڑنے کی کوشش کرتا رہا۔مثلاً اس نے جج والٹر کوکس کو لکھا کہ گارفیلڈ اس لئے مرا ہے کیونکہ ڈاکٹر اس کی گولی نہیں نکال سکے لہٰذا وہ قتل کا مجرم نہیں ہے۔ظاہر ہے اس کی یہ دلیل قانونی طور پر بودی تھی۔اگر اس کے وکیل یہ ثابت کر دیتے کہ وہ پاگل ہے تب ہی وہ رہا ہو سکتا تھا۔

اب عدالت میں کچھ عرصے تک یہ بحث ہوئی کہ کیا ذہنی طور پر پریشان شخص کو پاگل قرار دیا جا سکتا ہے۔ماہرین کے نزدیک اصل امر یہ تھا کہ کیا گیوٹیو کو علم تھا کہ وہ ایک جرم کر رہا ہے؟ لہٰذا اگر گیوٹیو پاگل تھا اور صدر کو گولی مارنے کے فعل کو برا نہیں سمجھتا تھا تب جج اس دلیل پر اسے سزا دے سکتا تھا کہ وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ قانون کے مطابق لوگوں کو گولی مارنا غلط ہے۔

قانون کی تشریح بہتر طور پر کرنے کے لئے جج کوکس نے فریقین کو جیوری کے سامنے براہ راست دلائل پیش کرنے کی اجازت دے دی اور بہت کم مداخلت کی۔کئی شہادتیں موجود تھیں جن کے مطابق گیوٹیو دیوانہ تھا لیکن وہ خود کو باشعور کہتا رہا لہٰذا اس کے وکلا نے اسے بولنے دیا اور یہ سوچا کہ جیوری خود ہی درست فیصلہ کرلے گی۔مثلاً گیوٹیو نے جیوری کو بتایا کہ اس نے

گارفیلڈ کو محض انتقام کے تحت نہیں مارا بلکہ خدا نے اسے بتایا تھا کہ گارفیلڈ ریپبلکن پارٹی تباہ کر رہا ہے اور اسے مارنا ضروری ہے تا کہ ڈیموکریٹک پارٹی کی حرکات سے ملک کو بچایا جا سکے۔

اس نے یہ بھی بیان دیا کہ خدا اس کی حفاظت کر رہا ہے:

''میں کہنا چاہتا ہوں کہ خدا میری حفاظت پر مامور ہے، یہ سارے فوجی، سارے ماہر، یہ معزز عدالت اور جیوری کے سارے ارکان اس کے خدمت گار ہیں اور میری حفاظت کریں گے، حفاظت کے بارے میں یہ میرا نظریہ ہے۔ خدا (نعوذ باللہ) دیوانہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔''

جج کوکس اور استغاثے نے یہ بات تسلیم کی کہ گیوٹیو پاگل ہے یا نہیں، اس امر کی پیائش اس حقیقت کے تحت کی جائے کہ کیا اسے علم تھا کہ اس کی حرکات غلط ہیں؟ اگر چہ ساتھ ساتھ وہ گیوٹیو کو پھانسی کے پھندے سے دور نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ جج نے جیوری کو بتا دیا کہ اگر گیوٹیو کو معمولی طور پر بھی مجرم سمجھا گیا تو اسے مجرم قرار دیا جائے گا:

''اگر آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ صدر کا قتل غیر فطری اور غلط تھا تو قانون کے مطابق اگر ملزم تھوڑا سا بھی ذہین ہے تو اسے مجرم قرار دیا جائے گا۔''

جج کے اس جملے سے استغاثہ کے حوصلے بلند ہو گئے، گیوٹیو کو مجرم قرار دینے کے سلسلے میں وکیل، ڈیوج نے جذباتی انداز میں کہا:

''ہمارے لئے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ کیا ایک انسان میں اتنی عقل بھی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سمجھ جائے، ایک عظیم آئینی جمہوریہ کے سربراہ کو کتے کی طرح گولی مارنی نہیں چاہیے۔''

مقدمے کا رخ اس انداز میں بدلا کہ وکلائے صفائی مفلوج ہو کر رہ گئے اور گیوٹیو کو پاگل ثابت کرنے کی کوششوں پر پانی پھر گیا۔ ڈیوج کا کہنا تھا کہ گیوٹیو پاگل نہیں بلکہ انا کا ڈسا ہوا انسان ہے:

''اس آدمی کی انا اتنی شدید ہے کہ اس نے اپنے آپ کو پیغمبروں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اس کی انا اسے یہی بتاتی ہے کہ وہ دنیا کا سب سے عظیم آدمی ہے۔''

13 جنوری 1882ء کو جیوری نے اپنا فیصلہ سنایا..... اس کے مطابق مجرم چارلس گیوٹیو

نے دانستہ صدر گارفیلڈ کو قتل کیا تھا۔ فیصلہ سن کر گیوٹیو اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اراکین جیوری پر چیخنے لگا "تم سب گھٹیا درجے کے بھیڑیے ہو۔" سپاہی اسے زبردستی کوٹھری میں لے گئے جہاں وہ اپنی پھانسی کا انتظار کرنے لگا۔ 30 جون 1882ء کو اسے پھانسی دے دی گئی۔ گیوٹیو اگر چاہتا تو نئے قانون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے آپ کو پاگل ثابت کر کے پھانسی سے بچ سکتا تھا لیکن آنے والے کئی مجرموں کی طرح اسے بھی علم ہو گیا کہ عوامی رائے ججوں اور جیوری پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔

نیواورلینز 'مافیا' کا مقدمہ: 1891ء

مدعاعلیہ: اٹلی کے انیس مہاجر۔ الزام: قتل کرنے کے لئے فائرنگ اور روپوشی۔ استغاثہ: ڈبلیو ایل ایونز، چارلس لزن برگ اور جیمز والکر۔ وکلائے صفائی: لوائنیل آدمز، چارلس بٹلر، جان فلائکن، آرتھر گیسٹنیل، اے ڈی ہنریکوئس، تھامس سیمس اور چارلس تھریڈ۔ جج: جوشوا بیکر۔ جگہ: نیو اورلینز (لوزیانا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 16 فروری تا 13 مارچ، 1891ء۔ فیصلہ: سکافیڈی، پولیزی اور موناسٹیرو کا مقدمہ بے نتیجہ قرار دیا گیا۔ ماشیا، ماٹرانگا، بگنیٹو، انکارڈونا، انتونیو اور گاسپیری مارشیسی بے گناہ قرار پائے۔ نتالی، پیٹرو، پاٹورنو، سنزیری، جان اور جیمز کارسو کے خلاف الزام مسترد کر دیئے گئے۔

اہمیت

جب ملزموں کو رہائی ملی اور بے نتیجہ مقدمے کا فیصلہ سامنے آیا تو امریکی تاریخ میں پہلی بار کسی شہر میں وسیع پیمانے پر بلوہ ہوا، کئی لوگ قتل ہوئے اور 'مافیا' کا لفظ ہر امریکی کی زبان پر چڑھ گیا۔

---

15 اکتوبر 1890ء کو لوزیانا کے شہر نیواورلینز کی پولیس کے سربراہ، ڈیوڈ ہینیسی کو چھپے ہوئے قاتلوں نے اس کے گھر سے چند قدم کے فاصلے پر گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ مرتے ہوئے آدمی نے جو سرگوشیاں کیں انہوں نے نیواورلینز کی عدالتوں میں سب سے متنازعہ

مقدے اور اس زمانے میں سب سے مشہور سیاسی حادثے کو جنم دیا۔ اسی قتل کے بعد 'مافیا' کا نام پہلی مرتبہ امریکا کے چپے چپے میں مشہور ہوا۔

سربراہ پولیس کو کس نے مارا؟

مئی 1890ء کو پھل درآمد کرنے والی کمپنی ماٹرانگا اینڈ لوکاسیو کے چند ملازم رات کو اپنی ڈیوٹی سے لوٹ رہے تھے کہ نیواورلینز بندرگاہ کے قریب چند چھپے ہوئے لوگوں نے ان پر فائرنگ کی، وہ زخمی ہو گئے تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ کمپنی کے مالکان اور ملازمین کا تعلق اٹلی سے تھا اور اٹلی کے مہاجر طبقے میں مجرموں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دیتا تھا، اسی لیے شروع میں ملازمین نے کہا کہ انہیں حملہ آوروں کا علم نہیں لیکن بعد میں انہوں نے چھ آدمیوں پر انگلی اٹھائی، ملزموں میں پروویزانو خاندان کے ارکان بھی شامل تھے جو کچھ عرصہ پہلے بحری جہازوں سے پھل اتارنے کا ٹھیکہ ماٹرانگا اینڈ لوکاسیو کے مقابلے میں ہار چکے تھے۔

جب اس فائرنگ کا مقدمہ عدالت میں چلا تو حیرت ناک طور پر ہینسی کی پولیس کے کسی سپاہی نے استغاثے کی طرف سے گواہی نہیں دی بلکہ وکلائے صفائی نے سپاہیوں سے گواہی دلوائی۔ پروویزانو کے دو بھائیوں اور ان کے چار ساتھیوں کو مجرم قرار دے کر تا حیات قید کی سزا سنائی گئی۔ لیکن جج جوشوا بیکر نے اس وقت مقدمے کی دوبارہ کارروائی کا حکم دیا جب اس کے سامنے گواہوں نے یہ بیان دیا کہ انہوں نے خود ماٹرانگا اینڈ لوکاسیو کے زخمی کارکنوں سے سنا ہے کہ وہ نہیں جانتے حملہ آور کون تھے۔ بیکر نے فیصلہ اس لئے بھی دیا کہ پولیس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ جب فائرنگ ہوئی تو وہ ملزمان کہیں اور موجود تھے۔

رفتہ رفتہ لوگ اس مقدمے میں کم دلچسپی لینے لگے لیکن مقدمے سے متعلق سب لوگوں کا خیال تھا کہ اب پروویزانو بھائیوں کے حق میں ہینسی خود گواہی دے گا۔ اسی لئے جب مقدمہ دوبارہ شروع ہونے سے چند دن پہلے اسے گولیاں ماری گئیں تو تقریباً سب کو یقین تھا کہ اسے ماٹرانگا کمپنی کے مالکین نے خاموش کروایا ہے۔ اس حقیقت کی طرف کم ہی توجہ دی گئی کہ مقدمے کا دوبارہ آغاز کوئی خفیہ بات نہیں تھی اور جو کوئی پولیس چیف کے خلاف تھا، وہ اسے قتل کر کے الزام شہر کی اطالوی مہاجرین کے سر تھوپ سکتا تھا۔

جائے حادثہ اور اسپتال میں ہینسی نے بڑی مشکل سے کہا تھا ''ڈاگوس (dagoes) نے مجھے مارا ہے۔'' دوست مسلسل اسے کہتے رہے کہ حملہ آوروں کا حلیہ بتاؤ یا ان کی معلومات دو لیکن ہینسی کچھ نہیں بتا سکا حالانکہ وہ اگلی صبح تک زندہ رہا۔ اس کے مرنے کے بعد پولیس نے بیسیوں اطالوی مہاجروں کو پکڑا، گھروں پر زبردستی چھاپے مارے، انہیں مارا پیٹا اور اطالوی کمیونٹی میں کھلبلی مچ گئی۔

آخر کار ہینسی کے قتل کے جرم میں انیس اطالوی مہاجر پکڑے گئے۔ ان میں سے چارلس ماٹرانگا اور جوزف ماشیا تو پھلوں کے معروف درآمد کنندگان تھے۔ جیمز اور جان کارسو ماٹرانگا کمپنی کے ملازم تھے جب کہ بقیہ دیگر اطالوی کمپنیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ زیادہ تر ملزم غریب تھے اور ان کی گرفتاری معمولی شہادتوں یا وجوہات کی بنا پر ہوئی تھی۔ مثلاً موچی، پانسٹر و مونا سٹیرو کو اس لئے گرفتار کیا گیا کیونکہ اس دکان کے پیچھے والے راستے سے حملہ آوروں نے گولیاں چلائی تھیں۔ پیٹر و متالی کو ریلوے اسٹیشن سے گرفتار کر کے محض شک کی بنا پر مارا پیٹا گیا کیونکہ اس کے کپڑے اسے پورے نہیں آتے تھے۔

ملزمان نے ایک لاء فرم، آدمز اینڈ ہنریکوئس کو اپنا وکیل بنایا۔ اس سے تعلق رکھنے والے وکیل لونیل آدمز نے دس سال پہلے ہینسی کو ایک قتل کے مقدمے سے بری کروایا تھا جب کہ وہ نوجوان سپاہی تھا۔ دس سال بعد وہ ان لوگوں کی خدمت کرنے لگا جن پر ہینسی کے قتل کا الزام تھا۔ ہونہار اور قابل آدمز نے اپنے بہترین قانونی نکات کے ذریعے حکومت کے وکلاء کو 1890ء کی ساری سردیاں تگنی کا ناچ نچائے رکھا۔ حکومت نے جو گواہ پیش کئے وہ اس بات پر ہی متفق نہیں تھے کہ جب ہینسی پر گولیاں چلائی گئیں تو سڑک کی بتیاں جل رہی تھیں یا نہیں؟

ایک مزدور، زاشر فوسٹر نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے ملزمان سکافیڈی، پولیزی، مونا سیٹر و اور انتونیو مارشی کو ہینسی پر گولیاں چلاتے دیکھا تھا۔ علاقے کے لوگوں کا کہنا تھا کہ گولیاں مختصر عرصے کے لئے چلیں لیکن شراب خانے کے ملازم جان دورے نے دعویٰ کیا کہ جب وہ چار گلیاں پار کر کے بھاگتا ہوا جائے حادثہ پہنچا تو سکافیڈی، بگنیتو اور انتونیو مارشی ہینسی پر گولیاں چلا رہے تھے۔ ایک گھر میں روغن کرنے والے نے سکافیڈی کو گولیاں چلاتے دیکھا لیکن بعد کو

پتہ چلا کہ وہ پیئے ہوئے تھا۔ ایک پولیس افسر نے دعویٰ کیا کہ وہ جائے حادثہ سے کافی دور تھا لیکن ملزم ایمانوئیل پولیزی کو اس کے سر کے پچھلے حصے سے پہچانتا ہے۔

یہ سن کر پولیزی اتنا پریشان ہوا کہ عدالت میں شور مچانے لگا۔ سپاہیوں نے بڑی مشکل سے اسے قابو کیا۔ چار دن بعد پولیزی نے شیرف کے دفتر کی کھڑکی سے نیچے چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ اخبارات نے یہ نظریہ قائم کیا کہ پولیزی نے اقبال جرم کر لیا ہے اور وہ دوسرے ملزمان سے خوفزدہ ہے لیکن یہ صرف نظریہ ہی رہا۔

ڈسٹرکٹ اٹارنی، چارلس لوزن برگ نے دعویٰ کیا کہ ہینسی کا قتل دراصل ایک سازش کا نتیجہ ہے کیونکہ وہ ماٹرانگا۔ پروونیزانو جھگڑے میں مداخلت کر رہا تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ سازش بے نقاب کرے گا لیکن اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ بعد کو پولیس نے بیان دیا کہ ہینسی کو کرایے کے قاتلوں کے ذریعے مروایا گیا ہے۔ مختلف گواہوں نے تصدیق کی کہ انہوں نے ملزمان سکافیڈی، سوناسٹیرو، پولیزی، بگنیٹو اور مارشی کو گولیاں چلاتے دیکھا لیکن وہ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں دے سکے۔

ہینسی کے قتل کے بعد مقامی اخبارات نے سسلی کے ظالم غنڈوں کے بارے میں ان گنت مضامین شائع کیے اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ 'غیر ملکی قاتل گروہوں' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اخبارات نے تشدد اور دہشت گردی کو ایک خفیہ تنظیم سے منسلک کر دیا جس کا نام 'مافیا' تھا اور جو قتل اور اغوا کے ذریعے انتقام لیتی تھی۔ اخبارات میں یہ خبریں بھی شائع ہوئیں کہ نیو اورلینز میں مافیا کا سرپرست ماٹرانگا خاندان ہے لیکن اس قسم کی افواہیں پھیلانے میں ان کے دشمن، پروونیزانو خاندان کا ہاتھ تھا۔

سب کو یقین تھا کہ جلد ہی ہینسی کے قتل کی سازش طشت از بام ہو جائے گی لیکن اخبارات مافیا سازش کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں پیش کر سکے جبکہ استغاثہ نے تو سارے مقدمے کے دوران اس قسم کی سازش کا ذکر ہی نہیں کیا۔

وکلائے صفائی نے حکومت کے گواہوں پر الزام لگایا کہ وہ سچائی بتانے سے زیادہ شہری انتظامیہ سے انعام لینے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور یہ حقیقت تھی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ

استغاثہ نے دو سب سے اہم گواہوں، بلی او کونر اور جے سی روئے کو گواہی کے لئے نہیں بلوایا۔ ہینسی سابق سپاہی، بلی کے ہمراہ اپنے گھر گیا تھا اور فائرنگ سے تھوڑی دیر قبل بلی اس سے جدا ہوا تھا۔ روئے پرائیویٹ سیکورٹی گارڈ کی حیثیت سے ہینسی کے گھر کی رکھوالی پر متعین تھا اور فائرنگ کی زد میں آ کر معمولی زخمی ہوا تھا۔ ان دونوں کو شاید اس لئے گواہی کے لئے نہیں بلایا گیا کہ پھر دوسرے گواہوں کی گواہی خراب ہو جاتی۔

جب فریقین کے دلائل مکمل ہو گئے تو جج بیکر نے ملزمان، چارلس ماٹرانگا اور باشین انکارڈونا کو بے گناہ قرار دے کر ان کی رہائی کا حکم دیا کیونکہ حکومت نے ان کے خلاف کوئی گواہ پیش نہیں کیا تھا۔

جیل میں قتل عام

13 مارچ کو عدالت نے مقدمے کا جو فیصلہ سنایا اسے سن کر پورا شہر لرز گیا۔ ملزمان، مونا سٹیرو، بکنیٹو اور پولیزی کو قتل کے بے نتیجہ مقدمے (mistrials) کا فیصلہ سنایا گیا جب کہ دیگر ملزمان کو رہا کر دیا گیا۔ سب جیل واپس آ گئے، انہیں یقین تھا کہ اگلی صبح انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن 14 مارچ کی صبح چھ ہزار لوگوں پر مشتمل ایک جلسہ ہوا جس میں سیاست میں حصہ لینے والے نیو اورلینز کے دو وکیلوں اور ایک اخبار کے مدیر نے آتش بار خطاب کیا۔ ان کی تقریروں سے لوگ اتنے مشتعل ہوئے کہ انہوں نے جیل پر حملہ کر کے اس کا گھیراؤ کر لیا۔ ملزمان ماشیا، سکافیڈی، مونا سٹیرو اور انتونیو کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بعد کو دوسری جیل میں بند دیگر ملزمان، گرسیا، رومیرو، ٹرائینا، کومٹز اور جیمز کارسو کو گولیاں ماری گئیں۔ پولیزی کو گھسیٹ کر گلی میں لایا گیا، جہاں ہجوم نے اسے لیمپ پوسٹ سے لٹکایا اور اس کے جسم میں بیسیوں گولیاں اتار دیں۔ بکنیٹو کو اتنا مارا گیا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، اسے سسکتی حالت میں درخت سے باندھ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

جو ملزمان باقی بچے، انہیں بعد کو ڈسٹرکٹ اٹارنی، لٹرن برگ نے رہا کر دیا۔ اس نے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار کیا کہ پولیزی نے اقبال جرم کر لیا تھا۔ مشتعل ہجوم کے قائدین پر مقدمہ چلا لیکن ایک گرینڈ جیوری نے یہ کہہ کر انہیں رہا کر دیا" قانون کا احترام کرنے والے نیو

اور لینز کے معصوم شہریوں نے یہ عمل مجبوراً کیا کیونکہ جیوری کے بیشتر ارکان نے رشوت لے کر انصاف نہیں ہونے دیا تھا۔"

لیکن ہینیسی مقدمے کی جیوری کے ارکان نے رشوت لینے سے انکار کیا اور کہا کہ ملزموں کو اس لئے رہا کیا گیا کہ بلی او کونر اور رویے کی عدم موجودگی کے علاوہ حکومت کے کیس میں کئی خلا تھے۔ بعد کو دو آدمی ارکان جیوری کی توہین کرنے پر جیل بھجوائے گئے لیکن پولیس کے کئی جاسوسوں کی کوششوں کے باوجود وکلائے صفائی اور جیوری کے درمیان کوئی تعلق نہیں پایا گیا۔

اس دوران نیو اور لینز کے مشتعل شہریوں نے کئی اطالوی باشندوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور معاملہ اتنا سنگین ہوا کہ اٹلی کی حکومت نے امریکا سے سفارتی تعلقات توڑ لئے اور جنگ کے بادل منڈلانے لگے۔ دو سال بعد امریکا نے اٹلی کو پچیس ہزار ڈالر تاوان ادا کیا اور سفارتی تعلقات بحال ہو گئے۔ اس کے باوجود پورے امریکا میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ اطالوی باشندے ایک بدنام گروہ، مافیا کے رکن ہیں اور امریکیوں میں مہاجرین سے نفرت میں اضافہ ہوا۔ نیو اور لینز میں طویل عرصے تک یہ کہہ کر اطالوی لوگوں کی بے عزتی کی جاتی تھی۔ "چیف کو کس نے قتل کیا؟" آج تک یہ راز طشت از بام نہیں ہو سکا کہ چیف ڈیوڈ ہینیسی کے قاتل کون تھے۔

لیزی بورڈن کا مقدمہ:1893ء

مدعا علیہ: لیزی بورڈن۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: ہوسیا نولٹن اور ولیم موڈی۔ وکلائے صفائی: اینڈریو جیننگز اور جارج رابن سن۔ جج: کلیب بلوجسٹ، جسٹن ڈیوی اور البرٹ میسن۔ جگہ: فال ریور (میساچوسٹس)۔ مقدمے کی تاریخیں: 5 جون تا 20 جون 1893ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

واقعاتی ثبوتوں کی بنیاد پر استغاثہ نے لیزی پر باپ اور سوتیلی ماں کو قتل کرنے کا الزام لگایا۔ عیاں ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے استغاثہ نے پھر عورتوں کی روایتی چالاکی اور عیاری پر حملہ کیا۔ اس کے باوجود لیزی رہا کر دی گئی۔ یہ رہائی اس لئے اہم تھی کہ عام روایات کے مقابلے میں قانون کو فتح حاصل ہوئی۔

4 اگست 1892ء تک 1860ء میں پیدا ہونے والی لیزی بورڈن ریاست میساچوسٹس کے چھوٹے سے قصبے فال ریور میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ وہ اب تک کنواری تھی اور اس نے کبھی شادی نہیں کی۔ ایک دن ایک قاتل نے کلہاڑی کے ذریعے اس کے باپ اینڈریو بورڈن اور سوتیلی ماں، ایبی ڈربی کو قتل کر دیا۔ پولیس نے لیزی کو قاتل سمجھ کر گرفتار کر لیا اور اس پر مقدمہ چلا جس نے اسے پورے ملک میں مشہور کر دیا۔

لیزی جب چار سال کی تھی تو اس کی ماں، سارا فوت ہو گئی۔ لیزی اپنے والد کے ساتھ ہی

مقیم رہی جس نے بعد میں دوسری شادی کر لی۔ بورڈن خاندان کی زندگی عام سی تھی لیکن 4 اگست 1892ء کی صبح غیر معمولی تھی، اس دن پڑوسی خاتون، ایڈیسنڈ چرچل نے کھڑکی سے دیکھا کہ گھبراہٹ کا شکار لیزی اپنے گھر کے صحن میں بے چینی سے پھر رہی ہے۔ چرچل نے اس سے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے تو اس نے جلدی سے جواب دیا "اوہ مسز چرچل، فوراً یہاں آیئے، کسی نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے۔"

مسز چرچل نے فوراً پولیس کو اطلاع دی۔ جب ایک سپاہی بورڈن ہاؤس پہنچا تو دیکھا کہ بیٹھک میں اینڈریو بورڈن کی لاش پڑی ہے۔ جب وہ سویا ہوا تھا تو کوئی دبے پاؤں آیا اور اس نے کلہاڑی سے بڑی بے رحمی کے ساتھ مسلسل اس پر وار کئے۔ فرنیچر پر خون کے دھبے تھے لیکن اس امر کے آثار نہیں تھے کہ اینڈریو حملہ آور سے لڑا تھا۔ سپاہی کے ساتھ مسز چرچل اور ایک اور پڑوسی ایلیس رسل بورڈن ہاؤس میں داخل ہوئی تھیں۔ چرچل پھر گھر کی نوکرانی کے ہمراہ اوپر گئی تاکہ اس کی بیوی ایبی بورڈن کا پتہ چلا سکیں۔ ایبی کی لاش مہمان خانے میں پڑی تھی اور اسے بھی اسی دہشت ناک طریقے سے قتل کیا گیا تھا۔ اینڈریو کی طرح ایبی نے بھی حملہ آور کے خلاف مزاحمت نہیں کی تھی اور یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ صورت حال سے ظاہر تھا کہ ایبی اپنے قتل کے وقت بستر ٹھیک کر رہی تھی۔

لیزی کی گرفتاری

پولیس نے تفتیش شروع کر دی اور قتل کی صبح ہونے والے واقعات کے سلسلے میں لیزی سے پوچھ گچھ کی۔ دانستہ بہانے بازی یا صدمے کے زیر اثر اس کے جواب الجھے ہوئے اور بے ترتیب تھے۔ پولیس نے اس سے پوچھا کہ جب قتل ہوئے تو وہ کہاں تھی، اس نے جواب میں مختلف مواقع پر مختلف جگہیں بتائیں۔ اس نے مختلف اوقات میں بتایا کہ وہ صحن میں موجود تھی، باورچی خانے میں چائے پکا رہی تھی یا درخت سے ناشپاتیاں توڑ رہی تھی۔

اس زمانے کی پولیس خصوصاً قتل کے ملزم سے پوچھ گچھ کرتے ہوئے اس کی جذباتی حالت نہیں دیکھتی بلکہ اس کے جوابات پر دھیان دیتی تھی اسی لئے جب لیزی نے الجھے ہوئے جواب دیئے تو فال ریور کے میئر جان کفلین کے حکم پر اسے گرفتار کر لیا گیا لیکن آج یہ کہنا مشکل

ہے کہ میسٹر کا فیصلہ درست تھا یا غلط؟ بعد کو بلدیہ کے تفتیش کنندہ نے لیزی سے سوال کئے اور اسے بھی گڈمڈ جواب ملے۔

آخر پولیس نے باپ اور سوتیلی ماں کو قتل کرنے کے الزام میں لیزی کو گرفتار کر لیا۔ انہیں شک تھا کہ لیزی نے باپ کی دولت پر قبضہ کرنے یا سوتیلی ماں سے نفرت کی بنا پر دونوں کو قتل کیا ہے۔ لیکن پولیس لیزی کی بڑی بہن، ایما کو قاتلوں کی فہرست میں شامل نہیں کر سکی۔ اگرچہ عقلی طور پر اسے بھی لیزی جیسے مقاصد رکھنے چاہئے تھے بلکہ قتل کرنے میں بہن کو مدد دینی چاہئے تھی۔ یہ سوال ذہنوں میں موجود تھا کہ میساچوسٹس کی حکومت نے 5 جون 1893ء کو لیزی بورڈن مقدمے کا آغاز کر دیا۔ لیزی کے وکلاء میں نمایاں جارج رابنسن کا تھا جو میساچوسٹس کا گورنر رہ چکا تھا۔

استغاثہ کے وکیل، ولیم موڈی نے اپنے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے جیوری کے سامنے حقائق پیش کئے اور انہیں یہ تصور قبول کرنے کے لئے تیار کیا کہ ایک عورت ہی اس قسم کے ہولناک قتل کر سکتی تھی، اس نے دعویٰ کیا کہ بوڑھے میاں بیوی کو ان کی لالچی بیٹی نے قتل کیا ہے۔

استغاثے کا کیس درحقیقت واقعاتی (Circumstantial) شہادتوں پر استوار تھا۔ مثلاً یہ کہ قتل ہونے کے بعد ایما بورڈن نے لیزی کو اپنا ایک لباس جلاتے دیکھا تھا، موڈی نے دعویٰ کیا کہ یہ وہ لباس تھا جسے پہن کر لیزی نے اپنے والدین کو مارا اور جب وہ خون سے داغ دار ہو گیا تو اسے جلا ڈالا۔ استغاثے نے گھر میں موجود چار کلہاڑیاں بھی عدالت میں پیش کیں لیکن کسی پر خون کے دھبے موجود نہیں تھے۔ اینڈریو جیننگز عرصہ دراز سے بورڈن خاندان کا وکیل تھا، اس نے اپنے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے واقعاتی شہادتوں پر زیادہ انحصار کرنے کی وجہ سے استغاثہ پر براہ راست حملہ کیا:

''انہیں وہ ہتھیار پیش کرنا چاہئے جس سے قتل ہوئے۔۔۔۔ یا پھر وہ اس کے غائب ہونے کی قابل یقین وجہ پیش کریں۔۔۔۔ ثبوت کی دو اقسام ہیں: عیاں ثبوت اور واقعاتی ثبوت۔ عیاں ثبوت ان لوگوں کی گواہی ہے جنہوں نے واقعہ ہوتے دیکھا، سنا یا محسوس کیا ہے۔۔۔ اور اس مقدمے میں لیزی اینڈریو بورڈن کے خلاف شروع سے لے کر آخر تک

عیاں ثبوت کا ایک ذرہ تک نہیں۔ اس کے کپڑوں پر سے خون کا دھبہ تک نہیں ملا اور نہ ہی کوئی ہتھیار اس سے متعلق ہے۔"

بعد کو جیننگز اور رابنسن نے استغاثے کے اس نظریے کو چیلنج کیا کہ لیزی نے اپنا گناہ چھپانے کے لئے اپنے کپڑے جلائے۔ وہ گواہی کے لئے ایما بورڈن کو لائے جس نے لیزی کے حق میں گواہی دی اور بتایا کہ لیزی نے جو کپڑے جلائے وہ بہت پرانے اور گل سڑ چکے تھے لہٰذا درست طور پر جلائے گئے۔ دو دن بعد وکلائے صفائی کے دلائل ختم ہو گئے۔

مقدمہ آگے بڑھتا ہے

رابنسن نے اپنے دلائل ختم کرتے ہوئے یہ ضرور تسلیم کیا کہ ایک بڑا ہولناک حادثہ ہوا ہے۔ اس نے کہا:

"میساچوسٹس کے شہر فال ریور میں اگست 1892ء کو جو جرم ہوا وہ نہایت خوفناک اور گھناؤنا ہے، اس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔۔۔۔ اس حادثے کے مناظر اتنے ہولناک ہیں کہ کوئی زبان انہیں بیان نہیں کر سکتی۔"

رابنسن نے بعد کو اس امر پر زور دیا کہ لیزی اور اینڈریو بورڈن یعنی باپ بیٹی ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ کئی سال پہلے لیزی نے باپ کو ایک انگوٹھی دی تھی جو باپ سے اس کی محبت اور خلوص کی نشانی تھی۔ رابنسن نے اس حقیقت کو نمایاں کیا کہ لیزی کبھی اپنے باپ کو قتل نہیں کر سکتی:

"اس آدمی کو دیکھئے جو کبھی زیورات کا شائق نہیں رہا لیکن وہ ایک انگوٹھی بڑے شوق سے پہنتا تھا جو لیزی نے دی تھی۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ یہ انگوٹھی اس چاہت اور خلوص کی نشانی ہے جو زندگی کا سب سے پسندیدہ رشتہ ہے، یہ باپ اور بیٹی کے مابین پیار اور اعتماد کی نشانی ہے۔"

جب استغاثہ کے دلائل کی باری آئی تو نولٹن اور موڈی اس بات سے باخبر تھے کہ بنیادی کمزوری یہ ہے کہ ان کا مقدمہ واقعاتی ثبوتوں پر کھڑا ہے۔ اسی لئے انہوں نے دانستہ جیوری سے یہ اپیل کی کہ مقدمے کا فیصلہ عورتوں کے بارے میں معاشرے میں موجود رویے کو دیکھ کر کیا

جائے:

"اگر عورتوں میں طاقت، کھردرے پن اور جوش کی کمی ہوتی ہے تو اس کے بدلے میں وہ عیاری، مکاری، جلد بازی اور غصے کی خصوصیات رکھتی ہیں۔ ان کی محبت مردوں کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور اور دیرپا ہوتی ہے لیکن ساتھ ساتھ ان کی نفرت زیادہ خطرناک، مستقل اور ناقابل یقین ہوتی ہے۔"

استغاثہ کے دلائل ختم ہونے کے بعد مقدمہ ختم ہو گیا۔ اب جج نے جیوری کو آخری ہدایات دینی تھیں تاہم عدالت چھوڑنے سے پہلے ججوں نے لیزی کو جیوری کے سامنے بولنے کا موقع دیا، گو میساچوسٹس کے قوانین کے مطابق ملزم اپنے مقدمے میں گواہی نہیں دے سکتا تھا۔ لیزی نے بھی جیوری کے سامنے چند ہی الفاظ کہے "میں بے گناہ ہوں۔ میرے وکیل میری طرف سے بول رہے ہیں۔"

یہ یاد رہے کہ اگر لیزی کو سزائے موت ملتی تو ریاستی حکومت نے اسے ایک نئی ایجاد کردہ مشین کے ذریعے مارنے کا منصوبہ بنایا تھا جو اب برقی (الیکٹرک) کرسی کہلاتی ہے۔

لیزی کے حق میں ہدایت

مقدمے کے تین ججوں کی طرف سے جج ڈیوی نے مقدمے کے سلسلے میں جیوری کو ہدایات دیں۔ اس نے سب سے پہلے وکلائے صفائی کے اس نکتے کا ذکر کیا کہ استغاثہ کا کیس واقعاتی ثبوتوں پر استوار ہے۔ دوسرے اس نے قتل کے بعد پولیس کے سامنے لیزی کے تضاد بھرے بیانات موقع محل کے مطابق فطری قرار دیئے۔ یوں جج ڈیوی نے موثر طور پر استغاثہ کا کیس جڑ سے ہلا یا اور لیزی کے سلسلے میں جیوری کے ارکان کو ان کی ذمے داری یاد دلائی:

"اگر آپ کو شک ہے کہ جرم ہوا ہے لیکن ثبوت اس کی گواہی نہیں دے رہے تو یہ آپ کی ذمے داری ہے کہ ملزم کو بے گناہ قرار دیں۔ آپ صرف اور صرف سچائی کو تلاش کریں اور مقدمے کو جوش، نفرت اور تعصب کے جذبات سے بالاکر کے عقل اور قانون کی صاف فضا میں لے جائیں۔"

20 جون 1893ء کو جیوری کے ارکان بحث و مباحثے کے لئے کمرے میں چلے گئے۔ وہ

ایک گھنٹے بعد فیصلہ کر کے کمرہ عدالت میں واپس آئے۔۔۔۔انہوں نے لیزی بورڈن کو بے گناہ قرار دیا تھا۔ ارکان جیوری یا تو جج ڈیوی کی ہدایات کے زیر اثر تھے یا انہیں یقین ہو گیا تھا کہ لیزی نے قتل نہیں کیئے۔

اس طرح دو ہفتے کے طویل مقدمے کے بعد لیزی ایک آزاد عورت کی طرح عدالت سے نکلی۔ اس کے مقدمے کو پورے امریکا میں بڑی شہرت ملی۔ آج بھی ماہرین کا خیال ہے کہ قتل اس کی بہن ایما نے کیئے اور وہ اسے بچا رہی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اپنے ماں باپ کا قتل ایما نے کیا ہو یا کرائے کے قاتل استعمال کیئے ہوں۔ استغاثہ یا لیزی کے وکلاء نے ان متضاد بیانات سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ کرائے کا ایک قاتل بورڈن ہاؤس سے نکلتا دیکھا گیا تھا۔ دیگر بیانات کے مطابق بعد کو ایما قریبی قصبوں میں جاتی رہی تھی، ممکن ہے کہ وہ وہاں چھپے ہوئے قاتل یا قاتلوں سے ملاقات کرتی ہو۔

مقدمے کے بعد لیزی ایک نئے گھر میں رہنے لگی، اپنے باپ کی جائیداد کے سہارے وہ پرآسائش زندگی گزار سکتی تھی۔ اس نے عاقلانہ طور پر سرمایہ کاری کی اور امیر ہو کر خیراتی اداروں کو بڑی رقومات دینے لگی۔ اس نے معقول انداز میں زندگی گزاری اور پینتیس سال بعد 1927ء میں چل بسی۔ موت کے بعد بھی اس کے مقدمے کی شہرت قائم ودائم ہے۔

رہائی حاصل کرنے کے باوجود آج بھی لیزی کو امریکا کی سب سے مشہور قاتل عورتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی رہائی خواتین کی فتح تھی کیونکہ جیوری نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ عورت مکار اور سازشی ہوتی ہے اور قانون کے قوانین پر حرف بہ حرف عمل کیا۔

اوگین ڈیبس کا مقدمہ:1895ء

مدعا علیہ: اوگین ڈیبس۔ الزام: توہین عدالت اور سازش۔ استغاثہ: جان بلیک، ٹی ایم مل کرائنسٹ اور ایڈون والکر۔ وکلائے صفائی: کلیرینس ڈارو، ایس گریگوری اور لے مین ٹرمبل۔ جج: پیٹر گراسکپ اور ولیم ووڈز۔ جگہ: شکاگو (الینوئس) مقدمے کی تاریخیں: 26 جنوری تا 12 فروری 1895ء۔ فیصلہ: توہین عدالت کا مجرم، سازش میں بے گناہ۔ سزا: چھ ماہ قید۔

اہمیت

یہ امریکی عدلیہ کی تاریخ میں ایک غیر معمولی مقدمے کی حیثیت رکھتا ہے جس میں عدلیہ نے مزدوروں کے مقابلے میں صنعت کاروں کا ساتھ دیا، امریکی ریلوے یونین کو ہڑتال ختم کرنے کا حکم دیا اور یونین کے رہنما اوگین ڈیبس کو چھ ماہ قید کی سزا دی۔

جب انیسویں صدی میں امریکا میں صنعتیں پھلنے پھولنے لگیں اور ملک بھر میں ریلوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو شکاگو جیسے کئی تجارتی شہر بسنے لگے۔ لیکن صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ بدعنوانی بھی بڑھی۔ کارخانوں کے مالک چند امیر لوگ تھے جب کہ مزدوروں اور صنعتی دور کا احیا کرنے والے دیگر کارکنوں کو حکومت کی طرف سے کوئی تحفظ حاصل نہیں تھا۔ کارخانے والے کم تنخواہ دے کر مزدوروں سے کئی کئی گھنٹوں تک کام کرواتے تھے۔ مزید برآں انہیں کارخانے کی طرف سے سہولیات مثلاً بیماری کی رخصت یا معذوری کی تنخواہ بھی میسر نہیں تھیں۔

شکاگو میں خصوصاً مزدوروں کے ساتھ بڑا ناروا سلوک ہوتا تھا جہاں طاقت ور صنعت کاروں کا سرخیل، جارج ایم پل مین مقیم تھا جس کی کمپنی، پل مین پیلس کار کمپنی بین الاقوامی طور پر مشہور ریل کاریں بناتی تھی۔ کمپنی کی اپنی کالونی تھی جس میں کارکن کمپنی کے بنائے ہوئے گھروں میں کرایے پر رہتے۔ حتیٰ کہ جن دکانوں سے کھانے پینے کی اشیاء خریدتے وہ بھی کمپنی کے لوگوں کی تھیں۔

کمپنی اپنے کارکنوں سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کرایہ لیتی جبکہ تنخواہ معمولی دیتی تھی۔ 1893ء میں جب معاشی زوال آیا تو کمپنی نے تنخواہوں میں مزید 25 فیصد کمی کر دی لہٰذا 1893ء کے موسم سرما میں کمپنی کا ماحول بڑا مہیب اور ڈراؤنا تھا۔

ڈیبس کی بغاوت

اوگین ڈیبس 1855ء میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ ریل بنانے والے کارخانے میں معمولی مزدور کی حیثیت سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا لیکن جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ سیاست میں اس کی صلاحیتیں خوب چمکیں گی لہٰذا وہ ابھرتی امریکی ریلوے یونین میں شامل ہو گیا اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے بل بوتے پر 1893ء میں اس کا صدر بن گیا۔ 11 مئی 1894ء کو پل مین کمپنی کے تین ہزار تین سو کارکنوں نے اپنے مطالبات پورے نہ ہونے پر ہڑتال کر دی۔ یہ ہڑتال گو مقامی واقعہ تھی لیکن ڈیبس فوراً پل مین کمپنی پہنچا اور ہڑتال کی قیادت سنبھال لی۔ امریکی ریلوے یونین میں کیونکہ ریل چلانے والے، ریلوے اسٹیشنوں کے اہلکار اور ریل کار بنانے والے سارے کارخانوں کے کارکن شامل تھے لہٰذا دیکھتے ہی دیکھتے ہڑتال پورے امریکا میں پھیل گئی اور ریلیں چلنا بند ہو گئیں۔ جب امریکی ریلوے نظام مفلوج ہوا تو اسے ڈیبس بغاوت کا نام دیا گیا۔

امریکی صدر، گروور کلیولینڈ اس ہڑتال سے پریشان ہو گئے تاہم وہ پل مین کمپنی اور دیگر صنعت کاروں کے حامی تھے۔ ان کے اٹارنی جنرل، رچرڈ اولنی وفاقی ججوں کے پاس گئے تاکہ عدالت ہڑتال ختم کرنے کا حکم دے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ رچرڈ کے بیان کے مطابق ہڑتال سے 1890ء کے شرمن اینٹی ٹرسٹ ایکٹ کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ یہ ایکٹ بڑے

صنعتی اداروں کی اجارہ داری توڑنے کے لئے بنا تھا اور اس کے ذریعے وفاقی ججوں کو اداروں کے غلط احکامات روکنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اولنی کی تجویز پر وفاقی ججوں نے ایکٹ کا مقصد گھما پھرا کر اپنی طاقت استعمال کرتے ہوئے 2 جولائی 1894ء کو ڈیبس اور یونین کے دیگر رہنماؤں کو ہڑتال ختم کرنے کا حکم دیا۔

شدید غصے میں آکر ڈیبس اور دیگر رہنماؤں نے یہ حکم نظر انداز کر دیا۔ اس امر سے کیونکہ توہین عدالت ہوئی لہٰذا جج ووڈز نے ڈیبس کو اپنی عدالت میں طلب کیا اور چھ ماہ کی قید سنائی۔ توہین عدالت ایک ایسا روایتی ہتھیار ہے جس کے ذریعے کسی مقدمے یا جیوری کے بغیر جج اپنی طاقت تسلیم کرواتے ہیں۔ اس دوران حکومت نے ڈیبس پر الزام لگایا کہ اس نے سازش کے ذریعے وفاقی ڈاک کی ترسیل روکی ہے، دراصل ہڑتال کی وجہ سے ہزاروں خط منزل تک نہیں پہنچ سکے جن کی ترسیل ریلوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ وفاقی حکومت نے محض قانونی قدم نہیں اٹھائے بلکہ ہڑتال دبانے کے لئے امریکی فوج شکاگو پہنچ گئے۔

مقدمے کا آغاز

توہین عدالت کے برعکس قانون کے تحت سازش کا مقدمہ جیوری کے سامنے چلنا تھا۔ جب 26 جنوری 1895ء کو آغاز ہوا تو ڈیبس کے مشہور وکیل کلیرنس ڈارو نے جیوری کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ اصل مجرم حکومت ہے جو ڈیبس کو مقدمے میں پھنسا کر یونین کی تحریک ختم کرنا چاہتی ہے۔ ڈارو نے کہا:

''یہ ایک تاریخی مقدمہ ہے جس سے طے ہوگا کہ آزادی کی حمایت کی جائے یا مخالفت .... جہاں تک سازش کے الزام کا تعلق ہے وہ شروع سے ہر آمر کا پسندیدہ ہتھیار رہا ہے، اس کے ذریعے آزادی حاصل کرنے یا غور و فکر کا جرم کرنے پر سزا دی جاتی ہے۔''

ڈارو نے پھر فیصلہ کیا کہ جارج پل مین اور جنرل منیجرز ایسوسی ایشن کے ارکان کو مقدمے میں گواہ کے طور پر بلایا جائے۔ اس دوران استغاثہ نے اپنی باری پر ڈیبس پر سخت جرح کی، ان کی کوشش تھی کہ وہ غصے میں آکر اپنے سوشلسٹ نظریات کا اظہار کرتے ہوئے امریکی صنعت کو برا بھلا کہے، یوں خود بخود جیوری اس کی مخالف بن جاتی۔ مثلاً والکر نے ڈیبس

سے 'ہڑتال' کے معنی پوچھے تاہم اس نے ہر سوال کا جواب غیر جانب دارانہ انداز میں دیا:
''ہڑتال کا مطلب ہے ایک گروہ میں شامل کارکنوں کا کام روک دینا تاکہ اپنے حقیقی یا تصوراتی مطالبات منوائے جاسکیں۔''
والکر نے پھر پوچھا ''مسٹر ڈیبس اسکیب (Scab) کا کیا مطلب ہے؟''
ڈیبس نے جواب دیا ''لیبر یونین میں اسکیب کا مطلب ہے غدار یعنی وہ کارکن جو ہڑتال میں حصہ نہیں لیتا۔''
ڈیبس کے بیان کے بعد واقعات نے عجیب موڑ لیا۔ جارج پل مین اور جنرل منیجرز ایسوسی ایشن کے ارکان کھلی عدالت میں نہیں آنا چاہتے تھے لہٰذا ان کے زیر اثر جج گراسکپ نے ڈیبس کے بیان کے بعد یہ حکم جاری کیا:
''جیوری کے ایک رکن بیمار ہیں، ان کے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ وہ دو تین دن تک عدالت میں حاضر نہیں ہوسکتے لہٰذا یہ مقدمہ کچھ دنوں کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔''
مقدمہ ملتوی ہونے کے بعد جو صورت حال سامنے آئی وہ بڑی انوکھی تھی کیونکہ پھر مقدمہ دوبارہ شروع نہیں ہوا۔ درحقیقت حکومت نے ڈیبس کے خلاف سازش کا الزام واپس لے لیا۔ اب تک ثابت نہیں ہوسکا کہ یہ فیصلہ جارج پل مین کے اثر کا نتیجہ تھا یا حکومت کا مقدمہ کمزور تھا تاہم توہین عدالت کے جرم میں ڈیبس نے چھ ماہ کی قید کاٹی۔

ڈیبس کا سیاسی کیریئر جاری رہا

ڈیبس کی ہڑتال ناکام ہوگئی لیکن جب وہ سزا بھگت کر رہا ہوا تو اس کی سیاسی شہرت برقرار تھی۔ اب وہ دائیں بازو کے امریکیوں کا ممتاز ترجمان بن گیا۔ 1900ء سے لے کر 1920ء تک (1916ء کے الیکشن چھوڑ کر) وہ امریکا کے صدارتی انتخابات میں امریکی سوشلسٹ پارٹی کا امیدوار رہا اور ہر انتخاب ہارا۔
جب امریکا نے پہلی جنگ عظیم میں حصہ لیا تو وہ بڑا ناراض ہوا۔ اس نے بڑے سخت الفاظ میں صدر ووڈ رو ولسن پر تنقید کی جس کے نتیجے میں اسے پھر غداری کے الزام میں دھر لیا گیا۔ اس کی گرفتاری کی بنیادی وجہ انٹرنیشنل ورکرز آف دی ورلڈ کی حمایت تھی جو ووبلیز

(Wobblies) کہلاتی تھی۔ اس بار عدالت نے ڈیبس کو مجرم قرار دیا۔ ڈیبس نے سپریم کورٹ میں اپیل کی جو مسترد ہو گئی۔ جیل سے ڈیبس نے پانچویں اور آخری بار صدارتی انتخاب میں حصہ لیا اور پھر نا کام ہوا۔

ڈیبس کی تنقید سے ولسن اتنا ناراض ہوا کہ اُسے معافی دینے سے انکار کر دیا۔ 1920ء کے انتخابات وارن جی ہارڈنگ نے جیتے جو زیادہ رحم دل تھا، اس کے حکم پر دسمبر 1921ء میں ڈیبس کو رہا کر دیا گیا بلکہ اس نے کرسمس والے دن اسے وائٹ ہاؤس بلایا۔ لیکن جیل سے رہا ہونے کے بعد ڈیبس کو علم ہوا کہ امریکی سوشلسٹ پارٹی اب نیم مردہ ہو چکی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے آخری برس خاموشی بسر کئے اور 1926ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

لیون کازولگوسز کا مقدمہ: 1901ء

مدعا علیہ: لیون کازولگوسز۔ الزام: صدر ولیم میکنلے کا قتل۔ استغاثہ: تھامس پینی۔ وکلائے صفائی: لوران لیوس اور رابرٹ ٹائٹس۔ جج: ٹرومین وائٹ۔ جگہ: بفلو (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 23 تا 24 ستمبر، 1901ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: بجلی کی کرسی پر بٹھا کر موت۔

اہمیت

لیون کازولگوسز ایک کٹر انارکسٹ تھا جسے صدر میکنلے کے سنسنی خیز قتل کے الزام میں موت کی سزا سنائی گئی۔ یہ مقدمہ حیران کن حد تک مختصر تھا۔ یہ ثبوت موجود تھے کہ لیون دیوانہ ہے مگر عدالت نے اسے ہوش مند قرار دیا۔ خیال ہے کہ جیوری نے ناپسندیدہ سیاسی نظریے رکھنے پر اسے سزا دی۔

لیون کازولگوسز مشی گن میں رہنے والے ایک غریب جوڑے کا آٹھواں بچہ تھا۔ بچپن ہی سے اس نے مختلف چھوٹے موٹے کام کیے پھر کلیولینڈ جا کر ایک کارخانے میں کام کرنے لگا۔ نوجوانی کی عمر میں وہ انارکسٹ کا دلدادہ ہوا۔ اس زمانے میں مزدوروں، کارکنوں وغیرہ میں انارکسٹ کے نظریات مقبول تھے تاہم عام امریکی ان سے نفرت کرتے تھے۔

جب ایک انارکسٹ نے اٹلی کے بادشاہ کو قتل کر دیا تو لیون کے دماغ میں یہ تمنا جاگزیں ہوگئی کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے صدر ولیم میکنلے کو قتل کیا جائے۔ اگست 1901ء میں وہ بفلو (نیویارک) میں ہونے والی پان۔ امریکن ایکسپو (نمائش) گیا جہاں صدر ولیم نے بھی آنا

تھا۔صدر کیونکہ بہت مشہور تھے لہٰذا نمائش میں ہزاروں لوگ انہیں دیکھنے آئے۔6 ستمبر کو لیون ہجوم میں اپنا راستہ بناتا اس جگہ پہنچ گیا جہاں صدر لوگوں سے ہاتھ ملا رہے تھے۔اس نے کامیابی سے صدر کے محافظوں کے درمیان سے رستہ بنایا اور چھپایا ہوا پستول نکال لیا۔اس سے پہلے کہ حیرت زدہ تماشائی اسے دبوچتے وہ دو گولیاں صدر ولیم کے جسم میں اتار چکا تھا۔
ایک گولی صدر کا جسم چھو کر گزر گئی مگر دوسری نے ان کا پیٹ پھاڑ دیا۔ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوشش کے باوجود صدر کے زخم ٹھیک نہ ہو سکے اور وہ 14 ستمبر 1901ء کو چل بسے۔

مقدمہ۔۔۔تیز سے تیز تر

صدر کے قتل سے عوام میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے مطالبہ کیا کہ لیون کے مقدمے کا فیصلہ جلد از جلد سنایا جائے، اس لیے صدر کی وفات کے صرف ایک ہفتے بعد، 23 ستمبر کو مقدمے کا آغاز ہوا۔مشکل یہ آن پڑی کہ لیون کا دفاع کون کرے،کوئی بھی وکیل ایسے قابل نفرت انسان کا مقدمہ نہیں لڑنا چاہتا تھا۔آخر مقامی بار ایسوسی ایشن کے صدر کی مداخلت پر لورین لیوس اور رابرٹ ٹائٹس وکلائے صفائی بنے۔
لیکن عملی طور پر دونوں کے پاس اپنا مقدمہ تیار کرنے کے لئے وقت نہیں تھا اور معاملہ اس وقت مزید پیچیدہ ہو گیا جب لیون نے دونوں سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔لہٰذا لیوس صرف یہی دلیل دے سکا کہ جو شخص صدر کو قتل کر دے وہ یقیناً پاگل ہے کیونکہ اس جرم کی سزا پھانسی ہے:
''ہر انسان میں زندہ رہنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔موت ایک ایسا بھوت ہے جس سے ملتے ہوئے ہر کوئی گھبراتا ہے۔اب مدعا علیہ کو دیکھئے۔۔۔۔ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں نمائش میں گیا اور ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا موت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ باشعور انسان ہے؟''
لیکن استغاثہ نے ثبوت پیش کئے کہ لیون انارکسٹ سے متاثر اور انارکسٹوں سے تعلقات رکھتا ہے۔انہوں نے جیوری کو یاد دلایا کہ عوام مقدمے کا جلد فیصلہ چاہتی ہے:
''گواہوں نے بتایا ہے کہ ملزم اکثر انارکسٹوں سے ملتا جلتا اور ان کی میٹنگوں میں جاتا ہے، وہیں اس کے مریض دل میں قتل جیسے بھیانک جرم کے جراثیم پیدا ہوئے۔۔۔۔مقدمے

میں کیا کوئی ایسا ثبوت پیش ہوا جس سے ثابت ہو سکے کہ یہ پاگل ہے؟ البتہ یہ ثابت ہے کہ یہ ہوش مند انسان ہے لہٰذا قانون نے آپ کے کاندھوں پر جو ذمے داری ڈالی ہے، اس سے انصاف کیجئے۔"

استغاثہ نے جیوری کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ قانون کے مطابق لیون باشعور ہے ورنہ اس کی دیوانگی کے ثبوت پیش کئے جائیں۔ وکلائے صفائی عملی طور پر کسی قسم کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے لہٰذا سب کو پہلے ہی فیصلے کا علم ہو گیا۔ تھامس چینی کی درخواست پر جج وائٹ نے مقدمہ ختم کر دیا اور جیوری کو ایسی ہدایات دیں جو استغاثہ کے دلائل کی حمایت کرتی تھیں:

"اس مقدمے میں ثابت ہو گیا ہے کہ مدعا علیہ باشعور ہے۔۔۔۔اسے دیوانہ قرار دینے کی جو بھی کوشش کر رہا ہے، وہ غلطی پر ہے۔"

جج وائٹ کی ہدایات وکلائے صفائی کے لئے آخری ضرب ثابت ہوئیں، اب یہ امکان نہیں رہا کہ لیون دیوانہ قرار دیے جانے پر رہا ہو جائے گا کیونکہ اس قسم کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے عمل کے ضرر سے ناواقف تھا۔ یوں صرف ایک دن بعد یعنی 24 ستمبر 1901ء کو مقدمہ ختم ہو گیا۔ علامتی بحث کے بعد جیوری کے ارکان نے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ ملزم پاگل نہیں لہٰذا قتل کے الزام میں مجرم قرار دے کر اسے فرسٹ ڈگری کی سزا سنائی جاتی ہے۔

29 اکتوبر 1901ء کو لیون برقی کرسی پر بیٹھا اور بجلی کا سوئچ دباتے ہی جہان فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے آخری بیان سے کسی قسم کی ندامت ظاہر نہیں ہوتی:

"میں نے صدر کو اس لئے مارا کیونکہ وہ اچھے لوگوں اور کام کرنے والے اچھے لوگوں کا دشمن تھا۔ اس جرم پر میں شرمندہ نہیں......"

حقیقت یہ ہے کہ لیون نے جتنے بھی بیان دیئے، سب سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے صدر ولیم کو کیوں قتل کیا؟ بس وہ ان سے اس تصوراتی یقین کی وجہ سے نفرت کرتا تھا کہ وہ عوام دشمن صدر ہیں۔ لیون کی غیر عقلی حرکات واضح طور پر یہ اشارہ کرتی ہیں کہ اس کا ذہنی توازن خراب تھا لیکن یہ حقیقت ایک طرف رکھ دی گئی کیونکہ سب لوگ مقدمے کا فیصلہ جلد چاہتے تھے اور عوام میں اس کے خلاف بہت نفرت پھیل چکی تھی۔

ولیم 'بگ بل' ہے وڈ کا مقدمہ: 1907ء

مدعا علیہ: ولیم ڈیوڈلی ہے وڈ۔ الزام: قتل کرنے کی سازش۔ استغاثہ: ولیم بوراج، جیمز ہیولے، چارلس کولشے اور اوون وان ڈائسن۔ وکلائے صفائی: کلیرنس ڈارو، فریڈ ملر، جان نکنٹ، ایڈمنڈر چرڈسن اور ایڈگر ولسن۔ جج: فری مونٹ وڈ۔ جگہ: بوئسی (اڈاھیو)۔ مقدمے کی تاریخیں: 9 مئی تا 28 جولائی 1907ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

امریکی حکومت نے کھلے عام عدالتوں اور فوج کی مدد سے دائیں بازو کی مزدور تحریک کو دبانے کی کوشش کی تاہم ولیم ہے وڈ کی رہائی مزدوروں کی تحریکوں کی کامیابی اور بڑے صنعت کاروں کی شکست سمجھی گئی اور عام لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

1869ء میں پیدا ہونے والا ڈیوڈ ہے وڈ 'بگ بل' کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے مغربی امریکا میں پرورش پائی جہاں لاقانونیت کا دور دورہ تھا اور جہاں جب قیمتی معدنیات کے ذخائر دریافت ہوئے تو بڑی کمپنیاں قدرتی وسائل کا استیصال کرنے لگیں۔ اس زمانے میں کانوں کا ماحول بڑا خراب تھا، کان کن گھنٹوں مسلسل کام کر کے اپنی کمریں تڑواتے تھے لیکن انہیں معمولی تنخواہیں ملتی تھیں، کانوں میں ہوا کی آمد و رفت کا انتظام بھی بڑا برا تھا۔ جب انیسویں صدی کے آغاز میں یونینیں بننے لگیں تو ان کے رہنماؤں کو کان کن بہت پسند آئے جوان کی تقریریں

بڑے شوق سے سنتے تھے۔

ہے وڈ بھی یونین کی سیاست میں حصہ لینے لگا اور ایک دن ایسا آیا کہ کان کنوں کی یونین، ویسٹرن فیڈریشن کا سربراہ بن گیا۔ وہ لیبر یونینوں کے چند انتہا پسند رہنماؤں میں سے ایک تھا۔ وہ سوشلسٹ پارٹی کا رکن اور انارکسٹوں کا بھی حامی تھا۔ مزید برآں وہ کھلے عام کہتا تھا کہ مزدوروں کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے ہڑتالیں کرنی چاہئیں۔ ہے وڈ کی انتہا پسندی دیکھ کر صنعت کار اور وفاقی حکومت اسے دشمن سمجھنے لگی۔

کوئیر ڈی الینی کی ہڑتال

اڈھایو ریاست میں کوئیر ڈی الینی دنیا کے ان چند علاقوں میں شامل ہے جہاں سب سے زیادہ معدنیات کے خزانے ہیں۔ 1897ء میں ہے وڈ کی ویسٹرن فیڈریشن آف مائنرز کی قیادت میں کان کنوں نے علاقے کی کانیں کھودنے والی تمام کمپنیوں کے خلاف ہڑتال کی۔ 1898ء میں جب فرینک سٹیونن برگ اڈھایو کا دوبارہ گورنر بنا تو ہڑتال مزدوروں اور انتظامیہ کے مابین ٹھیک ٹھاک تصادم کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ کان کنوں نے کمپنیوں کے ان گارڈوں اور غدار مزدوروں کا بہادری سے مقابلہ کیا جو ہڑتال ناکام بنانے کے لئے سرگرم تھے۔ جب ایک بم دھماکے سے دو گارڈ ہلاک ہوئے تو فرینک کو محسوس ہوا کہ ہڑتال کھلی جنگ میں بدل سکتی ہے لہٰذا اس نے واشنگٹن سے مدد طلب کی۔

جواب میں صدر ولیم میکنلے نے فوج اڈھایو بھجوا دی، یوں ہڑتال زبردستی دبا دی گئی۔ اس عمل میں ہڑتالیوں کے قانونی حقوق پیروں تلے روند دیئے گئے اور کئی سو لوگوں کو باڑوں میں قید رکھا گیا۔ اب ہے وڈ حکومت کی نظر میں ایک خطرناک آدمی بن گیا اور اس پر نظر رکھی جانے لگی۔ کئی سال بعد 30 دسمبر 1905ء کو فرینک سٹیونن برگ کلیڈ وال (اڈھایو) میں واقع اپنے گھر کے صحن میں ہونے والے ایک بم سے مارا گیا۔ اس وقت تک وہ گورنر نہیں رہا تھا۔

دو دن بعد 1 جنوری 1906ء کو پولیس نے کلیڈ وال سے ہیری آرچرڈ کو فرینک کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ آرچرڈ نے اقبال جرم کر لیا اور پولیس کو بتایا کہ ہے وڈ اور چارلس موئیر نے فرینک کو مارنے کے لئے اسے رقم دی تھی۔ چارلس بھی ویسٹرن فیڈریشن کا ایک اور

اہم عہدے دار تھا۔ پولیس نے فوراً دونوں کو گرفتار کر لیا۔

کیا آرچرڈ قابل اعتماد آدمی تھا؟

9 مئی 1907ء کو اڈھایو کے شہر، بوئسی میں مقدمے کا آغاز ہوا۔ استغاثے کا سب سے اہم گواہ آرچرڈ تھا جس نے قتل کا اعتراف کیا۔ لیکن وہ طویل عرصے سے مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث تھا اور اس نے فوراً یہ تسلیم کر لیا "جب بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے، میں جھوٹ بول لیتا ہوں۔" چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ وہ ماضی میں کئی بار دروغ گوئی کر چکا تھا۔ بہرحال آرچرڈ اپنے بیان پر قائم رہا کہ ہے وڈ اور چارلس نے فرینک کو قتل کرنے کے سلسلے میں اسے ڈالر دیئے۔ وکیل صفائی، کلیرنس ڈارو کو شک تھا کہ آرچرڈ کے پیچھے کان کنی کی کمپنیاں ہیں لہٰذا اس نے جیوری کے سامنے کہا:

"کلوریڈو اور اڈھایو کی کانوں کے مالکین تاریں ہلا ہلا کر آپ سب کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچا رہے ہیں۔ انہوں نے ہی ویسٹرن فیڈریشن کے ان افسروں کو پھنسوایا ہے تاکہ انہیں پھانسی مل سکے۔"

جب استغاثہ نے ہے وڈ کو بیان کے لئے بلایا تو اس نے صاف لفظوں میں کہا کہ اس نے آرچرڈ کے ذریعے فرینک کو قتل نہیں کرایا۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ سابق گورنر سے نفرت کرتا تھا لیکن یونین کا ایک کارکن اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ استغاثہ کے ایک سوال کے جواب میں ہے وڈ نے کہا:

یہ سچ ہے کہ "میں مقتول گورنر سے ویسی ہی نفرت کرتا ہوں جیسی ان لوگوں سے جنہوں نے کوئیرڈی الینی میں مارشل لگایا اور جانوروں کے باڑوں میں انسانوں کو رکھا۔"

ڈارو نے ایسے ایسے گواہ بلائے جو آرچرڈ کو جانتے تھے، انہوں نے تصدیق کی کہ اس پر کسی صورت بھروسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ جھوٹا انسان ہے۔ تاہم یہ عمل فالتو تھا کیونکہ آرچرڈ تسلیم کر چکا تھا کہ وہ ماضی میں کئی بار جھوٹ بول چکا ہے۔ ڈارو نے آخر یہ اعلان کر دیا کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بڑے صنعت کار اور تاجر ہے وڈ اور یونینوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس نے جیوری سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"محترم ارکان، میں صرف مدعا علیہ کے لئے نہیں بول رہا بلکہ غریبوں، کمزوروں اور ان

لوگوں کے لئے بول رہا ہوں جو بے بسی اور مجبوری کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اس وقت ساری دنیا کی نگاہیں آپ بارہ اشخاص پر ہیں۔۔۔۔ اگر آپ نے اسے مار دیا تو کئی لوگ نعرہ تحسین بلند کریں گے۔ اگر آپ نے بھی ہے وڈ کو پھانسی کی سزا سنائی تو ہمارے عظیم شہروں میں ریلوے کے دفاتر میں بیٹھے افسر آپ سب کے نام سن کر خوشی سے تالیاں بجائیں گے۔ اگر آپ نے اس کی موت کا حکم دیا تو وال سٹریٹ کے نامی گرامی لوگ آپ سب کو اپنے کاندھوں پر بٹھائیں گے۔۔۔۔ لیکن کیا واقعی آپ سب اس قسم کی شہرت چاہتے ہیں؟"

جیوری میں کیونکہ اڈھایو کے کسان شامل تھے لہٰذا ڈارو نے دانستہ ان کی جڑوں کو جھنجھوڑا جو مزدوروں کے طبقے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس کے طویل دلائل نے یہ فضا بنا ڈالی کہ تمام کسان اور کان کن آپس میں بھائی ہیں اور متحد ہو کر ظالم صنعت کاروں اور تاجروں کا مقابلہ کریں گے۔

دوسری طرف وکیل استغاثہ ولیم بورہا نے ارکان جیوری کو اصل مسئلے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی کہ آرچرڈ کے بیان کے مطابق کیا ہے وڈ نے سابق گورنر کو قتل کروایا ہے؟ اس نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ ڈارو کی جیوری سے سیاسی اپیل دراصل دودھاری تلوار ہے جو اس نے موثر طور پر ڈارو کے خلاف سونت لی۔ بورہا جانتا تھا کہ یونین کی ہڑتال کا ناپسندیدہ عنصر یہ تھا کہ وہ انارکسٹوں اور انقلابیوں کے قریب تھی جو امریکی حکومت ختم کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے بورہا نے انتہا پسندوں کے خلاف آواز بلند کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہے وڈ ان عناصر کے قریب ہے:

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہنم سے آئی ہوئی شیطان صفت انارکی اپنی پوری قوت کے ساتھ اڈھایو میں قدم جمانے کی کوشش کر رہی ہے۔ کیا ہمیں اس صورت حال کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے؟ ہمیں اسے ختم کرنا ہوگا۔۔۔۔ میں بھی وہی چاہتا ہوں جو آپ چاہتے ہیں، اڈھایو کی اپنی روایات ہیں جو صدیوں سے قائم ہیں، انارکی ان کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔"

ہے وڈ کی رہائی

مقدمے کے اختتام پر جیوری نے نہ صرف ڈارو کی زبردست کارکردگی دیکھی بلکہ استغاثہ کی موثر خطابت بھی سنی، بحث میں جج وڈ نے بہت کم دخل دیا لیکن جب جیوری کو ہدایات دینے کا موقع آیا تو وہ کھل کر بولا۔ غیر متوقع طور پر اس کا بیان واضح طور پر ہے وڈ کے حق میں تھا۔ وڈ

نے جیوری کو یاد دلایا کہ ہوسکتا ہے ارکان جیوری کو ہے وڑ کی بے گناہی پر شک ہو لیکن قانون کے مطابق انہیں ملزم کو رہا کر دینا چاہئے کیونکہ استغاثہ اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرسکی۔ وڑ نے درحقیقت اپنے بیان میں استغاثے پر تنقید کی کیونکہ وہ آرچرڈ کے بیان کی حمایت کے سلسلے میں مزید ثبوت فراہم نہیں کرسکی اور یوں اس کی نااہلیت ثابت ہوتی تھی:

''معززین! اس ریاست کے قوانین کے مطابق محض ایک شریک جرم کی گواہی پر کسی شخص کو جرم کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی، اس کے لئے مزید ٹھوس ثبوت درکار ہوتے ہیں۔''

یہ ڈارو کی وضاحت کا کمال تھا یا جج وڈ کی ہدایات کا نتیجہ کہ 28 جولائی 1907ء کو ارکان جیوری نے اپنی بحث ختم کرنے کے بعد بھری عدالت میں اعلان کیا کہ ہے وڑ کو بے گناہ قرار دیا جاتا ہے۔

رہا ہونے کے بعد ہے وڑ ایک بار پھر اپنی انتہا پسند سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔ جب جنگ عظیم اول شروع ہوئی تو عوام الناس اور حکومت دائیں بازو کی سب جماعتوں کی مخالفت کرنے لگی اور انہیں غدار سمجھا گیا کیونکہ وہ امریکی فتح پر خوش ہونے کے بجائے مزدوروں کے مقاصد پورے ہوتا دیکھنا چاہتی تھیں۔ دائیں بازو کی جماعتوں نے نہ صرف جنگ پر تنقید کی بلکہ کمیونسٹوں سے تعلقات قائم کرلئے جو روسی سلطنت پر قابض ہو چکے تھے۔

1918ء میں امریکی حکومت نے غداری کے الزام میں دوبارہ ہے وڑ کو گرفتار کرلیا۔ مقدمہ چلا اور اس بار خوش قسمتی کی دیوی ہے وڑ پر مہربان نہیں تھی، عدالت نے اسے مجرم پاکر بیس سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ اس وقت ہے وڑ ضمانت پر رہا ہو چکا تھا لہٰذا وہ موقع پاکر سوویت یونین فرار ہو گیا جہاں کمیونسٹ حکومت نے اسے پناہ دے دی۔ ہے وڑ کی بقیہ زندگی سوویت یونین ہی میں گزری اور 1928ء میں مرنے کے بعد سوویت نے اسے اعزاز کے ساتھ کریملن میں دفنایا۔

ہے وڑ کی رنگ برنگ زندگی کے باوجود پہلے مقدمے میں اس کی رہائی کو آج بھی مزدوروں کی منظم یونین کی اہم فتح سمجھا جاتا ہے۔ حکومت نے مزدوروں کو شکست دینے کے لئے فوج اور عدالت کی مدد سے زبردست چڑھائی کی لیکن وہ ان کا دامن فرینک کے خون سے آلودہ نہ کرسکی۔ حکومت کو کیونکہ کان کنی کی کمپنیوں کی حمایت حاصل تھی، اسی لئے ہے وڑ کی رہائی کو بڑے صنعت کاروں کی زبردست شکست قرار دیا گیا۔

چارلس بیکر کے مقدمے: 1912ء۔1914ء

مدعا علیہ: چارلس بیکر۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: فرینک موس اور چارلس وٹمین (پہلا مقدمہ)۔ چارلس وٹمین (دوسرا مقدمہ)۔ وکلائے صفائی: جان میکلنا ٹری، سٹرانکر اور وائٹ سائڈ (پہلا مقدمہ)۔ بورک کوکران، جان جانسٹون اور مارٹن مانٹن (دوسرا مقدمہ)۔ جج: جان گوف (پہلا مقدمہ)۔ سیموئیل سیبری (دوسرا مقدمہ) جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 7 اکتوبر تا 30 اکتوبر 1912ء (پہلا مقدمہ)۔ 2 مئی تا 22 مئی، 1914ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: بجلی کی کرسی کے ذریعے موت۔

اہمیت

نیویارک پولیس کے لیفٹیننٹ چارلس بیکر کا خودغرض کیریئر ہوس پرستی اور غنڈہ گردی سے بھرپور رہا اور آخر اس نے مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث اپنے ایک ساتھی کو قتل کروا دیا۔ بیکر نے پولیس میں رہتے ہوئے اپنا خصوصی گروہ تشکیل دیا جس نے بیسیوں جرم کئے۔ اسی سے تحریک حاصل کر کے مشہور ناول نگار سٹیفن کرین نے اپنا ناول 'میگی: اے گرل آف دی سٹریٹس' لکھا۔ بیکر کے مقدمے کے ذریعے عام لوگوں اور اخبارات نے شہر میں پھیلے رشوت کے جال کو قریب سے دیکھا۔

چارلس بیکر 1869ء میں جرمن مہاجرین کے گھر پیدا ہوا جو نیویارک کے رہائشی بن چکے

تھے۔ 1890ء کے عشرے میں جب بیکر جوان ہوا اس وقت نیویارک مہاجرین سے بھرا پڑا تھا اور نئی صنعتی خوشحالی آ رہی تھی۔ لیکن وہ شہر رشوت کا گڑھ بھی تھا۔ بدکردار سیاست دان اور جرائم پیشہ گروہوں کے سربراہ مل جل کر شہر کی بلدیہ چلاتے اور عصمت فروشی، جوے، اغواء اور دیگر جرائم کے ذریعے ہونے والی آمدنی بانٹ لیتے تھے۔ شہر کی پولیس میں کئی دیانت دار افسر بھی تھے لیکن اکثریت ان کی تھی جو بے ایمان سیاست دانوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی مدد کر کے اپنی جیبیں رقم سے بھرنا چاہتے تھے۔ بیکر پولیس کا معمولی سپاہی تھا لیکن اپنی صلاحیتوں کے ذریعے نیویارک کی جرائم پیشہ دنیا میں جلد ہی مشہور ہو گیا۔

وہ چھ فٹ کا لمبا چوڑا انسان تھا اور اسے دیکھتے ہی ایک طاقت ور مرد کا احساس ابھرتا تھا۔ وہ لڑائی جھگڑے کا شوقین مگر عقل مند انسان تھا۔ رفتہ رفتہ وہ ان غنڈوں کا سردار بن گیا جو دلالوں اور جوئے خانوں کے مالکوں کی حفاظت کے لئے ان سے رقم وصول کرتے تھے۔ بیکر کی خوش قسمتی کے پولیس کے شعبے میں اسے ساتھ ساتھ ترقی ملتی گئی۔ 1911ء میں پولیس کمشنر، رہائن لینڈر رواللڈو نے بیکر کو مزید ترقی دے کر نہ صرف اسے لیفٹیننٹ اور اپنا نائب بنایا بلکہ اس خصوصی دستے کا سربراہ بنا دیا جو مجرموں پر دھاوا بولا کرتا تھا۔

بیکر کا جرائم پیشہ گروہ

بیکر کو اس قسم کے دستے کا انچارج بنانا خلاف توقع نتیجے کی انتہا تھی اور اس نے کوئی وقت ضائع کئے بغیر دستے کو اپنا ذاتی موبائل چھاپہ مار دستہ بنا لیا۔ جلد ہی براڈ دے اور مین ہیٹن کے علاقے میں ہر دلال اور جوئے خانے کے مالک کو پتہ چل گیا کہ اگر وہ بیکر کے مطالبات پورے نہیں کرے گا تو بیکر کا چھاپہ مار دستہ یقیناً اس کے اڈے پر چھاپہ مار دے گا۔ علاوہ ازیں جب بیکر طاقت ور ہوا تو نیویارک کے نامی گرامی غنڈے اس کے لئے کام کرنے لگے مثلاً جیپ دی بلڈ، ڈاگو فرینک، وہٹی لوئیس، بگ جیک وغیرہ۔

ہرمن روزنتھل نیویارک کے ایک بڑے جوئے خانے کا مالک اور بیکر کی مجرمانہ سرگرمیوں میں اس کا ساتھی تھا۔ کچھ عرصے کے لئے بیکر اور ہرمن نے مشترکہ طور پر جوا خانہ چلایا لیکن پھر منافع کی تقسیم پر دونوں کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ بیکر کے چھاپہ مار دستے نے چھاپہ

مار کر ہرمن کا جواء خانہ بند کر دیا۔ ہرمن طیش میں آ کر نیو یارک کے نئے اور بڑے ایمان دار اٹارنی جنرل، چارلس وٹمین کے پاس گیا اور اسے بیکر کی تمام مجرمانہ سرگرمیوں سے آگاہ کر دیا۔ وٹمین نے فی الفور طاقت ور بیکر سے براہ راست ٹکر لے کر پورے نیو یارک کو حیرت زدہ کر دیا۔۔۔اس نے بیکر کے جرائم ثابت کرنے کے لئے ایک گرینڈ جیوری بلا لی۔

شدید غصے میں آ کر بیکر نے اپنے غنڈوں کو حکم دیا کہ ہرمن کو قتل کر دو اور وعدہ کیا کہ انہیں پولیس تحفظ دے گی۔ 21 جولائی 1911ء کو جیک روز کی قیادت میں کیفے میٹروپول کے باہر بیکر کے غنڈوں نے ہرمن کو پکڑا اور اسے گولی مار دی۔ اپنے سب سے اہم گواہ کے قتل کے باوجود وٹمین نے ہمت نہیں ہاری اور اس کے سراغ رساں آخر تفتیش کرتے کرتے جیک تک پہنچ گئے۔ گرفتار ہونے کے بعد پہلے تو جیک نے آواز نہیں کھولی لیکن جب بیکر اس کی مدد کو نہیں آیا تو جیک تڑخ گیا اور اس نے وٹمین کو بتایا کہ بیکر نے اسے ہرمن کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وٹمین اب اپنے دستوں کو حرکت میں لایا اور بیکر اور اس کے غنڈوں کو ہرمن کے قتل کے الزام میں دھر لیا گیا۔

ایک سخت جج سے آمنا سامنا

7 اکتوبر 1912ء کو بیکر کے مقدمے کا آغاز ہوا۔ جج جان گوف تھا جو وٹمین کی طرح دیانت دار اور کرپشن کا مخالف تھا۔ مشہور تھا کہ وہ نیو یارک بینچ پر بیٹھنے والا سب سے سخت جج ہے۔ اسی لئے وٹمین اور اس کے دست راست، فرینک سوس کو ملزم کے وکلا پر برتری حاصل تھی۔ استغاثہ نے سب سے پہلے جیک کو بطور گواہ پیش کیا جس نے بیکر سے اپنی گفتگو سب کو سنائی:

''بیکر نے مجھ سے کہا ہرمن جیسے غدار کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے، اسے روک دیا جائے تاکہ وہ آئندہ ہمیں تنگ نہ کر سکے۔ میں نے اس سے پوچھا 'تم کہنا کیا چاہتے ہو؟' وہ کہنے لگا 'ہرمن اس قسم کا انسان ہے جسے زمین کے نیچے ہونا چاہئے۔'

جیک نے پھر بتایا کہ بیکر نے اسے ہرمن کو قتل کرنے کا حکم کیسے دیا:

''بیکر نے مجھ سے کہا 'میں اسے پٹوانا نہیں چاہتا، یہ کام تو میں خود بھی کر سکتا ہوں۔ میں اس کے جوئے خانے میں جا کر کسی بھی الزام میں اس کی ٹھکائی کر سکتا ہوں۔ لیکن مار پیٹ سے وہ ٹھیک نہیں ہو گا، وہ میری نظر میں، تمہاری اور سب کی نظروں میں کتا ہے۔ اسے اس زمین پر

زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، اسے ختم کر دو، اس کا گلا کاٹ دو، بم سے اڑا دو، کچھ بھی کرو۔"

جب بیکر کے چیف وکیل، میکلنا ٹری نے جیک اور دیگر گواہوں سے جرح کرنے کی کوشش کی تو جج گوف کے بار بار ٹوکنے پر وہ بڑا پریشان ہوا۔ جج گوف نے کئی بار اس کی جرح کو مختصر کیا اور مزید وقت کے لئے اس کی درخواستیں رد کر دیں۔ مقدمے کے وقفوں میں بیکر نے میکلنا ٹری کی بظاہر ناکامی پر اسے طعنہ زنی کی مگر اس کی حکمت عملی یہ تھی کہ کامیاب اپیل کے لئے سازگار ماحول پیدا کیا جائے۔ جج گوف نے حسب توقع ارکان جیوری کو ہدایات دیتے ہوئے کہا:

''یہ درست ہے کہ قتل روز اور اس کے ساتھیوں نے کیا لیکن روز بیکر کا کارندہ تھا جس نے کہا اسے قتل کا حکم دیا لہٰذا قانون کی نظر میں بیکر بھی قاتل ہے۔''

جیوری نے 30 اکتوبر 1912ء کو بیکر کو سزائے موت دے دی لیکن جیسا کہ میکلنا ٹری کو امید تھی، کورٹ آف اپیلز نے اس سزا کے خلاف اس کی اپیل منظور کر لی اور یہ فیصلہ سناتے ہوئے مقدمے کو دوبارہ چلانے کا حکم دیا کہ جج گوف نے درست طور پر اپنی ذمے داری نہیں نبھائی اور وٹمین کے گواہ 'خطرناک اور گھٹیا' تھے۔

مقدمے کا دوبارہ آغاز

2 مئی 1914ء کو بیکر کے مقدمے کا آغاز ہوا۔ اس بار جج، سیموئیل سیبری تھا اور بیکر نے بھی نئے وکیل کئے۔ حکومت کا وکیل وٹمین ہی تھا مگر اب اسے فرینک موس کی حمایت حاصل نہیں تھی۔

اس بار وٹمین نے اپنی حکمت عملی تبدیل کرتے ہوئے جیک اور بیکر کے دوسرے غنڈوں پر کم انحصار کیا اور جیمز مارشل پر زیادہ توجہ دی، یہ حبشی نوجوان بیکر کا مخبر تھا اور اس وقت بیکر کے پاس موجود تھا جب اس نے جیک اور دوسرے بدمعاشوں کو برمن کے قتل کا حکم کیا تھا۔ دیگر گواہوں کے برعکس جیمز نے قتل میں حصہ نہیں لیا تھا لہٰذا وٹمین کو یقین تھا کہ اگر بیکر کو دوبارہ سزا ہوئی تو کورٹ آف اپیلز استغاثہ پر کم تنقید کرے گا۔ وکیل صفائی، مانسٹن نے اپنے دلائل کے ذریعے ارکان جیوری کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ جیمز پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ مخبر رہا ہے

اور ایک کالا بھی ہے:

''معزز جیوری، لیفٹیننٹ بیکر پر صرف ایک سیاہ نوجوان نے قتل کا الزام لگایا ہے جو ڈسٹرکٹ اٹارنی کا چمچہ ہے، وہ ہی اسے تنخواہ دیتا، کھلاتا پلاتا اور کپڑے دیتا ہے۔ یہ سیاہ نوجوان پولیس کا مخبر رہا ہے اور رقم حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہے۔''

لیکن ارکان جیوری وکلائے صفائی کے دلائل سے متاثر نہیں ہوئے اور 22 مئی 1914ء کو بیکر دوبارہ مجرم قرار پایا۔ جج سیمری نے حکم دیا کہ بیکر کو برقی کرسی پر بٹھا کر مارا جائے۔ اس بار کورٹ آف اپیلز نے بیکر کی سزا برقرار رکھی تاہم بیکر کی بار بار اپیلوں نے اس کی سزا ایک سال کے لئے موخر کردی۔ اس دوران اپنے مشہور مقدمے کی وجہ سے وٹمین پورے امریکا میں مقبول ہو گیا۔ اس نے اپنی مشہوری سے فائدہ اٹھایا، نیویارک کے گورنر کے انتخاب میں حصہ لیا اور 3 نومبر 1914ء کو کامیاب ہو کر گورنر بن گیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ جب بیکر کی ساری اپیلیں رد ہوگئی تو اس نے اس شخص سے معافی کا مطالبہ کیا جس نے اسے موت کی سزا دلوائی تھی۔ بیکر کی بیوی، ہیلن خود وٹمین سے ملنے گئی تاہم کوئی فائدہ نہیں ہوا، 30 جولائی 1915ء کو سنگ سنگ جیل خانے میں برقی کرسی پر بیٹھا بیکر دوسرے جہان پہنچ گیا۔

بیکر کے طویل مجرمانہ کیریئر میں ایک واقعہ بڑا مشہور ہے جب اس نے ایک غریب نوجوان طوائف کو اس لئے پیٹا کیونکہ وہ اسے ماہانہ رقم نہیں دے سکی تھی۔ انگریزی کے ممتاز ادیب سٹیفن کرین نے بھی بے بس لڑکی کی مار پیٹ کو دیکھا اور اس سے متاثر کر اپنا مقبول ناول 'میگی' اے گرل آف دی سٹریٹس' لکھا۔ بیکر کی پھانسی بھی آج تک مشہور ہے کیونکہ اس کے مقدمے کو بڑی شہرت ملی، امریکی حکومت کی توجہ کرپشن پر مبذول ہوئی اور وٹمین جیسے لوگ سامنے آئے جو تن دہی سے مجرموں کا مقابلہ کرنا جانتے تھے۔

'فیٹی' آربکل کے مقدمے: 1921ء-1922ء

مدعا علیہ: روسکوئی کونکلنگ 'فیٹی' آربکل۔ الزام: غیر ارادی قتل۔ استغاثہ: میتھیو بریڈی۔ وکیل صفائی: گیون میکناب۔ جج: ہیرولڈ لاؤڈر بیک۔ جگہ: سان فرانسسکو (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 14 نومبر یا 4 دسمبر، 1921ء۔ (پہلا مقدمہ) 11 جنوری تا 3 فروری، 1922ء (دوسرا مقدمہ) 13 مارچ تا 12 اپریل، 1922ء (تیسرا مقدمہ)۔ فیصلہ: جیوری تعطل (Deak lock) کا شکار رہی (پہلا اور دوسرا مقدمہ)۔ بے گناہ (تیسرا مقدمہ)

اہمیت

'فیٹی' آربکل ہالی وڈ کا مشہور اور سب سے زیادہ معاوضہ لینے والا مزاحیہ اداکار تھا۔ غیر ارادی قتل کے الزام نے نہ صرف اس کا کیریئر تباہ کیا بلکہ امریکی باشندے پہلی مرتبہ فلمی صنعت میں اخلاقیات کے گرتے ہوئے معیار کی طرف متوجہ ہوئے۔

فیٹی آربکل امریکی سٹیج کا معمولی سا اداکار تھا لیکن صرف پانچ سال کے عرصے میں خاموش فلموں کا مقبول کردار بن گیا اور روزانہ ایک ہزار ڈالر کمانے لگا۔ امریکی اس کی مزاحیہ حرکات اور باتوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ وہ فلموں کا پہلا مزاحیہ اداکار ہے جس نے تیس لاکھ ڈالر کا معاہدہ کیا۔

جب امریکیوں نے یہ سنا کہ آربکل نے سان فرانسسکو ہوٹل میں منعقد ہونے والی ایک غیر منظم پارٹی میں ایک اداکارہ ورجینیا ریپی کی بے حرمتی کر کے اسے قتل کیا ہے تو وہ ایک ہیجان خیز مقدمے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس واقعے کی گواہ ورجینیا کی ساتھی، موڈی ڈیلمونٹ تھی جس نے بائبل پر قسم اٹھا کر آربکل کے خلاف بیان دیا۔ بعد کو ایک نہیں تین مقدمے چلے جن میں ان ادعا کردہ جنسی حملوں کو جسکے لے کر بیان کیا گیا جو 226 پونڈ وزنی آربکل نے کئے تھے۔ امریکا کے سارے اخبارات آٹھ ماہ تک تفصیل سے اس مقدمے کی خبریں چھاپتے رہے لیکن تیسرے مقدمے کی جیوری نے پانچ منٹ میں آربکل کو بے گناہ قرار دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اخبارات کی سنسنی خیزی اور سچائی میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

اخبارات کی سنسنی خیز خبریں

ناقابل تردید حقائق یہ تھے کہ چھبیس سالہ فلمی اداکارہ ورجینیا ریپی اپنی سہیلی، موڈی ڈیلمونٹ کے ہمراہ آربکل کی پارٹی میں شرکت کرنے گئی۔ پارٹی میں اس نے خوب شراب پی جس کے نتیجے میں بیمار پڑ گئی، تین دن تک اس کے پیٹ میں شدید درد رہا پھر جمعے کو مثانہ پھٹنے سے ورم باریطون (Peritonitis) کی بیماری سے مر گئی۔ پیر کے دن پولیس کے سامنے ڈیلمونٹ نے قسم اٹھا کر بیان دیا اور آربکل کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرا دیا گیا۔

لیکن مشکوک 'حقائق' یا الزامات ان گنت اور گھٹیا تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ آربکل پارٹی کے دوران ایک گھنٹے تک اداکارہ کے ساتھ بیڈروم میں رہا اور وہاں اس سے بالجبر زنا کیا۔ موڈی کے بیان کے مطابق "جب آربکل کمرے سے نکل گیا تو ورجینیا چیختی چلاتی کمرے سے نکلی 'مجھے شدید درد ہو رہا ہے، میں مر رہی ہوں، موڈی! اس نے کر لیا'"

لیکن جمعے کو ورجینیا کے مرنے کے فوراً ایک ڈاکٹر نے اس کے جسم کا معائنہ کیا اور اخبارات کے لئے یہ بیان جاری کیا:

"پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق لڑکی کی موت مثانہ پھٹنے سے ہوئی ہے جو فطری وجوہ کی وجہ سے پھٹا ہے۔ جسم پر تشدد کا ایک بھی نشان نہیں، ایسا کوئی ثبوت نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ لڑکی پر جنسی حملہ کیا گیا ہے۔"

پیر کے دن جب موڈی نے ڈسٹرکٹ اٹارنی میتھیو بریڈی کے سامنے قسم اٹھا کر بیان دیا تو اس نے ڈاکٹر کی یہ رپورٹ نظر انداز کر دی۔ اس صبح سارے اخبارات پہلے ہی میتھیو کا یہ بیان شائع کر چکے تھے۔ ''میرے پاس ایسا ٹھوس ثبوت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روسکوئی آربکل نے مس ورجینیا کی بے حرمتی کی یا کرنے کی کوشش کی۔ ثبوت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جنسی حملے کے دوران آربکل ... جسم کے وزن سے اس کا مثانہ پھٹ گیا۔'' میتھیو کا ثبوت دراصل موڈی ڈیلمونٹ تھی۔

لیکن میتھیو کو یہ بھی علم نہیں تھا کہ بدھ کے دن، جب ورجینیا ہوٹل میں آربکل کے کمرے میں بڑی تکلیف سے کراہ رہی تھی، ڈیلمونٹ نے اپنے دو ساتھیوں کو یہ تار بھیجا ـ ـ ـ ـ ''روسکوئی آربکل ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ اب یقیناً اس سے بھاری رقم ہتھیا لیں گے۔'' اس کا مطلب تھا کہ ڈیلمونٹ کا سارا بیان جھوٹا تھا جس نے کہا تھا ''آربکل ورجینیا کو کھینچتا ہوا اپنے بیڈ روم میں لے گیا اور اسے بستر پر لٹاتے ہوئے کہا' میں پانچ سال سے تمہیں حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا' بعد کو ورجینیا بند دروازے کے پیچھے سے مدد کے لئے پکارتی رہی، میں نے بار بار دروازے پر دستک دی، آخر کار آربکل باہر آ گیا، وہ جدوجہد کی وجہ سے پسینے میں شرابور تھا، جب میں اندر گئی تو ورجینیا بستر پر برہنہ پڑی تھی، اس کے جسم پر زخموں کے نشان تھے اور وہ مر رہی تھی۔''

ڈسٹرکٹ اٹارنی کو پیر کی شام علم ہوا کہ پارٹی میں خود ڈیلمونٹ ایک گھنٹے تک ایک مرد، لوویل شرمن کے ساتھ غسل خانے میں بند رہی۔ اس دوران آربکل کسی کام سے اپنے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ ورجینیا اس کے غسل خانے میں کھڑی قے کر رہی ہے۔

جب میتھیو کو سچائی کا علم ہوا اس کا پہلا بیان دنیا بھر کے اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکا تھا۔ آخر کار اس نے مقدمہ آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اسے علم تھا کہ اگر اس نے موڈی ڈیلمونٹ سے گواہی دلوائی تو اس کا مقدمہ بکھر جائے گا۔ اسی لئے جب مقدمہ چلا تو اس نے ڈیلمونٹ کو ایک بار بھی نہیں بلوایا۔

گرینڈ جیوری کے مطابق ''مثانہ اس لئے پھٹا کیونکہ شہادتوں کے مطابق ورجینیا کے جسم

پر کوئی دباؤ پڑا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ روسکوئی آربکل کے جسم کا تھا‘‘ اس بنیاد پر مزاحیہ اداکار کو غیر ارادی قتل (قتل شبہ عمد) کے جرم میں دھرلیا گیا تاہم پولیس کورٹ کی ابتدائی کارروائی میں آربکل کے وکیل نے یہ ثابت کر دیا کہ ورجینیا رپی کا نیجر نہ صرف اس کا بلکہ سودی ڈیلمونٹ کا بھی محبوب تھا اور نیجر اور ڈیلمونٹ دونوں نے مل کر آربکل سے رقم ہتھیانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

اخلاقی معیار گر چکے ہیں

اس دوران امریکی بورڈ آف سنسرز اور فلموں کے اداروں نے آربکل کی تمام فلموں کی نمائش پر پابندی لگا دی۔ امریکا بھر میں پادریوں نے یہ جملہ بار بار کہا ’’آربکل مقدمے سے بنیادی بات یہ سامنے آئی ہے کہ ہمارے ملک میں اخلاقی معیار گر چکے ہیں۔‘‘ اس ماحول میں پولیس جج نے آربکل کے خلاف فیصلہ سنا دیا:

’’مجھے یہ ثبوت نہیں ملا کہ مسٹر آربکل نے زنا کیا یا کرنے کی کوشش کی، عدالت میں مبہم سے ثبوت پیش ہوئے۔۔۔۔ لیکن ہم صرف آربکل پر مقدمہ نہیں چلا رہے، ہم اس مزاحیہ اداکار کے خلاف نہیں جس نے اپنی بہترین اداکاری کے ذریعے پوری دنیا کو خوش کیا ہے، دراصل جینٹل مین! ہم اپنے اوپر مقدمہ چلا رہے ہیں۔

’’ہم موجود اخلاقی قدروں، آج کے معاشرتی حالات، سوچ کے گرتے ہوئے معیار اور معاشرتی عدم توازن کے خلاف مقدمہ چلا رہے ہیں۔ یہ معاملہ اس بے چارے، بدقسمت آدمی کی بے گناہی یا جرم کے معاملے سے بہت بڑا ہے اسی لئے میں غیر ارادی قتل کرنے پر اس کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دیتا ہوں۔‘‘

پہلے مقدمے میں ساٹھ گواہوں نے گواہی دی جن میں اٹھارہ ڈاکٹر تھے۔ وکلائے صفائی اپنے گواہوں کے ذریعے ورجینیا کا اخلاقی کردار اور اس کی بیماریاں سامنے لائے: ورجینیا نے سولہ سال کی بالغ عمر تک پہنچنے سے قبل صرف تین سال میں پانچ اسقاط کروائے، سولہ سال کی عمر میں ایک ناجائز بچے کو جنم دیا۔ 1907ء سے اس کا مثانہ سوزش اور ورم مثانہ (Cystitis) کا شکار رہنے لگا۔ جب وہ مدہوش ہوتی تو سارے کپڑے اتار کر برہنہ ہو جاتی۔ مرنے سے کئی دن

پہلے جس ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا اس نے تصدیق کی کہ ورجینیا سوزاک کی مریضہ تھی۔ جب وہ پیر کے دن آربکل سے پہلی مرتبہ ملی تو حاملہ تھی۔ اسی شام اس نے آربکل سے اسقاط کے لئے رقم مانگی۔ بدھ کے دن اس نے اپنی نرس کو اسقاط کروانے والی دائی تلاش کرنے کو کہا۔

'فیٹی' آربکل جب بیان دینے آیا تو اس نے مرچ مسالہ لگائے بغیر سادہ اور پراعتماد لہجے سے گفتگو کی۔ اس نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح اس نے اداکار کی مدد کرنے کی کوشش کی، اس کے ساتھ دس منٹ بھی نہیں گزارے پھر مودی ڈیلمونٹ نے اسے کمرے سے باہر بھیج دیا۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ سے تصدیق ہوگئی کہ ورجینیا ریپی کا مثانہ ورم مثانہ کا شکار تھا۔۔۔۔ یہ مثانہ پھٹنے کی ایک اہم وجہ ہوتی ہے۔

ایک رکن پھر ہوگئی

ارکان جیوری نے جب فیصلہ کرنے میں چوالیس گھنٹے لگا دیئے تو جج بیک نے ناامید ہو کر مقدمے کو تعطل کا شکار قرار دیا۔ بعد کو ارکان نے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا کہ ایک رکن ہیلن ہبرڈ نے ابتداہی میں اعلان کر دیا" میں آربکل کو مجرم سمجھتی ہوں، اگر آسمان ٹوٹ پڑے تب بھی میرا فیصلہ تبدیل نہیں ہوسکتا۔" اس نے کسی قسم کے ثبوتوں کو دیکھنے سے انکار کر دیا۔ سب ارکان نے آربکل کی رہائی کا فیصلہ کیا لیکن آخر میں ایک اور رکن ہیلن سے مل گیا اور انہیں اپنا فیصلہ معطل کرنا پڑا۔

ہیلن کی ساس دراصل خواتین کی ایک تنظیم، ڈاٹر (daughter) آف دی امریکن ریوولیشن کی پہلی کیلی فورنیا ریجنٹ تھی جس نے آربکل پر سخت تنقید کی تھی۔ اس کا وکیل شوہر ڈسٹرکٹ اٹارنی کا قریبی ساتھی تھا۔ یوں ہیلن واضح طور پر متنازعہ شخصیت تھی۔ یہ ایک معمہ ہی ہے کہ وکیل صفائی، گیون نے جیوری میں اس کی شمولیت کیونکر قبول کرلی۔

چار دن بعد ہالی وڈ کے بارہ ممتاز رہنماؤں نے ریپبلکن نیشنل کمیٹی کے چیئرمین اور امریکن صدر وارن ہارڈنگ کے پوسٹ ماسٹر جنرل ولیم ہیس سے درخواست کی کہ وہ فلمی صنعت کا 'زار' بن جائے۔ ایک معاہدے کے تحت اس نے تین سال کے عرصے میں وہ قوانین اور اصول وضع کرنے تھے جو فلمی صنعت کو عزت اور وقار عطا کرتے۔ اسے ہر سال ایک لاکھ

ڈالر اس کے کام کے لئے دیئے گئے۔ بعد کو قوانین اور اصول وضع کرنے کا منصوبہ تیس سال تک پھیل گیا اور یوں 'دی ہیس آفس' وجود میں آیا جس کے بعد موشن پکچر پروڈکشن کوڈ کے قوانین وضع ہوئے۔

آربکل پر دوبارہ مقدمہ چلتا ہے

دوسرے مقدمے میں مزید گواہوں نے بتایا کہ ورجینیا رپی کی عادت تھی کہ مدہوش ہو کر برہنہ ہو جاتی تھی۔ گواہوں کے ذریعے چند اور ثبوت غلط قرار پائے لیکن اس بار وکلائے صفائی نے فیصلہ کیا کہ آربکل کو دوبارہ بیان دینے کی تکلیف سے بچایا جائے تاہم اس فیصلے کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔ ارکان جیوری دوبارہ تعطل کا نشانہ بن گئے، نو میں سے تین آربکل کو سزا دینے کے حق میں تھے۔

تیسرے مقدمے میں گیون نے آربکل کو بیان دینے کے لئے کٹہرے پر کھڑا کر دیا، آربکل نے پھر تفصیل سے ہوٹل والے واقعے کو بتایا۔ علاوہ ازیں گیون کو ورجینیا کے ہیجان خیز ماضی کے بارے میں مزید معلومات مل گئیں۔ گیون نے اس حقیقت کو بھی نمایاں کیا کہ ڈسٹرکٹ اٹارنی موڈی ڈیلمونٹ کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا اور یہ وہ عورت ہے جس نے مقدمہ درج کروایا مگر اسے کبھی گواہی کے لئے نہیں بلایا گیا۔

ارکان جیوری فیصلہ کرنے کے لئے کمرے میں گئے اور پانچ منٹ بعد واپس آ گئے۔۔۔ فیصلہ یہ تھا۔ ''جیوری کے مطابق روسکوئی آربکل غیر ارادی قتل کا مرتکب نہیں ہوا۔'' اس کے بعد منشی نے ارکان جیوری کا بیان پڑھا جس کی تیاری میں پانچ منٹ لگے تھے:

''روسکوئی آربکل کے لئے صرف رہائی کافی نہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے ساتھ بڑی بے انصافی ہوئی ہے۔ ہم یہ اپنی ذمے داری سمجھتے ہیں کہ اسے رہائی کا تحفہ دیں کیونکہ ہمیں یہ معمولی سا بھی ثبوت نہیں ملا کہ وہ کسی جرم کا مرتکب ہوا ہے۔

''اس نے سارے مقدمے کے دوران شرافت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور سب کچھ سچ سچ بتایا جس پر ہمیں یقین ہے۔

''ہوٹل میں جو کچھ ہوا وہ ایک افسوس ناک واقعہ تھا لیکن شہادتوں کے مطابق آربکل اس

کا ذمے دار نہیں تھا۔

''ہم اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔۔۔۔۔روسکوئی آربکل ہر لحاظ سے بے گناہ ہے۔''

لیکن چھ دن بعد ول ہیس نے فیصلہ کیا کہ اب آربکل فلموں میں اداکاری نہیں کر سکتا، تاہم یہ فیصلہ اس کا نہیں تھا۔۔۔۔آربکل کی فلمیں بنانے والے پیراماؤنٹ پکچرز کے مالک، ایڈولف زوکور اور جیسی لاسکی جان چکے تھے کہ آربکل اب باکس آفس کا قابل نفرت شخص بن چکا ہے، اگر صرف پیراماؤنٹ نے اس پر پابندی لگائی تو ہالی وڈ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا اسی لئے انہوں نے ہیس پر دباؤ ڈالا کہ اس پر پابندی لگائی جائے۔ مقدموں سے پہلے باکس آفس کی اوسط آمدنی کے لحاظ سے پیراماؤنٹ کو اس کی نامکمل فلموں سے دس کروڑ ڈالر کا نقصان ہوا۔

ہیس نے اگرچہ آٹھ ماہ بعد پابندی اٹھالی اور'فیٹی' آربکل نے جنوری 1923ء کو ایک دورِیلر فلم'ہینڈی اینڈی' میں کام کیا لیکن صحافیوں کے زبردست دباؤ کے نتیجے میں آربکل نے فلم چھوڑ دی اور جعلی نام اختیار کر کے ڈائریکشن کی طرف چلا گیا۔ اگلے گیارہ برسوں میں اس نے چند فلمیں بنائیں، اسٹیج پر کام کیا، ہالی وڈ میں ایک مشہور نائٹ کلب چلایا اور اپنے قرضے ادا کئے جو دس لاکھ ڈالر کے قریب تھے۔ آخر کار 1932ء میں جیک وارنر نے اسے'بولتی فلم' میں کام کرنے کی پیش کش کی، دی ہیس آفس نے ایک فلم میں کام کرنے کی اجازت دے دی تا کہ دیکھیے کیا عوام اسے قبول کرتے ہیں۔ فلم مشہور ہوئی لہٰذا آربکل نے مزید چھ فلمیں سائن کر لیں۔ جون 1933ء میں اس نے اپنی دوسری فلم مکمل کی، رات کے کھانے میں اس کا جشن منایا اور سونے کے لئے گھر چلا گیا۔ چند منٹ بعد اس کے چھیالیس سالہ دل نے دھڑکنا بند کر دیا۔

مارکس موشا گر یوی کا مقدمہ:1923ء

مدعا علیہ: مارکس موشا گر یوی، اور لینڈ وتھامپسن، ایلی گارسیا اور جارج ٹوبیاس۔ الزام: امریکی محکمہ ڈاک کے ذریعے دھوکا دہی۔ استغاثہ: میکس ویل ما ئنگ۔ وکلائے صفائی: ارمین کوہن، ولیم میتھیوز، کارنیلیس میکڈ وگلڈ اور ورنل ولیمز (گر یوی نے خود کو بھی پیش کیا)۔ جج: جولین میک۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 18 مئی تا 19 جون 1923ء۔ فیصلے: گر یوی مجرم ہے۔ گارسیا، تھامپسن اور ٹوبیاس بے گناہ ہیں۔ سزا: پانچ سال قید اور ایک ہزار ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

جب مارکس گر یوی پر اپنے پیروکاروں کو دھوکہ دینے کا مقدمہ چلا تو اس کی تحریک 'افریقہ واپس چلو' تباہ ہوگئی۔ گر یوی کے خلاف ثبوت کم تھے مگر اسے اپنے ناپسندیدہ نظریات کی وجہ سے سزا ملی۔

مارکس موش گر یوی 1887ء میں جمیکا میں پیدا ہوا اور جنگ عظیم اول کے آخر میں سیاہ امریکیوں کے بڑے رہنما کے روپ میں سامنے آیا۔ اس نے یونیورسل امپرو ومنٹ ایوی ایشن بنائی جو امریکا میں حبشیوں کی پہلی بڑی تحریک تھی۔ 1922ء تک امریکا، ویسٹ انڈیز، لاطینی امریکا اور افریقہ میں اس کے کئی لاکھ لوگ رکن بنے اور یہ افریقہ پر قابض یورپی طاقتوں کے لئے خطرہ بن گئی۔ مارکس نے نہ صرف اس تصور کو مشہور کیا "سیاہ خوبصورت ہے" بلکہ افریقہ کو

سفید فاموں کے قبضے سے آزاد کروانے کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔

افریقہ کو غلامی سے نجات دلوانے کے لئے مارکس نے اپنا اخبار 'دی نیگرو ورلڈ' نکالا۔ اس نے پھر نیگرو فیکٹریز کارپوریشن منظم کی تاکہ امریکا، وسطی امریکا، ویسٹ انڈیز اور افریقہ کے بڑے صنعتی شہروں میں کارخانے قائم کر کے فروخت ہونے والی ہر چیز ان میں بنائی جائے۔

مارکس یوں 'سپر سیلز مین' کے روپ میں سامنے آیا، اس کی دیانت داری اور خلوص پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی لیکن اس میں خامیاں بھی تھیں۔ مثلاً وہ رنگ برنگے قیمتی کپڑے پہننے کا شوقین تھا، خوشامدی اور ہر بات پر ''ہاں'' کہنے والوں کو پسند کرتا تھا اور اس میں کاروباری صلاحیتوں کی کمی تھی۔۔۔۔۔ ان خامیوں کی وجہ سے وہ دشمنوں کے لئے آسان شکار بن گیا۔

اس دوران مارکس نے عملی قدم بھی اٹھایا۔۔۔۔۔ اس نے بلیک سٹار سٹیم شپ لائن قائم کی جس نے مسافروں اور سامان کو امریکی بندرگاہوں سے افریقی بندرگاہوں تک لے جانا یا وہاں سے لانا تھا۔ اس مقصد کے لئے تنظیم کے ارکان سے رقم اکٹھی کی گئی اور کئی پرانے بحری جہاز خریدے گئے جن میں سے کوئی بھی طویل بحری سفر کے قابل نہیں تھا۔ ایک تو ڈوب بھی گیا اور باقیوں کی مرمت پر ہزاروں ڈالر خرچ ہوئے۔ 1921ء میں بلیک سٹار لائن جب دو جہازوں کو خریدنے کے لئے گفت وشنید کر رہا تھا، ایک مخالف اخبار کے مدیر نے انکشاف کیا ''امریکی حکومت کے ڈیپارٹمنٹ آف کامرس کا کہنا ہے کہ اس کے نیوی گیشن بیورو کے پاس کسی جہاز کا ریکارڈ موجود نہیں۔''

اب کمپنی کے حصے داروں کی شکایت پر محکمہ ڈاک کی انتظامیہ نے مارکس کمپنی کے خزانچی، جارج ٹوبیلس، سیکرٹری، ایلی گارسیا اور اس کے نائب صدر اور رینڈ دتھامس کو اس الزام پر گرفتار کر لیا کہ انہوں نے خطوط کے ذریعے ایسے جہازوں کے سفر کے ٹکٹ فروخت کئے ہیں جو موجود ہی نہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ کمپنی کے حصص صرف سیاہ فاموں کو فروخت کئے گئے تھے۔ امریکا کے اخبارات نے یہ شہ سرخیاں لگائیں 'امریکی ایجنٹ' دیوالائی جہاز کی تلاش میں'' ''اور مارکس کا بھانڈا پھوٹ گیا۔''

18 مئی 1923ء کو مقدمے کا آغاز ہوا، وکیل استغاثہ، میکس ویل ماٹک نے دلائل

دیتے ہوئے کہا:

''مارکس گریوی کی تحریک کا بظاہر مقصد یہ ہے کہ حبشیوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کام کیا جائے لیکن لگتا ہے کہ ساری جدوجہد اس لئے کی گئی ہے تا کہ سیاہ فام بلیک سٹار لائن کے حصص خرید لیں۔۔۔۔لیکن اب انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے حصص کی مالیت دو کوڑی کی رہ گئی ہے۔''

دو دن بعد مارکس کے وکیل اور اس کی تنظیم کے قونصل جنرل، ولیم میتھیوز نے اسے مشورہ دیا کہ وہ تکنیکی الزام پر مجرم ہونے کا اقرار کر لے اور بند دروازے کے پیچھے حکومت سے معاملہ کر لے۔ اس پر خفا ہو کر مارکس نے میتھیوز کو تنظیم ہی سے نکال دیا اور مقدمہ خود لڑا۔ کارروائی کے دوران اس نے بیسیوں غلطیاں کیں جنہیں جج جولین میک مشفقانہ انداز میں درست کرتے اور عدالت میں قہقہوں کی آوازیں سنائی دیتیں۔

رقم کا نقصان مگر روح کا فائدہ

استغاثہ کے تمام گواہوں نے جو مارکس گریوی کے سابقہ چیلے تھے، مدعا علیہ کی مالیاتی بے ترتیبی کی نشان دہی کی مگر وکیل صفائی تحریک کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایک نے اعلان کیا ''بلیک سٹار لائن میں رقم لگا کر مالی نقصان تو ہوا مگر روح کو سرور پہنچا۔'' استغاثے کے اہم گواہ، بنی ڈیلی نے عدالت کو بتایا کہ اس نے بلیک سٹار کے ترپن حصص خریدے مگر وہ ڈاک کے فراڈ کے سلسلے میں واحد ثبوت۔۔۔۔کمپنی کا ایک خالی لفافہ ہی پیش کر سکا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ لفافے میں کیا آیا تھا۔ قانونی ماہرین نے یہ بھی نوٹ کیا کہ اس کی کوئی شہادت موجود نہیں تھی کہ ڈیلی نے کب وہ حصص خریدے۔ جب مارکس نے چند گواہوں پر جرح کی تو معلوم ہوا کہ استغاثہ نے ان کے بیانات میں دھاندلی کر دی تھی۔ مثلاً ایک گواہ نے پہلے بیان دیا کہ وہ بلیک سٹار میں ملازم تھا اور 1919ء میں کالج سٹیشن پوسٹ آفس میں ڈاک لے جاتا تھا لیکن مارکس کی جرح کے دوران اس نے تسلیم کیا کہ وہ کبھی کمپنی کا ملازم نہیں رہا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ پوسٹ آفس کہاں ہے۔ آخر کار اس نے تسلیم کر لیا کہ استغاثہ نے اسے گواہی دینے کے لئے تیار کیا ہے۔

اس کے باوجود مارکس گر یوی کو مجرم قرار دیا گیا جب کہ اس کے دیگر ساتھی رہا کر دیئے گئے کیونکہ جیوری کے مطابق وہ 'حکم کے غلام' تھے۔ مارکس کو پانچ سال قید کی سزا ملی اور ایک ہزار ڈالر جرمانہ ہوا۔

اس کی اپیل امریکا کے سرکٹ کورٹ آف اپیلز نے مسترد کر دی، مارکس کو فوراً اٹلانٹا کے جیل میں بند کر دیا گیا۔ صدر کیلون کولج نے اس کی معافی کی درخواست مسترد کر دی تاہم اسے دو سال نو مہینے بعد رہا کر دیا گیا۔ اس کے بعد مارکس نے اپنی تحریک میں دوبارہ جان ڈالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور آخر کار 1940ء میں لندن میں چل بسا۔

لیو پولڈ اور لویب کا مقدمہ: 1924ء

مدعا علیہ: ناتھن لیو پولڈ جونیئر اور رچرڈ لویب۔ الزام: قتل اور اغوا۔ استغاثہ: رابرٹ کرو، تھامس مارشل، جوزف سیویج، جان سبار بارو اور ملٹن اسمتھ۔ وکلائے صفائی: کلیرینس ڈارو، بنجمن بکر بیچ اور والٹر بکر بیچ۔ جج: جان کیورلی۔ جگہ: شکاگو (الینوس)۔ مقدمے کی تاریخیں: 23 جولائی تا 10 ستمبر 1924ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: قتل کرنے پر عمر قید اور اغوا پر ننانوے برس کی قید۔

اہمیت

اس زمانے میں کلیرینس ڈارو فوجداری مقدمے لڑنے والا امریکا کا سب سے مشہور وکیل تھا، اس نے خود ملزمان کو مجرم قرار دے کر انہیں پھانسی کے پھندے سے بچالیا۔ اس تبدیلی سے فیصلہ جیوری سے دور چلا گیا اور سماعت صرف جج نے کی جس نے ملزمان کو ڈارو کی اپیل پر عمر قید کی سزا دی۔ جرم کی بازاری نوعیت اور مدعا علیہ اور شکار کی کثیر دولت کی وجہ سے دو ماہ تک امریکی قوم کی نظروں میں یہ واقعہ چھا رہا۔

مئی 1924ء کو اٹھارہ سالہ ڈکی لیوب مشی گن یونیورسٹی کا سب سے کم عمر گریجویٹ تھا اور اب شکاگو یونیورسٹی میں پوسٹ گریجویٹ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ انیس سالہ ببے لیو پوڈ شکاگو میں قانون کی تعلیم پا رہا تھا۔ وہ فلسفے میں گریجویٹ ڈگری حاصل کر چکا تھا۔ دونوں کا تعلق شکاگو کے

امیر کبیر اور معزز خاندانوں سے تھا۔ دونوں یہ سمجھتے تھے کہ ان کی ذہنی صلاحیتیں فوق البشر قسم کی ہیں لہٰذا وہ عام انسانوں سے برتر اور اعلیٰ ہیں۔ دونوں اپنی اپنی تصوراتی دنیا میں مگن رہتے تھے۔

لطف حاصل کرنے کے لئے قتل

دونوں کی دوستی کئی برسوں پر محیط اور اتنی گہری تھی کہ وہ ہم جنسی تعلقات قائم کر چکے تھے۔ 1923ء کے موسم بہار انہوں نے لطف اٹھانے کے لئے ایک قتل کا منصوبہ بنایا۔ جیسے جیسے انہوں نے منصوبے پر غور و فکر کیا، اسے عملی جامہ پہنانے کی خواہش تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ مارچ 1924ء کو انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی امیر کبیر خاندان کے بچے کو اغوا کر کے پہلے اسے کوئی چیز مار کر بے ہوش کیا جائے پھر کسی زمین دوز نالی میں گھسیڑ کر اس کے سارے کپڑے وغیرہ جلا دیئے جائیں۔ زمین دوز نالی میں پانی ہر وقت رواں رہتا تھا اور انہیں یقین تھا کہ لاش گل سڑ کر کبھی نہیں ملے گی۔

21 مئی 1924ء کو لیو پولڈ اور لو یب نے ایک کار کرایے پر لی۔ لیو پولڈ نے دوست کو پیچھے بٹھایا اور آہستہ آہستہ کار چلاتے ہوئے ہاروڈ پریپارٹری اسکول کے سامنے سے گزرا جہاں امراء کے بچے پڑھتے تھے۔ انہوں نے چودہ سالہ بوبی فرینکس کو دیکھا جو ان کی طرح ایک لکھ پتی باپ کا بیٹا تھا بلکہ لو یب کا رشتے دار تھا جس نے اسے کار میں بیٹھنے کی دعوت دی جو بوبی نے قبول کر لی۔ چند منٹ بعد لو یب اور یو یوڈ نے اسے پکڑا اور بھاری چھینی اس کے سر پر مار مار کر اسے قتل کر دیا۔

انہوں نے بوبی کی لاش ایک کپڑے میں لپیٹی اور رات ہونے تک مختلف علاقوں میں آوارہ گردی کرتے رہے۔ تاریکی چھا جانے پر وہ پنسلوانیا ریل روڈ ٹریکس کے قریب بنی زمین دوز نالی پہنچے اور اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔ بعد کو انہوں نے بوبی کے جوتے، بیلٹ، گھڑی اور خون سے بھرے کپڑا مٹی کے نیچے دبایا، پھر ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور لو یب کے گھر پہنچ کر فرنس میں بوبی کے کپڑے جلا دیئے۔ صبح انہوں نے ایک خط کے ذریعے بوبی کے باپ سے تاوان مانگا، لیو پولڈ کے گھر کرایے کی کار سے خون کے دھبے دھوئے اور بوبی کے گھر یہ کہنے کے لئے فون کیا کہ وہ محفوظ ہے، مزید ہدایات کا انتظار کریں۔

لیکن وہ بولی کے باپ تک نہیں پہنچ سکے کیونکہ شام تک اخبار بیچنے والے لڑکوں کی آوازوں سے انہیں معلوم ہو گیا کہ گم شدہ بچے کی لاش مل گئی ہے۔ ریل روڈ کے ایک ملازم نے زمین دوز نالی سے نکلا انسانی پیر دیکھ لیا تھا۔ ایک اور ملازم کو ٹوٹی ہوئی عینک ملی۔

پولیس کے جاسوس جلد ہی تفتیش کرتے کرتے عینک کے مالک، لیوپولڈ تک پہنچ گئے۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ زمین دوز نالی کے قریب پرندوں کا مطالعہ (Bird watching) کرتا رہا ہے۔ اس سے ثبوت مانگا گیا تو اس نے بتایا کہ رچرڈ لویب اس کے ساتھ تھا۔ بعد کو اس نے بتایا کہ اپنی کار میں لویب اور چند لڑکوں کے ساتھ لنکن پارک کی سیر کی۔ لیکن لیوپولڈ کے شوفر نے بتایا کہ وہ 21 مئی کو سارا دن لیوپولڈ کی کار درست کرواتا رہا اور اس نے شام کو دیکھا، دونوں لڑکے کسی اجنبی کار کا فرش دھو رہے ہیں۔

پولیس کو چھان بین کے دوران جیکسن پارک ہاربر سے انڈر ووڈ (کمپنی) کا ٹائپ رائٹر ملا اور ماہرین نے ثابت کر دیا کہ تاوان کے لئے لکھا جانے والا خط اسی ٹائپ رائٹر سے لکھا گیا۔ لیوپولڈ نے بتایا کہ اس کے پاس ہیمنڈ (کمپنی) کا ٹائپ رائٹر ہے لیکن جب 'شکاگو ڈیلی نیوز' کے رپورٹروں نے کالج میں اس کے دوستوں سے پوچھ گچھ کی تو انہوں نے تصدیق کی کہ جب انہیں کوئی چیز ٹائپ کرنا ہوتی تو وہ 'بیب' سے پرانی قسم کا انڈر ووڈ ٹائپ رائٹر لے لیتے تھے۔

اب دونوں سے تفتیش شروع ہوئی۔ ایک دن تک مسلسل سوال کرنے کے باوجود لیوپولڈ اور لویب دونوں اپنے آپ کو بے گناہ کہتے رہے لیکن دوسرے دن پولیس نے لویب کو یہ باور کروانے کی کوشش کی لیوپولڈ اسے پھنسا رہا ہے، وہ پولیس کے دام میں آ گیا اور اس نے غصے میں آ کر سب کچھ بتا دیا۔

عجیب و غریب مقدمہ

اب ریاست کے اٹارنی، رابرٹ کرو نے لیوپولڈ کے گرد پھندا تنگ کیا اور اسے ایسے حقائق بتا کر حیرت زدہ کر دیا جو صرف لویب کو معلوم تھے۔ آخر کار ناتھن لیوپولڈ نے بھی اقبال جرم کر لیا۔ سہ پہر کو دونوں کے سامنے تحریر کردہ ان کے اقبال جرم پڑھے گئے، انہوں نے تسلیم کر لیا تھا "ہم نے لطف اٹھانے کے لئے بوبی فرینکس کو قتل کیا ہے۔"

رابرٹ کرو نے کہا'' یہ عدلیہ کی تاریخ کا عجیب وغریب مقدمہ ہے اور اس کا آغاز فوراً ہوگا۔''

اس وقت تک فوجداری جرائم کے سلسلے میں کلیرنس ڈارو امریکا کا مشہور وکیل بن چکا تھا (اسے بین الاقوامی طور پر شہرت دلوانے والا 'بندر مقدمہ' ایک سال بعد چلے گا)۔ ڈارو نے تقریباً پچاس قاتلوں کو پھانسی کے پھندے سے بچایا تھا اور ان میں سے اکثر بلا شک وشبہ مجرم تھے۔ اس نے لیوپولڈ اور لویب کے خاندانوں کو بتایا کہ وہ مقدمہ لڑنے کو تیار ہے مگر فیس ایک لاکھ ڈالر ہوگی۔ ملزموں کے والدین نے ہامی بھر لی۔

ڈارو اپنے نائبین کی فوج کے ہمراہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ ملزموں کے ذہن ٹٹولنے لگا۔ اس وقت رابرٹ کرو کی درخواست پر شکاگو کے بہترین نفسیات داں ملزموں کی ذہنی کیفیت کا معائنہ کر رہے تھے، ڈارو نے بھی اس سلسلے میں امریکی نفسیات دانوں کی تنظیم اور سنگ سنگ جیل میں نفسیاتی کلینک کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا۔ مشہور نفسیات دانوں، کارل بردمین اور ہیرولڈ ہلبرٹ کی رپورٹوں سے انکشاف ہوا کہ ملزمان ذہنی طور پر عدم استحکام کا شکار اور الجھی شخصیت کے مالک ہیں۔ دیگر نفسیات دانوں اور ڈاکٹروں نے بھی اسی قسم کی رپورٹیں دیں جو ہزاروں صفحات پر مشتمل تھیں تاہم کرو کے نفسیات دانوں کی رپورٹیں کچھ اور بتاتی تھیں۔

انہیں ہمیشہ کے لئے پاگل خانے رہنا چاہیے

23 جولائی کو جب مقدمہ شروع ہوا تو کلیرنس ڈارو اور اس کی ٹیم کے علاوہ سب کو یقین تھا کہ لیوپولڈ اور لیوب کو پھانسی کی سزا ملے گی۔ امریکی قوم اس حادثے سے بہت طیش میں تھی، یہ واقعی تکلیف دہ بات تھی کہ امیروں کے بیٹوں کے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں لہٰذا وہ لطف اٹھانے کے لئے امیر بچوں کو قتل کرتے ہیں۔ لوگ آنکھ کے بدلے آنکھ چاہتے تھے۔ ڈارو کو علم تھا کہ جیوری بھی موت کی سزا سنائے گی لہٰذا اس نے چیف جسٹس جان کیورلی کے سامنے کھڑے ہو کر کمال ہوشیاری سے اپنا نکتہ بیان کیا:

''ہم یہاں کھڑے ہو کر واضح الفاظ میں کہنا چاہتے ہیں کہ سب یہی چاہتے ہیں ملزمان کو رہا نہ کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ انہیں معاشرے سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دینا چاہیے، اسی لئے

طویل غور وفکر کے بعد ہم دونوں ملزمان کے لئے مجرم نہ ہونے کی اپیل واپس لے رہے ہیں۔"

استغاثہ ڈارو کی باتیں سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور جلد ہی اس پر انکشاف ہوا کہ ڈارو نے جیوری کو دودھ سے مکھی کی طرح باہر نکال پھینکا ہے، اب صرف اکیلے جج نے مقدمے کا فیصلہ سنانا تھا۔ ڈارو نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم عدالت سے اجازت چاہتے ہیں کہ نوجوانوں کی منتشر ذہنی حالت کے سلسلے میں ثبوت پیش کئے جاسکیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی وجہ سے سزا میں کمی کی جائے گی۔"

استغاثہ نے سرگرمی سے احتجاج کیا لیکن جج کیورلی نے فیصلہ کیا کہ وہ سزا میں کمی کرنے والے ثبوت سنیں گے۔ اس نے کہا "میں مقدمے کے دوران سب کو خیال وعمل کی مکمل آزادی دوں گا، میں چاہتا ہوں کہ سب ڈاکٹروں کی رپورٹیں پیش کی جائیں۔ اب جیوری نہیں ہے، فیصلہ مجھے کرنا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ سب مجھے مشورے دیں۔"

"جذباتی ردعمل عنقا ہے"

ڈارو نے اب جج کے سامنے یہ ثابت کرنے کے لئے پورا زور لگایا کہ لیوپولڈ اور لیوب پھانسی کے مستحق نہیں بلکہ انصاف اور انسانیت کی اسی وقت تعمیل ہوگی جب ان کی انوکھی ذہنی حالت سمجھی جائے۔ اس نے پھر بطور گواہ نفسیات دانوں کو پیش کیا جنہیں علم ہو چکا تھا کہ رچرڈ لیوب عادتاً جھوٹ بولتا ہے۔ دس سال کی عمر سے وہ اپنے تصورات میں نت نئے جرم کرکے خوشی محسوس کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو 'عالی دماغ' سمجھتا جو دوسروں پر حکم چلاتا تھا۔ وہ اپنی تصوراتی دنیا میں ہمیشہ دنیا کے بہترین سراغ رسانوں کو دھوکہ دے جاتا۔ نوجوان ہونے کے بعد اس نے جوا کھیلا، دکانوں سے چھوٹی موٹی چیزیں اڑائیں، کاریں چوری کیں، کھڑکیاں توڑنے کے لئے اینٹیں پھینکیں اور پچھلے نومبر کو لیوپولڈ کے ہمراہ گولیوں سے بھرے پستولوں کے ساتھ اپنے ہی گھر میں چوری کی۔ بومین۔ ہلبرٹ رپورٹ میں درج تھا "لوبیب کی موجودہ ذہنی حالت کا سب سے نمایاں عنصر یہ ہے کہ اس میں معمول کا انسانی جذباتی ردعمل سرے سے موجود نہیں۔" رپورٹ کے مطابق لوبیب کو اپنے جرم پر کوئی افسوس یا شرمندگی نہیں تھی۔ "اس کے ذہن میں تصوراتی دنیا آباد ہے، وہ اکثر اسے

حقیقی دنیا سے گڈ مڈ کر دیتا ہے۔''

لیوپولڈ کی تجزیاتی رپورٹیں پڑھتے ہوئے ڈارو نے نوٹ کیا کہ نوجوان پر اس کی ایک آیا کے گہرے اثرات تھے جس نے اسے چوری پر اکسایا تاکہ وہ اسے بلیک میل کر سکے۔ آیا ہی نے جنس، چوری، نیکی اور بدی، خودغرضی اور خفیہ پن کے سلسلے میں غلط نظریات اس کے ذہن میں بٹھائے۔ ڈارو نے رپورٹوں کی بنیاد پر عدالت کو بتایا ''لیوپولڈ کے نزدیک خودغرضی زندگی کا لازمی عنصر ہے۔ ہر انسان اپنی جگہ قانون ہے۔''

ناتھن لیوپولڈ بادشاہ اور غلام کے تصور سے سب سے زیادہ لطف اٹھاتا تھا۔ وہ غلام ہونا پسند کرتا تھا تاکہ بادشاہ کی زندگی بچا سکے پھر آزاد کرنے کی اس کی پیش کش ٹھکرا دے۔ رچرڈ لویب اس کا بادشاہ تھا۔ وہ اس وقت سے لویب کی محبت میں گرفتار تھا جب دونوں چودہ، پندرہ سال کے تھے۔ لیوپولڈ نے نفسیات دانوں کو بتایا ''میں اپنے آپ کو اس کے پیروں کی مٹی سے بھی زیادہ کمتر محسوس کرتا ہوں۔ وہ جو چیز کھاتا اور پیتا ہے، میں اس سے حسد کرتا ہوں کیونکہ اسے لیوپولڈ کی جتنی قربت ملتی ہے، مجھے حاصل نہیں ہو سکتی۔''

بوبی کے اغوا اور قتل کے سلسلے میں رپورٹ نے بتایا ''لیوپولڈ نے اس سے کسی قسم کا لطف نہیں اٹھایا۔ اس کے نزدیک یہ ایک دانش ورانہ معاملہ ہے جو ہر جذبے سے خالی ہے۔ وہ شرمندگی یا ندامت کا کوئی جذبہ محسوس نہیں کرتا۔''

ایک ماہ تک ریاستی وکیل، کرو کے نفسیات داں اس بات پر زور دیتے رہے کہ لیوپولڈ اور لیوب مکمل طور پر باشعور اور ہوش مند ہیں۔ دوسری طرف ڈارو نے یہ ثابت کرنے کے لئے کئی نفسیات دانوں کو بطور گواہ پیش کیا کہ قانونی طور پر ملزمان کی ذہنی کیفیت کی حالت متنازعہ ہے اور وہ باشعور کردار کے مالک نہیں۔

آخرکار مسلسل بارہ گھنٹے دلائل دے کر ڈارو نے عدالت سے درخواست کی کہ ملزمان کی سزا میں کمی کی جائے۔ استغاثے نے قاتلوں پر یہ الزام لگایا تھا کہ انہوں نے بوبی فرینکس کو اس لئے قتل کیا تاکہ اپنے قرض ادا کر سکیں مگر ڈارو نے یہ ثابت کر دیا کہ دونوں کے پاس وافر رقم موجود تھی اور وہ کسی بھی وقت اپنے امیر والدین سے مزید رقم لے سکتے تھے۔

انہوں نے بطور تجربہ مارا

ڈارو نے دلائل دیتے ہوئے کہا "سوال یہ ہے کہ انہوں نے کم عمر بوبی فرینکس کو کیوں مارا؟ انہوں نے اسے یوں مارا جیسے کوئی تجربہ کرنے کے لئے مکڑی یا مکھی ماری جاتی ہے۔ انہوں نے اسے اس لئے مارا کیونکہ انہیں کسی نہ کسی کو قتل کرنا ہی تھا، جس فطری عمل کے ذریعے ایک عام لڑکا یا آدمی تشکیل پاتا ہے، ان میں ایسا نہیں ہوا، کوئی چیز چوک گئی، ایسا ہوا لیکن وہ نفرت کے نہیں بلکہ رحم، غور و فکر اور خیرات کا تقاضا کرتے ہیں۔"

ڈارو نے کہا "مجھے حیرت ہے کہ استغاثہ نے عدالت سے موت کی سزا مانگی ہے۔ معزز جج صاحب! اگر اٹھارہ، انیس سال کے لڑکوں کو قانون کی خلاف ورزی کرنے پر اصلاحی اسکولوں میں بھیجنے کے بجائے پھانسی دی جانے لگے گی تو ہمیں اس بربریت کو گلے لگا لینا چاہئے جو قدیم زمانے کا چلن تھی۔ عزت مآب، آپ ماضی اور مستقبل کے درمیان کھڑے ہیں۔ آپ چاہیں تو ان لڑکوں کو مرنے تک پھانسی پر لٹکا سکتے ہیں لیکن کیا آپ ماضی کی بربریت چاہتے ہیں؟ خدا کے لئے مستقبل کا ساتھ دیں جب نفرت اور ظلم انسان سے دور ہوں گے، جب عقل اور سوچ کی حکمرانی ہوگی، یہ معلوم ہوگا کہ ہر انسان کی زندگی قیمتی ہوتی ہے اور رحم انسان کی سب سے بڑی صفت ہے۔"

جب ڈارو نے اپنے دلائل ختم کیے تو عدالت میں اتنی خاموشی تھی کہ سانس لینے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جج کیورلی کی آنکھوں سے آنسو نکل کر گالوں پر بہہ رہے تھے۔

جج صاحب نے دو دن بعد فیصلہ سنایا، انہوں نے قتل کے جرم میں دونوں مجرمان کو عمر قید کی سزا دی جب کہ اغوا کے جرم میں مزید ننانوے برس کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ انہوں نے کہا "سزا منتخب کرتے ہوئے مجرموں کی کم عمری کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔"

قیدیوں کو جولیٹ میں واقع الینوس کے سرکاری جیل خانے لے جایا گیا۔ 1936ء میں ایک جھگڑے کے دوران ساتھی قیدی نے رچرڈ لیوب کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ریاست کے گورنر، ایڈلائی سٹیونسن نے ناتھن لیوپولڈ کی اصل سزا کم کر دی، یوں وہ پیرول کا حق دار بن گیا۔ کمی اس لئے کی گئی کہ لیوپولڈ نے جنگ کے دوران ملیریا کی

دوا کے تجربات میں حصہ لیا تھا۔ 1958ء میں لیوپولڈ جیل سے رہا ہوا اور میڈیا کی توجہ سے بچنے کے لئے پورٹوریکو چلا گیا۔ وہاں اس نے اسے اسپتالوں میں کام کیا، چرچ میں ملازم رہا، شادی کی، ریاضی میں ایم اے کیا اور اسکولوں میں ریاضی پڑھائی۔ 1971ء میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔

بے چارا کلیرنس ڈارو اپنی فیس حاصل کرنے کے لئے لیوپولڈ اور لیوب کے خاندانوں کے پیچھے بھاگتا رہا۔ جب 1938ء میں مرا تو ایک لاکھ ڈالر کی فیس سے اسے صرف چالیس ہزار ڈالر ہی ملے تھے۔

جان تھامس سکوپس کا مقدمہ:1925ء

''بندر مقدمہ''

مدعا علیہ: جان تھامس سکوپس۔ الزام: نظریہ ارتقا کا پڑھانا۔ استغاثہ: ولیم جیننگز برائن اور اے ٹی سٹیورٹ۔ وکلائے صفائی: کلیرنیس ڈارو، آرتھر گارفیلڈ ہیس اور ڈیوڈلی فیلڈ مالون۔ جج: جان رولسٹن۔ جگہ: ڈائٹن (ٹینیسی)۔ مقدمے کی تاریخیں: 10 جولائی تا 21 جولائی 1925ء۔ فیصلہ: مجرم۔ تاہم کوئی فریق بھی جیت نہ سکا کیونکہ تکنیکی غلطی پر فیصلہ معطل کر دیا گیا جو جج نے جرمانہ عائد کرنے کے سلسلے میں کی تھی۔ سزا: ایک سو ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

اس مقدمے سے عوامی تعلیمی اداروں میں قدامت پسندوں کا بڑھتا ہوا اثر کم ہوا اور ولیم جیننگز برائن کی عزت پر حرف آیا جو مقدمے سے پہلے امریکی سیاسی تاریخ میں کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ علاوہ ازیں مقدمے کے ذریعے امریکی فکر میں مذہبی ایمان اور دیہی روایات کی جگہ سائنسی تشکیک پرستی اور عالمیت نے لے لی۔

1920ء کے عشرے میں امریکا کے اجزائے ترکیبی ایک دوسرے سے بڑے متصادم تھے۔ شہروں میں امریکی جاز موسیقی پر کھلے عام تھرکتے، شرابیں پیتے اور فرائڈ کے نظریات پر

بحث کرتے تھے۔ جب کہ دیہات خصوصاً جنوبی امریکا کے دیہی علاقوں میں پرانے زمانے کی مذہبی روایات کا احیا ہو رہا تھا۔ پادری جدید دور کی سائنسی ترقی پر لعنت بھیجتے اور سمجھتے تھے کہ صرف بائبل ہی سچ کا منبع ہے۔ لگتا تھا کہ ترقی پسندوں اور روایت پسندوں کے درمیان مقابلہ لازمی تھا تاکہ طے ہو سکے مستقبل کس کا ہے۔ دونوں فریقین فیصلہ کن لڑائی کے لئے بے تاب تھے۔

مذہبی انتہا پسند خصوصاً جدیدیت کی کامیابیوں سے بڑے ناراض تھے۔ مثلاً اب اسکولوں میں چارلس ڈارون کا نظریہ ارتقا پڑھایا جانے لگا تھا۔ وہ چراغ پا تھے کہ ان کے خرچ پر پڑھنے والے ان کے اپنے بچے اب والدین کے مذہب کا مذاق اڑانے لگے ہیں۔ جب بائبل میں تخلیق کائنات کی کہانی کو غلط سمجھا جانے لگا تو انتہا پسندوں نے عوام کے ہر دلعزیز رہنما اور صدارتی انتخابات میں تین بار ناکامی کا شکار ہونے والے امیدوار ولیم جیننگز برائن کی قیادت میں 'ڈارون کفر' کو قانونی پابندیوں کے ذریعے اسکولوں سے باہر نکالنے کا فیصلہ کیا۔

ٹینیسی ریاست میں 1925ء میں ایک رکن اسمبلی، جان بٹلر نے ایک بل پیش کیا جسے منظور کر لیا گیا۔ اس 'بٹلر ایکٹ' کے مطابق ''اب ریاست کے ہر اسکول میں استاد ایسا کوئی نظریہ بچوں کو نہیں پڑھا سکتا جو بائبل کے تخلیق کائنات کے نظریے کی نفی کرے یا یہ پڑھائے کہ انسان حقیر جانوروں کی اولاد ہے۔'' اس قانون سے ایک تنظیم، امریکن سول لبرٹیز یونین کو خوف محسوس ہوا کیونکہ اس بل کے خلاف احتجاج نہ کیا جاتا تو دوسری امریکی ریاستیں بھی اس قسم کے قانون لاگو کر سکتی تھیں۔ اس نے فوراً اعلان کیا ''بٹلر ایکٹ کی خلاف ورزی پر جس استاد کو گرفتار کیا جائے گا ہم اس کا مقدمہ لڑیں گے۔''

چند ہفتوں بعد ڈائٹن کے چھوٹے سے قصبے میں ڈارون کے حامی نیو یارک پلٹ ایک نوجوان دانش ور اور مقامی وکلا میں بحث چھڑ گئی۔ انہوں نے ارتقا، انسان اور بندروں پر گرما گرم مباحثہ کیا لیکن آخر میں اس بات پر اتفاق کیا کہ اگر ایکٹ کی آزمائش کی جائے تو ڈائٹن کی معیشت بڑی ترقی کر سکتی ہے۔ اسی شام مقامی ہائی اسکول کے سائنس کے چوبیس سالہ استاد، جان تھامس سکوپس کو 'قانونی گنی پگ' (Guinea Pig) کی حیثیت سے چن لیا گیا۔ دوسرے ہی دن یونین نے اطلاع دی کہ وہ اس کا دفاع کرنے کے لئے تیار ہے۔

24اپریل کوربیا کاؤنٹی ہائی اسکول میں سکوپس نے ریاست کی منظور شدہ درسی کتاب کے ذریعے اپنی جماعت کونظریہ ارتقا کے بارے میں پڑھایا۔ اسے جلد ہی گرفتار کر لیا گیا اور ایک گرینڈ جیوری مقدمہ سننے کے لئے بنائی گئی۔ یوں 'بندر مقدمے' (Monkey trail) کے لئے اسٹیج تیار ہو گیا جس نے بین الاقوامی شہرت حاصل کرنی تھی۔

ڈائٹن میں سرکس کی آمد

جب فریقین کے وکلا ڈائٹن آئے تو اسے وہ شہرت اور کاروبار ملا جس کی تمنا اس کے شہریوں نے کی تھی۔ یونین کے وکلا کا سربراہ، کلیرنس ڈارو تھا جو متنازعہ ملزموں کے مقدمے لڑ کر مشہور ہو چکا تھا۔ ڈارو مذہبی انتہاپسندوں کا مخالف تھا اور اب وہ ان کے خلاف کھل کر لڑائی لڑ سکتا تھا۔ انتہاپسندوں نے اپنا نکتہ نظر بیان کرنے کے لئے ولیم جیننگز برائن کو چنا جو اپنے آپ کو 'عظیم عام آدمی' کہلوانا پسند کرتا تھا۔

رفتہ رفتہ اخبارات نے اس مقدمے کو مذہب اور سائنس، ایمان اور عقل، روایتی اور جدید اقدار اور روشنی اور تاریکی کی قوتوں کے مابین زبردست مقابلے کا نام دیا۔ سائنس داں اور دانش ور اس خیال سے خوفزدہ تھے کہ ریاست کے اسکولوں میں سائنسی نظریات پڑھائے نہیں جاسکتے۔ ان کے ساتھی، شہری آزادی کے رہنماؤں کے نزدیک یہ تعلیمی آزادی کے سلسلے میں ایک اہم مقدمہ تھا جو مقامی آبادی کے مذہبی عقیدوں کے باوجود جیتنا ضروری تھا۔ دوسری طرف مذہبی انتہاپسندوں نے اعلان کیا "ہمارے بچوں کو لادینیت سے بچانے کے سلسلے میں یہ آخری بڑی جنگ ہے۔"

امریکا کے بڑے اخبارات کے مدیروں نے موقع سے فائدہ اٹھایا، انہوں نے اپنے تیز طرار رپورٹر ڈائٹن بھجوائے تاکہ وہ جلتی آگ میں تیل ڈال کر سنسنی خیز خبریں حاصل کر سکیں۔ ڈائٹن سے اتنی زیادہ تعداد میں تار آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوا کہ مزید نئی تاریں بچھانی پڑیں۔ وکلا اور صحافیوں کے علاوہ قصبے میں کئی پادری، مختلف اشیاء فروخت کرنے والے، ہر قسم کے اتھوپہ لوگ اور بندر پالنے والے آگئے۔ دکانوں میں بندر کی شکل والی گڑیائیں، کھلونے اور بیسیوں قسم کے سویٹر فروخت ہونے لگے۔

سرکس جیسی فضا کے باوجود برائن کے لئے مقدمہ ایک سنجیدہ معاملہ تھا۔ قصبے آنے کے بعد اس نے ایک ہجوم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''یہ ارتقا اور عیسائیت کے مابین ایسا مقابلہ ہے جس کے ایک طرف زندگی ہے اور دوسری طرف موت ۔۔۔۔ اگر ڈارون میں ارتقا جیت گیا تو عیسائیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔''

نظریہ ارتقا مقدمے کی گرفت میں

10 جولائی 1925ء کو جج جان رولسٹن کی عدالت میں مقدمہ شروع ہوا۔ چھوٹا سا کمرا نو سو حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جیوری میں دس کسان، ایک اسکول استاد اور ایک کلرک شامل تھے۔

پہلے دن وکلائے صفائی الزام کو اس بنیاد پر بے اثر کرنے میں ناکام رہے کہ بٹلر ایکٹ سے امریکی آئین کی چودھویں ترمیم کی خلاف ورزی ہوئی ہے جس کے مطابق کسی بھی انسان کو اس کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا اور وہ کوئی سا بھی مذہب اختیار کرنے کی آزادی رکھتا ہے۔ ڈارو نے بٹلر ایکٹ کو قرون وسطی کی یادگار قرار دیا جب علم و دانش کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں اور پیش گوئی کی کہ اگر یہ ایکٹ نافذ رہا تو رفتہ رفتہ اخبارات میں نظریہ ارتقا لکھنا ہی ممنوع قرار دیا جائے گا۔

استغاثہ نے اپنے دلائل میں کہا کہ سکوپس نے بٹلر ایکٹ کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا اسے سزا دی جائے۔ وکلائے صفائی نے کہا کہ سکوپس کو سزا دینے سے پہلے ریاست کو دو باتیں ثابت کرنا پڑیں گی: اس نے بائبل میں بیان کردہ تخلیق کائنات کو باطل قرار دیا ہے اور یہ پڑھایا ہے کہ انسان حقیر جانوروں کی اولاد ہے۔ اب وکلائے استغاثہ نے محسوس کر لیا کہ یہ نکتے ان کا کیس پیچیدہ بنا دیں گے (سکوپس نے تسلیم کیا تھا کہ اس نے نظریہ ارتقا پڑھایا ہے لیکن ایسی کوئی شہادت موجود نہیں تھی جس سے ثابت ہو سکے کہ اس نے بائبل کے نظریہ تخلیق کائنات کو جھٹلایا ہے)۔ وکیل صفائی، مالون نے اپنے دلائل میں کہا ''ڈارون کے نظریہ ارتقا اور بائبل کے نظریے میں چند اختلافات ہیں لیکن کئی لوگ دونوں کو افہام و تفہیم سے ملا دیتے ہیں، صرف انتہا پسند کہتے ہیں کہ سائنس اور مذہب، دونوں کی راہیں جدا ہیں۔''

مقدمے میں برائن نے اپنے دلائل دیتے ہوئے کہا ''ڈارون ازم مادہ پرست کافر پیدا کر رہا ہے، یوں معاشرے میں اخلاقی قدریں کمزور ہو رہی ہیں۔'' ثبوت کے طور پر اس نے بتایا کہ جرمن فلسفی فریڈرک نطشے کی تحریریں پڑھ کر ہی شکاگو کے دو نوجوانوں، لیوپولڈ اور لیوب نے محض لطف حاصل کرنے کے لئے معصوم بچے کو قتل کیا۔

ان دونوں قاتلوں کا مقدمہ ڈارو نے لڑا تھا، اس نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ برائن جیوری پر اثر انداز ہونے کے لئے نطشے کے نظریات توڑ مروڑ کر پیش کر رہا ہے لیکن جج نے اس کا احتجاج مسترد کر دیا۔

برائن نے اپنے دلائل کے آخر میں کہا ''ناظرین اس بات کا یقین کریں کہ سائنس دانوں کے حملوں سے بائبل کا کچھ نہیں بگڑے گا جو اسے نظریہ ارتقا سے ملانے پر تلے ہوئے ہیں۔'' برائن کے اکثر جملوں سے حاضرین ہنس پڑے تاہم تقریر اس کی بہترین تقریروں میں سے ایک نہیں تھی۔

وکیل صفائی، ڈیوڈلی مالون نے سائنسی ثبوت نہ پیش کرنے کے سلسلے میں انتہا پسندوں پر الزام لگایا کہ وہ نئے خیالات کو ابھرنے نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ سچ پر ان کی اجارہ داری ہے۔ مالون نے اعلان کیا ''جیت ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے ..... اسے سرکاری سرپرستی کی ضرورت نہیں۔ سچ کو مسٹر برائن سے مدد نہیں چاہئے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی کے متوالے ہیں ..... ہم امریکا میں بنیادی آزادی چاہتے ہیں، ہمیں کسی سے ڈر نہیں لگتا۔'' مالون کی تقریر پر حاضرین نے زیادہ تالیاں بجائیں مگر وہ جج صاحب کا دل نرم نہ کر سکی۔

برائن کٹہرے پر

وکلائے صفائی نے نظریہ ارتقا کے ماہرین کو گواہی کے لئے بلانے کی کوشش کی مگر استغاثہ نے احتجاج کیا اور یہ دلیل دی کہ جیوری کو اس لیے نظریہ سمجھنے کی ضرورت نہیں تا کہ فیصلہ کر سکے سکوپس نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں۔ جج نے ان کی دلیل قبول کر لی۔

اس وقت مقدمہ عدالت کے صحن میں منتقل کیا جا چکا تھا تا کہ حاضرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کو سمویا جا سکے۔ جب مقدمے کا خاتمہ محسوس ہونے لگا تو اچانک وکیل صفائی، آرتھر ہینز

نے بم پھینک کر ہیجان پیدا کر دیا۔۔۔اس نے بائبل کے ماہر کی حیثیت سے برائن جینگز کو گواہی دینے کے لئے بلایا۔ یہ ایسا قانونی نکتہ تھا جو بہت کم استعمال ہوا تھا لیکن خود اعتمادی سے تمتماتے چہرے کے ساتھ برائن نے یہ چیلنج قبول کر لیا اور شک میں پڑے جج کو بھی ہامی بھرنی پڑی۔

ڈارو گواہوں کو ان کے اپنے الفاظ میں پھنسانے کی دیومالائی صلاحیت رکھتا تھا، جب برائن کٹہرے پر آیا تو ڈارو نے اپنے شریفانہ رویے کو ایک طرف رکھ دیا۔ سب سے پہلے اس نے برائن سے کہلوایا کہ بائبل کا ہر لفظ سچا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ قابیل کو بیوی کیسے ملی جب کہ بائبل میں ہے کہ اس وقت آدم، حوا اور ہابیل یعنی کل چار افراد دنیا میں موجود تھے۔ ڈارو نے پھر بتایا کہ بائبل میں ہے کہ جب سانپ نے اماں حوا کو ورغلایا تو خدا نے اس پر لعنت بھیجی اور وہ تب سے پیٹ کے بل چلنے لگا، ڈارو نے پھر برائن سے پوچھا کہ اس سزا سے پہلے سانپ کیا دم کے ذریعے چلتا تھا؟ یوں ڈارو جوں جوں سوال پوچھتا گیا برائن کے سوالات اتنے ہی زیادہ متناقض ہوتے گئے اور وہ خود احمق اور اس کا متعصد احمقانہ نظر آنے لگا۔

کانپتے ہوئے، پسینے میں شرابور برائن نے یہ کہہ کر اپنے حمایتیوں کو ششدر کر دیا کہ اس کا خیال ہے کہ دنیا چوبیس گھنٹے کے چھ دنوں میں نہیں بنی جیسا کہ بائبل کے الفاظ ہیں۔ وکلائے صفائی کی یہ اہم کامیابی تھی کیونکہ لفظی معنی کو درست سمجھنا انتہا پسندوں کا اہم نظریہ تھا۔ ڈارو اور برائن کے درمیان ذاتی پرخاش نے عدالت میں موجود سب لوگوں کو بھی ہیجان میں مبتلا کر دیا۔ برائن نے ڈارو پر الزام لگایا کہ اس نے بائبل کی توہین کی ہے۔ ڈارو نے جواب دیا "میں تمہارے ان احمقانہ خیالات کے سلسلے میں تمہارا امتحان لے رہا ہوں جنہیں کوئی عیسائی نہیں مانتا۔"

آخر کار ڈیڑھ گھنٹے بعد جج رولسٹن نے برائن کو مزید پشیمانی اور گھبراہٹ سے بچانے کے لئے ڈارو کو روک دیا۔ دوسرے دن برائن کا بیان مقدمے سے غیر متعلق قرار دے کر جج نے تلف کروا دیا۔

آخر جیوری کے فیصلے کے مطابق سکوپس کو مجرم قرار دیا گیا۔ رولسٹن نے جیوری کو مشورہ دیا کہ اسے جرمانہ کا تعین کرنے دو، یہ ایک ایسی غلطی تھی جس کے نتیجے میں کورٹ آف اپیلز نے

اصلی فیصلہ مسترد کر دیا۔ اس نے بٹلر ایکٹ کو برقرار رکھا تاہم تھامس سکوپس کا مقدمہ دوبارہ چلانے کا حکم نہیں دیا جو اس وقت تک پڑھانا چھوڑ چکا تھا۔

پست نظری سے دیکھا جائے تو سکوپس اور نظریہ ارتقا کے حامی جنگ ہار گئے مگر یہ بات جلد ہی واضح ہوگئی کہ دراصل فاتح وہ تھے۔ اس کے بعد بٹلر ایکٹ کو نافذ کرنے کی مزید کوشش نہیں ہوئی اگرچہ 1967ء میں کہیں جا کر اسے کالعدم قرار دیا گیا۔ چند برسوں کے اندر اندر دیگر ریاستوں میں اس قسم کا قانون بنانے کی کوششیں دم توڑ گئیں۔ 1968ء میں جب ارکنساس میں اسی قسم کا قانون نافذ کرنے کی کوشش کی گئی تو سپریم کورٹ نے اسے غیر آئینی قرار دے کر معاملہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا کیونکہ وہ آئین کی پہلی ترمیم سے متصادم تھا۔

امریکی تاریخ میں سکوپس مقدمہ اپنی قانونی اہمیت کے بجائے معاشرتی اور ثقافتی اہمیت کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے ذریعے امریکا کی دانش ورانہ تاریخ میں بنیادی تبدیلی آئی۔۔۔ اس سے پہلے امریکی سوچ کا محور مذہبی ایمان تھا، سکوپس مقدمے کے بعد سائنسی تشکیکیت پھیل گئی۔ برائن جینگز مقدمہ ختم ہونے کے چند ہفتوں بعد چل بسا۔ 1955ء میں اس مقدمے پر ایک فلم ''Inherit the wind'' بنی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکی قانونی تاریخ میں یہ مقدمہ سب سے نمایاں مقدموں میں سے ایک ہے۔

ٹی پوٹ ڈوم کے مقدمے:1930-1926ء

مدعا علیہ: شرمن برنز (تیسرا مقدمہ)، ولیم برنز (تیسرا مقدمہ)، ہنری میسن ڈے (تیسرا مقدمہ)، ایڈورڈ ڈوہینی (پہلا اور آٹھواں مقدمہ)، البرٹ فال (پہلا، تیسرا اور ساتواں مقدمہ)، ہیری سنکلیئر (دوسرا، تیسرا اور چوتھا مقدمہ) اور رابرٹ سٹیورٹ (چھٹا مقدمہ)۔ الزام: امریکی حکومت کو دھوکا دینے کی سازش (پہلا اور چوتھا مقدمہ)، امریکی سینٹ کی توہین (دوسرا اور پانچواں مقدمہ)، توہین عدالت (تیسرا مقدمہ)، دروغ حلفی (چھٹا مقدمہ)۔ استغاثہ: فرینک ہوگان، جارج ہوور، ولٹن لیمرٹ وغیرہ۔ وکلائے صفائی: نیل برکن شاہ، ہینن گورڈن، ایٹلی پومیرین وغیرہ۔ جج: جیننگز بیلے، ولیم ہٹز، ایڈولف ہولنگ اور فریڈرک سیڈون۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ مقدمے کی تاریخیں: 22 نومبر 1928ء سے شروع ہوئے اور 22 مارچ 1920ء تک جاری رہے۔ فیصلے: پہلا مقدمہ بے گناہ (2) مجرم (3) مجرم (4) بے گناہ (5) بے گناہ (6) بے گناہ (7) مجرم (8) بے گناہ۔ سزائیں: دوسرے مقدمے میں تین ماہ قید اور پانچ سو ڈالر جرمانہ، تیسرے مقدمے میں سنکلیئر کو چھ ماہ قید، ڈے کو چار ماہ قید، شرمن برنز کو ایک ہزار ڈالر جرمانہ، ولیم برنز کو پندرہ دن کی قید اور ساتویں مقدمے میں ایک سال قید اور ایک لاکھ ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

صدر گرانٹ کی کرپٹ انتظامیہ کے بعد بیسویں صدی کے اوائل میں ٹی پوٹ ڈوم امریکی حکومت کا سب سے بڑا اسکینڈل تھا۔ یہ جلد ہی حکومت میں کرپشن کا نشان بن گیا۔ اس مقدمے کے ذریعے امریکی تاریخ میں پہلی بار کابینہ میں شامل ایک اعلیٰ عہدے دار کو سنگین جرم کرنے پر سزا ملی۔

یہ مقدمے اس وقت وجود میں آئے امریکی بحریہ کو تیل کی ضرورت پڑی اور اس سلسلے میں اقتدار میں شامل رہنما لالچ میں آ گئے۔ جنگ عظیم اول سے پہلے امریکی جنگی جہاز کوئلے کے بجائے تیل سے چلنے لگے۔ 1909ء میں صدر ولیم ٹافٹ نے ان عوامی مقامات کو محفوظ علاقے قرار دیا تھا جہاں بحریہ کے تیل کے ذخائر موجود تھے۔ ان ہی میں واؤمنگ ریاست کا علاقہ ٹی پوٹ ڈوم بھی شامل تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ تیل کے عوامی استعمال میں اضافہ ہوتا گیا۔ صدر ووڈرو ولسن کے دور حکومت (1913ء۔1920ء) میں تیل کے لکھ پتی تاجروں نے حکومت سے کئی بار اجازت مانگی کہ انہیں بحریہ کے محفوظ علاقوں میں تیل کی تلاش میں کھدائی کی اجازت دی جائے تاہم انہیں ناکامی ہوئی۔ آخر کار 1920ء میں کانگریس نے بحریہ کے سیکرٹری کو بحریہ کے علاقے لیز پر دینے کے لئے وسیع اختیار دیئے تاکہ امریکی بحریہ کی ترقی کے لئے اسے رقم مل سکے۔

اس فیصلے کے فوراً بعد وارن ہارڈنگ امریکا کا نیا صدر بنا۔ اس نے اپنی کابینہ تشکیل دیتے ہوئے اپنے دوست البرٹ بیکن فال کو وزیر داخلہ مقرر کیا۔ دونوں سینٹ میں بھی ساتھ ساتھ تھے۔

فال نے آٹھ سال سے ٹیکس نہیں دیئے

فال 1912ء میں نیو میکسیکو سے سینٹ کا رکن بنا۔ 1861ء میں پیدا ہوا اور خود تعلیم حاصل کر کے وکیل بنا۔ اس نے جوانی میں کاؤبوائے کی حیثیت کام کیا اور اسی لئے ایک بار سینٹ میں جھگڑے کے دوران پستول نکال لیا۔ لیکن وزیر داخلہ بننے سے پہلے اس نے نیو

میکسیکو کے علاقے تھری ریورز میں موجود اپنے باڑے (Ranch) کا ٹیکس آٹھ سال سے ادا نہیں کیا تھا۔ اس نے کچھ عرصہ پہلے نقد رقم حاصل کرنے کے لئے 'البکر وقی جرنل' کے اپنے حصص فروخت کئے تھے۔ دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ کر وہ سینٹ چھوڑ دینا چاہتا تھا لہٰذا وہ خوشی خوشی سیکریٹری (یعنی وزیر) داخلہ بن گیا۔

فال کی لغت میں 'تحفظ' کا لفظ نہیں تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ حکومت کی زمینیں۔۔۔۔ خصوصاً بحریہ کے تیل کے محفوظ علاقے۔۔۔۔ رقم حاصل کرنے کے لئے نجی شعبے کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اس نے ایگزیکٹو آرڈر میں تبدیلی لا کر محفوظ علاقوں کا کنٹرول بحریہ کو دے دیا تاکہ لیزنگ کی منظوری کے لئے بحریہ کے سیکرٹری سے رجوع نہ کرنا پڑے۔ اس نے پھر بحریہ کو تجویز دی کہ لیز پر دیئے گئے علاقوں کے تیل کی رائلٹی وہ نقد رقم کے بجائے (تیل کے) سرٹیفکیٹوں کی شکل میں لے جنہیں کہ بحریہ کی ترقی کے لئے خرچ کیا جاسکتا تھا۔

1922ء کے اوائل میں فال نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ تیل کے ذخیروں سے تیل بہنے والا ہے لہٰذا اس نے بحریہ پر زور دیا کہ ٹی پوٹ ڈوم کے علاقے کو ترقی دی جائے، بحیرہ اوقیانوس کے ساحل پر بنے ذخیرہ خانوں تک پائپ لائن بچھائی جائے اور پرل ہاربر پر ذخیرہ خانے بنائے جائیں۔ اس نے علاقے میں تعمیر و مرمت کے کاموں کے لئے تیل کے تاجر، ایڈورڈ ڈوہینی کا نام تجویز کیا جو عرصہ دراز سے اس کا دوست تھا اور اب کیلی فورنیا میں اس کے تیل کے کنوئیں تھے جن کی مالیت دس کروڑ ڈالر تھی۔

اس دوران سنکلیئر کونسولیڈیٹیڈ آئل کارپوریشن کے سربراہ، ہیری سنکلیئر نے فال کے ساتھ اس کے باڑے میں ملاقات کی۔ اس کمپنی کے قبضے میں تیس کروڑ اسی لاکھ ڈالر مالیت کے تیل کے کنوئیں تھے۔ ہیری چاہتا تھا کہ اس کی میمتھ آئل کمپنی ٹی پوٹ ڈوم میں بحریہ کا محفوظ علاقہ لیز پر لے لے جو 9481 ایکڑ پر مشتمل تھا۔

واشنگٹن جا کر ٹینڈر طلب کئے بغیر فال نے لیز پر دستخط کر دیئے اور دستاویز اپنی میز کی دراز میں تالا لگا کر رکھی۔ نتیجے میں میمتھ آئل کمپنی نے ٹی پوٹ ڈوم کے علاقے سے بیس سال تک تیل نکالنے کے خصوصی حقوق حاصل کر لئے۔ حکومت کو فی بیرل تیل کی سولہ تا سترہ فیصد

رائلٹی تیل کے سرٹیفکیٹوں کی شکل میں ملتی تھی جس کے ذریعے میتھو کمپنی ہی سے پٹرول اور ذخیرہ ٹینک خریدے جاتے تھے۔

اس معاہدے کی خبر فاش ہوگئی۔ پڑوسیوں نے حیرت سے دیکھا کہ فال کے باڑے میں اچانک خوشحالی کی لہر دوڑ گئی۔۔۔۔گھڑ دوڑ کا ایک گھوڑا اور قیمتی مویشی وہاں لائے گئے۔۔۔۔فال نے اسی علاقے میں ایک لاکھ ڈالر کی مالیت والا نیا باڑہ خریدا، پینتیس ہزار ڈالر مالیت کا برقابی (ہائیڈروالیکٹرک) پلانٹ بھی لگایا اور اپنے وہ ٹیکس ادا کیے جو 1912ء سے چلے آرہے تھے۔

جرم افشا ہوتا ہے

فروری 1922ء میں سب سے پہلے 'البرقوق جرنل' نے فال کی اچانک امیری کے بارے میں خبریں شائع کیں۔ یہ دیکھ کر فال کے ساتھیوں نے اپریل تک جرنل کے ناشر پر اتنا زبردست دباؤ ڈالا کہ اس نے مجبوراً جرنل ایسے بینک کو فروخت کر دیا جس کا مالک فال کا دوست تھا۔ لیکن جلد ہی امریکی سینٹ کے بہادر سینٹر رابرٹ فولیٹی نے اخبارات کو بتایا "موجودہ حکومت میں نوے فیصد کرپشن فال کے محکمہ داخلہ میں ہو رہی ہے۔" انہوں نے پھر چھان بین کا مطالبہ کیا۔ چند دن بعد فال نے استعفیٰ دے دیا۔

صدر ہارڈنگ کی اچانک موت کے بعد اکتوبر 1923ء میں سینٹ میں فال کے 'کارناموں' پر مقدمہ چلنے لگا۔ ایڈورڈ ڈوہنی نے بیان دیا کہ بحریہ کے ساتھ اس کے معاہدوں کے ذریعے فال کو کوئی رقم نہیں ملی تاہم اس نے فال کو ایک لاکھ ڈالر بطور قرضہ دیئے تھے۔ تاہم ثبوت کے طور پر وہ ایک پھٹا پرانا کاغذ ہی دکھا سکا جس میں سے دستخط پھاڑے جا چکے تھے۔ بحریہ کے سیکرٹری، ایڈون ڈینبی نے تسلیم کیا کہ میتھو کمپنی کے ساتھ معاہدہ کرنے کی ذمہ داری اس کی تھی تاہم اس نے سیکرٹری داخلہ کی ہدایت پر قانون کے تحت ٹینڈر طلب نہیں کیے۔ جب ہیری سنکلیئر گواہی دینے آیا تو اس نے کمیٹی سے دانستہ تعاون نہیں کیا لہٰذا سینٹ کوئی نئی بات نہیں جان سکی۔

ہر چیز کا رخ سنکلیئر کی طرف

جب فال سینٹ کمیٹی کے سامنے پیش ہوا تو اس کے ہر جملے کی تان اس پر ٹوٹتی رہی کہ

آئین کی پانچویں ترمیم کے تحت اس پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ بعد کو تیل کے مقدمات کی چھان بین کے سلسلے میں صدر کیلون کولیج نے سینٹ کے ڈیموکریٹک رکن، اٹلی پومیرین اور ریپبلکن رکن، اوون رابرٹس کو خصوصی مشیر قانونی مقرر کیا۔ اخبارات میں رابرٹس کا یہ بیان شائع ہوا" فال کی اچانک امیری کا ہر پہلو اشارہ کرتا ہے کہ یہ سنکلیئر کی مہربانی ہے۔"

تفتیش سے پتہ چلا کہ فال نے حال ہی میں اپنے باڑے کو بہتر کرنے کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار ڈالر خرچ کئے ہیں جب کہ اسے سینٹ سے سالانہ بارہ ہزار ڈالر تنخواہ ملتی تھی۔ علاوہ ازیں اس کے اکاؤنٹس میں دولاکھ تیس ہزار ڈالر مالیت کے ایسے لبرٹی بانڈ تھے جو پہلے سنکلیئر اور سٹینڈرڈ آئل کمپنی (انڈیانا) کے مابین تقسیم کئے گئے تھے۔ اب فال پر فرد جرم عائد کر دی گئی۔

1924ء میں اوون رابرٹس نے قانونی چارہ جوئی کے ذریعے سنکلیئر اور ڈوہینی کے ساتھ کئے گئے لیزنگ کے سرکاری معاہدے توڑنے کی کوشش کی کیونکہ ان کی بنیاد فراڈ پر قائم تھی۔ عدالت نے ڈوہینی کا معاہدہ کالعدم کر دیا مگر سنکلیئر کا معاہدہ برقرار رہا۔ رابرٹس نے امریکی سرکٹ آف اپیلز میں اپیل دائر کی اور فیصلہ اس کے حق میں ہوا۔ عدالت کے تین ججوں نے تسلیم کیا:

"یہ لیز منظور کرتے ہوئے کرپشن کا وجود موجود تھا اور اسی لئے اسے ختم ہو جانا چاہئے۔"

جب معاہدے فریب کارانہ ثابت ہو گئے تو نومبر 1926ء میں رابرٹس نے فال اور ڈوہینی پر مقدمہ ٹھونک دیا، ان پر الزام تھا کہ انہوں نے سازش کے ذریعے حکومت سے مکر کیا ہے۔ وکیل صفائی، فرینک ہوگان نے ڈرامائی طور پر اپنے موکلوں کی حالت کا تقابل حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے کے عمل سے کیا اور صدر ہارڈنگ کی روح کو ان کی مقدس قبر سے بلوا کر کرداری گواہ کے طور پر پیش کیا۔ دوسری طرف وکلائے صفائی خاص کارکردگی نہیں دکھا سکے۔ ارکان جیوری نے رات بھر بحث کی اور صبح دونوں ملزموں کو رہا کر دیا۔

لیکن رابرٹس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ مارچ 1927ء میں اس نے سنکلیئر کو سینٹ میں بلوایا کیونکہ اس نے پہلے سینٹ کی کمیٹی کے سوالوں کے جواب ٹھیک طرح نہیں دیئے تھے۔ ایک دن کے مقدمے کے بعد ثابت ہو گیا کہ اس نے سینٹ کی توہین کی ہے لہٰذا اسے تین ماہ کے لئے

جیل بھجوا دیا گیا۔

اب ٹی پوٹ ڈوم لیز کے سلسلے میں حکومت کو فریب دینے پر فال اور سنکلیئر کے خلاف مقدمہ چلا۔ سنکلیئر نے بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بارہ ارکان جیوری کے پیچھے اپنے جاسوس لگوا دیئے تاکہ انہیں خوفزدہ کر کے مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کروا سکے۔ حتیٰ کہ ایک رکن نے دعویٰ کیا کہ مقدمے کا فیصلہ بدلنے کے لئے اسے دو لاکھ ڈالر کی پیشکش کی گئی ہے۔

اب جج فریڈرک سیڈ دن پہلے مقدمے کی کارروائی روک کر سنکلیئر اور اس کے ساتھیوں ہنری میسن اور ولیم برنز کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ کھڑا کر کے اس کی سماعت کرنے لگا۔ سب کو مجرم قرار دیا گیا، سنکلیئر کو چھ ماہ قید کی سزا ملی جو سب سے سخت تھی۔

اپریل 1928ء میں تیل کے معاہدوں میں حکومت سے فریب کرنے کے سلسلے میں چوتھا مقدمہ شروع ہوا۔ اس دفعہ ڈاکٹروں نے بتایا کہ فال اتنا بیمار ہے کہ مر سکتا ہے لہٰذا اسے معاف کر دیا گیا۔ سنکلیئر نے اعتراف کیا کہ اس نے فال کو لبرٹی بانڈ اور نقد رقم دی تھی لیکن جب جیوری نے تیل کے تاجر کو رہا کر دیا تو استغاثہ حیران پریشان رہ گیا۔

اس شک کے باوجود رابرٹس نے ہمت نہیں ہاری۔ اکتوبر 1929ء میں ڈوہینی سے رشوت لینے کے الزام پر فال کے خلاف مقدمہ چلا۔ وہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر عدالت میں آیا، وہ بہت کمزور ہو چکا تھا اور شکل سے مریض لگتا تھا۔ اس کے وکیل نے جج سے استدعا کی کہ اسے معاف کر دیا جائے کیونکہ وہ قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہے۔ جیوری نے اسے 'مجرم' قرار دیا تاہم رحم جج کو کرنے کا مشورہ دیا۔ جج ولیم ہٹز نے اسے ایک سال کی قید سخت اور ایک لاکھ ڈالر جرمانے کی سزا سنائی۔

فال نے فیصلے کے خلاف اپیل کی تاہم وہ رد ہو گئی۔ سپریم کورٹ نے اس کا مقدمہ سننے سے انکار کر دیا۔ صدر ہربرٹ ہوور نے اس کی معافی کی کئی درخواستیں رد کر دیں لہٰذا 18 جولائی 1931ء کو فال ایمبولینس کے ذریعے سانتانی (نیومیکسیکو) کے جیل پہنچ گیا۔۔۔۔ وہ پہلا امریکی سیکرٹری (وزیر) تھا جس پر سنگین نوعیت کے الزام لگے اور اسے جیل بھیجا گیا۔ اسے مئی 1932ء کو رہا کیا گیا۔ بارہ سال بعد وہ تراسی سال کی عمر میں اس جہان سے رخصت ہوا۔

ٹی پوٹ ڈوم لیز ختم ہونے سے بحریہ کو سنکلیئر سے ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر وصول ہوئے۔ ڈوہینی کا معاہدہ ختم ہونے سے بحریہ کو تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ ڈالر ملے۔ جنگ عظیم دوئم میں بحریہ کے تیل کے علاقوں سے بڑا فائدہ اٹھایا گیا اور آج بھی ان سے تیل نکالا جا رہا ہے۔

ایڈورڈ ڈوہینی 1935ء میں اُنہتر سال کی عمر میں چل بسا۔ 1956ء میں سنکلیئر اسی برس کا ہو کر مرا۔ اوون رابرٹس جس نے ساڑھے چھ سال تک مجرموں کا ناطقہ بند کئے رکھا، اسے 1930ء میں صدر ہوور نے سپریم کورٹ کا جج بنا دیا۔ وہ 1955ء میں اسی سال کی عمر میں نیک نام زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہوا۔

الیگزنڈر پینٹاجیز کے مقدمے: 1929ء

مدعا علیہ: الیگزنڈر پینٹاجیز۔ الزام: زنا۔ استغاثہ: برٹن فٹس اور رابرٹ سٹیورٹ۔ وکلائے صفائی: ارل ڈیٹیلو، ڈبلیو فورڈ، جیری گیسلر اور ڈبلیو گلبرٹ۔ جج: چارلس فریکل۔ جگہ: لاس اینجلس (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 4 تا 27 اکتوبر 1929ء (پہلا مقدمہ)، 3 تا 27 نومبر 1931ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلہ: پہلے مقدمے میں مجرم اور دوسرے مقدمے میں بے گناہ۔ سزا: پہلے مقدمے میں پچاس سال قید۔

اہمیت

یہ مقدمہ کیلی فورنیا کا قانون تبدیل کرنے کا باعث بنا کیونکہ سپریم کورٹ نے ایک اپیل پر یہ فیصلہ سنایا کہ اگر لڑکی اٹھارہ سال سے کم عمر ہے تو اس کی ماضی کی جنسی سرگرمیاں اس ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں کہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اسے جنسی حملے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس مقدمے سے وکیل جیری گیسلر بہت مشہور ہوا اور اس نے کئی ہالی وڈ کیس کے مقدمے لڑے۔

1929ء تک یونان سے ہجرت کر کے آنے والا چون سالہ الیگزنڈر پینٹاجیز غنائی ناٹک اور فلمیں دکھانے والے ساٹھ مراکز کا مالک بن چکا تھا جو امریکا کے مغربی علاقوں کے بڑے شہروں میں موجود تھے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ پینٹاجیز لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا۔ ماہرین کے مطابق اس کے کاروبار کی مالیت تین کروڑ ڈالر تھی۔

9 اگست 1929ء کو ایک تربیت یافتہ ڈانسر، اونی آئرینی پرنگل لاس اینجلس میں واقع پینٹاجیز کے دفتر میں داخل ہوئی۔ وہ پینٹاجیز کے قریب ہو کر ناٹکوں میں کردار چاہتی تھی۔ اسے پہلے کئی بار واپس بھیجا جا چکا تھا لیکن اس نے اصرار کیا کہ وہ 'اسکندر اعظم' سے ملنا چاہتی ہے، پینٹاجیز ہالی وڈ میں اس نام سے مشہور تھا۔ پیچھا چھڑانے کے لئے اس نے پرنگل کو اپنے ذاتی دفتر میں بلایا جو تہہ خانے میں واقع تھا۔

کچھ دیر بعد لوگوں نے اونی پرنگل کو گلی میں پریشان حالت میں بھاگتے دیکھا، اس کے کپڑے بے ترتیب تھے اور وہ چلا رہی تھی کہ اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ چند دن کے اندر اندر پینٹاجیز پر فرد جرم عائد کر دی گئی اور اخبارات نے اسے 'بوڑھا اسیر بیل' قرار دے کر ایک گھٹیا اسکینڈل میں پھنسا لیا۔

پینٹاجیز کے وکلائے صفائی نے عدالت کو بتایا کہ وہ نوجوان لڑکی پینٹاجیز کے دفتر میں داخل ہو کر اس پر شیرنی کی طرح حملہ آور ہوئی، اس کے سارے کپڑے پھاڑ دیئے اور چیخنے چلانے لگی۔ اس نے اپنی تمام تر طاقت استعمال کر کے چست و چالاک ڈانسر کو اپنے دفتر سے نکالا۔

جب مقدمہ شروع ہوا تو وکیل صفائی، جیری گیسلر نے پرنگل پر جرح کی۔ اس نے کئی بار لڑکی سے اس کی کہانی سنی اور درمیان میں کئی حساس سوال کئے۔ آخر میں اس نے پرنگل سے پوچھا "جب اسکول میں تمہیں ناچ سکھایا گیا تو کیا تمہیں یادداشت بہتر رکھنے کی تربیت دی گئی؟"

"جی ہاں۔"

"کیا تمہیں یہ بھی سکھایا گیا کہ اداکاری کے ذریعے جذبات کا اظہار کیسے کیا جاتا ہے۔"

"جی ہاں۔"

گیسلر نے بعد کو بتایا کہ مس پرنگل نے گو اپنی افسوس ناک کہانی کئی بار اخبارات اور عدالت کو سنائی لیکن ہر بار وہ ایک جیسی تھی، اس میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی۔۔۔۔ "اس لیے مجھے یقین ہو گیا کہ لڑکی نے بار بار مشق کر کے اپنی کہانی اداکاری کی طرح یاد کی ہے۔"

لباس تبدیل کر کے آؤ

گیسلر نے لڑکی سے اگلا سوال یہ کیا "جس دن تم پر حملہ ہوا کیا تم یہی لباس پہنے ہوئی تھی؟"

''نہیں۔''

اس وقت اونسی پرنگل نے اسکول جانے والی تیرہ سالہ لڑکی جیسا لباس پہن رکھا تھا۔ کپڑوں کا رنگ نیلا تھا، اسٹاکنگ سیاہ اور میری جین جوتے تھے۔ ہاتھ میں چھوٹا سا سیاہ بیگ تھا۔ ہاتھوں میں سیاہ دستانے تھے اور لمبے بالوں کو چٹیا سے باندھا گیا تھا۔

گیسلر نے جج چارلس فریکی سے درخواست کی کہ لڑکی کو حکم دے وہ اسی کپڑوں اور میک اپ میں اگلے دن آئے جس میں وہ پینٹا جیز کے دفتر گئی تھی۔ اگلے دن ارکان جیوری نے اسکول کی لڑکی کے بجائے ایک قبول صورت، تیز وطرار نوجوان لڑکی کو دیکھا جس نے جسم کے نسوانی اعضا نمایاں کرنے والا لباس پہنا ہوا تھا۔ اب گیسلر نے اپنی جرح کے ذریعے پرنگل سے اس کے سابقہ بدچلن واقعات سننے کی کوشش کی، مثلاً اس نے چالیس سالہ روسی ڈانسر، نک ڈونوا سے معاشقہ لڑایا تھا لیکن جج نے گیسلر کو جرح سے روک دیا۔

کئی گھنٹے کی بحث کے بعد ارکان جیوری نے 'اسکندر اعظم' کو مجرم قرار دیا اور اسے پچاس سال کی قید بامشقت سنائی گئی۔ گیسلر نے کیلی فورنیا سپریم کورٹ میں فیصلے کے خلاف اپیل کی اور بارہ سو صفحات میں اپنا بیان لکھ کر دیا جس میں ان گنت مقدمات کا حوالہ دیا گیا تھا۔ اس میں خاص بات یہ درج تھی کہ نچلی عدالت نے مس پرنگل کی بدچلنی کے سابقہ واقعات نہ سن کر بڑی غلطی کی ہے۔ گیسلر نے لکھا ''اگر جیوری انہیں سن لیتی تو یقیناً قوم کے ان ہزاروں مردوں کی آنکھیں کھل جاتیں جو اس قسم کی لڑکیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔''

سپریم کورٹ کے حکم پر مقدمہ نئے سرے سے شروع ہوا۔ اس میں اونسی پرنگل کی نجی زندگی اور کردار کے متعلق ثبوت پیش کئے گئے۔۔۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی مقدمے میں وکلائے صفائی نے ایسی نوعمر لڑکی کی غیر اخلاقی حرکتوں کو دیکھا بھالا جس کا دعویٰ تھا کہ اس پر جنسی حملہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ پرنگل ایک اخلاق باختہ لڑکی ہے اور اس کے کئی مردوں سے تعلقات ہیں۔

گیسلر نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ یہ واقعہ دراصل سازش ہے تاکہ پینٹا جیز کی شہرت داغ دار کی جاسکے۔ ارکان جیوری نے اس بار اسے بری کر دیا۔ کئی سال بعد جب پرنگل مر رہی تھی تو اس نے انکشاف کیا کہ اس کے عاشق، نک ڈونوا کو جوزف کینیڈی سے بڑی رقم ملی تھی تاکہ پینٹا جیز جیل چلا جائے، اس کا کاروبار ختم ہو جائے اور وہ فلموں کی تقسیم کے کاروبار پر قبضہ کر لے۔

سکاٹس بورو مقدمے: 1931ء-1937ء

مدعا علیہ: اولین منٹگمری، کلیرنیس نورس، ہے وڈ پیٹرسن، اوزی پاول، ولی رابرسن، چارلس ولیمز، رائے رائٹ اور دیگر دو۔ الزام: زنا۔ استغاثہ: ایچ بیلے، میلون ہلسن، تھامس نائٹ، تھامس لاسن اور ویڈ رائٹ۔ وکلائے صفائی: جوزف بروڈسکی، جارج چملی، سیموئیل لیبو وٹز، مائلو موڈی، سٹیفن روڈی اور کلیرنیس واٹس۔ جج: الفریڈ ہاکنز، جیمز ایڈون ہورٹن اور ولیم واشنگٹن کالاہان۔ جگہیں: سکاٹس بورو (الباما)، ڈیکاٹور (الباما)۔ مقدمے کی تاریخیں: 6 اپریل 1931ء تا 24 جولائی 1931ء تک جاری رہے۔ فیصلے: رائے رائٹ کے علاوہ سب مجرم۔ رائے رائٹ کا مقدمہ بے نتیجہ رہا۔ سزا: بجلی کی کرسی پر بٹھا کر موت جسے بعد کو تبدیل کر دیا گیا۔

اہمیت

امریکی جنوبی ریاستوں میں یہ پہلا مقدمہ تھا جس نے قومی اہمیت اختیار کی۔ اس کی بنیادی وجہ ملزمان کی بہت بڑی تعداد، ان کی کم عمری، ان کے مختصر مقدمے اور انہیں ملنے والی سخت سزائیں تھیں۔ ان مقدمات سے یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ اب تک جنوبی ریاستوں کے سفید فام حبشیوں سے سخت نفرت کرتے اور انہیں اچھوت سمجھتے ہیں حتیٰ کہ عدالتیں بھی اس اثر سے مستثنیٰ نہیں۔

مارچ 1931ء کی ایک صبح مٹی میں لتھڑے ہوئے سات سفید فام نوجوان شمالی الباما کے ایک ریلوے اسٹیشن ماسٹر کے دفتر میں داخل ہوئے اور اسے روتے ہوئے بتایا کہ وہ ایک مال بردار ریل میں بیٹھے سفر کر رہے تھے کہ حبشیوں کے ایک گروہ نے پہلے انہیں مارا پیٹا پھر ریل سے نیچے پھینک دیا۔ اسٹیشن ماسٹر نے اگلے ریلوے اسٹیشن، سکاٹس بورو فون کیا اور وہاں موجود ڈپٹی شیرف نے مسلح آدمیوں کو جمع کر لیا۔ جب ریل وہاں رکی تو انہوں نے اس پر دھاوا بول دیا، انہوں نے نو حبشی لڑکوں اور دو سفید فام لڑکیوں کو گرفتار کیا جو مردانہ کپڑوں میں ملبوس تھیں۔

سفید فام لڑکیاں تو اسٹیشن کے ملازموں کے ساتھ گپ شپ مارنے لگیں، ڈپٹی شیرف نے حبشیوں کو رسیوں سے باندھا اور ان سے تفتیش کرنے لگا۔ پانچ کا تعلق جارجیا سے تھا بیس سالہ چارلس ویمز سب سے بڑا تھا۔ کلیرنس نواس کی عمر انیس سال، اوزی پاول کی سولہ اور اولین منٹگمری کی سترہ سال تھی، وہ تقریباً اندھا تھا۔ سترہ سالہ ولی رابرسن آتشک اور سوزاک کا مریض تھا اور چھڑی کے سہارے چلتا تھا۔ چارلڑ کے چٹانوگا (ٹینیسی) سے تعلق رکھتے تھے۔ ہے وڈ پیٹرسن اور اینڈی رائٹ انیس سال کے تھے جب کہ اوگین ولیمز تیرہ سال اور اس کے بھائی، رائے کی عمر صرف بارہ سال تھی۔

جب ڈپٹی شیرف نے اپنے قیدیوں کو کھلے ٹرک میں سوار کروایا تو ہنٹس ویل (الباما) سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی، روبی بیٹس نے اسے بتایا کہ ان نو لڑکوں نے اس کی اور اس کی سہیلی وکٹوریہ پرائس کی بے حرمتی کی ہے۔

سکاٹس بورو پہنچ کر شیرف نے دونوں عورتوں کو معائنے کے لئے دو ڈاکٹروں کے پاس بھجوا دیا۔ اس دوران سفید فام لڑکیوں کی بے حرمتی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح جیکسن کاؤنٹی میں پھیل گئی۔ شام تک کئی سو سفید فاموں کا مجمع حبشیوں کو قتل کرنے کے لئے چھوٹی سی جیل کے سامنے جمع ہو گیا۔ جب شیرف نے اکیس سپاہیوں کے ہمراہ اپنے آپ کو محاصرے میں پایا تو گورنر کو فون کیا۔ پچیس مسلح نیشنل گارڈ جب موقع پر پہنچے، تو لوگوں کا غصہ ختم ہو چکا تھا اور بیشتر جا چکے تھے۔

6 اپریل 1931ء کو حبشیوں کے مقدمے کا آغاز ہوا۔ ایک سو دو گارڈوں نے ہزاروں لوگوں کو عدالت سے ایک سو فٹ کے فاصلے پر رکھا۔ جج الفریڈ ہاکنز نے اعلان کیا کہ وکیل

صفائی کوئی بھی وکیل بن سکتا ہے۔ آخر اس نے چٹانوگا کے اٹارنی سٹیفن روڈی کا انتخاب کیا۔ اس کی مدد کے لئے مالکومنڈی بھی کھڑا ہو گیا۔

استغاثہ نے سب سے پہلے ویز اور نورس پر مقدمہ چلایا۔ وکٹوریہ نے بتایا کہ وہ اپنی سہیلی روبی کے ساتھ چٹانوگا جانے والی مال بردار ریل میں سوار ہوئی تا کہ وہاں جا کر نوکری تلاش کر سکے۔ جب انہیں ناکامی ہوئی تو واپسی پر ایک اور مال بردار ٹرین میں بیٹھ گئیں جس میں حبشی لڑکے اور سفید فام لڑکے سوار تھے۔ حبشیوں نے انہیں دیکھتے ہی پہلے سفید فام لڑکوں کو ریل سے نیچے دھکیلا پھر ان پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ بے حرمتی کے دوران وہ بے ہوش ہو گئیں اور انہیں اس وقت ہوش آیا جب انہیں سکاٹس بورو کی جیل لے جایا جا رہا تھا۔

لیکن ڈاکٹر برجیز نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ جب اس نے لڑکیوں کا معائنہ کیا تو بے حرمتی کا کوئی نشان نہیں پایا۔ اس نے کہا "دونوں لڑکیاں حال ہی میں جنسی عمل سے نہیں گزریں۔" دوسرے ڈاکٹر نے بتایا کہ یہ درست ہے کہ لڑکیاں کنواری نہیں لیکن وہ حال ہی میں جنسی عمل سے نہیں گزریں کیونکہ مادہ مخصوص کے خلیے بارہ سے اڑتالیس گھنٹے تک زندہ رہتے ہیں۔

اس کے باوجود جمعرات کی سہ پہر تک بارہ سالہ رائے رائٹ کے علاوہ باقی سب لڑکوں کو مجرم قرار دے دیا گیا۔ اس کی نوعمری کی وجہ سے ریاست اسے عمر قید دینا چاہتی تھی لیکن جیوری میں پھڈا پڑ گیا۔۔۔۔ سات ارکان اسے بھی سزائے موت دینا چاہتے تھے۔ جج نے رائے رائٹ کے مقدمے کو بے نتیجہ قرار دیا اور بقیہ آٹھ لڑکوں کو برقی کرسی پر بٹھانے کا حکم دیا۔

سرمایہ دارانہ انصاف کے شکار

یہ فیصلہ سن کر امریکا کے آزاد خیال لوگ چراغ پا ہو گئے۔ امریکا کی کمیونسٹ پارٹی نے اس سزا کو "قانونی غصے کے ذریعے قتل" اور حبشیوں کو "سرمایہ دارانہ انصاف کے شکار" قرار دیا۔ اس نے حبشیوں کی تنظیموں سے اپیل کی کہ وہ ان کی مدد سے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کریں۔ ہارلیم (نیویارک) میں تین لاکھ سیاہ فاموں اور گوروں نے یہ نعرہ لگاتے ہوئے مارچ کیا "سکاٹس بورو لڑکوں کو مرنا نہیں چاہئے۔"

حبشی تنظیموں نے لڑکوں کا مقدمہ لڑنے کے لئے چٹانوگا کے اٹارنی، جارج جیملی کا

انتخاب کیا۔ انہوں نے اپنے نائب، جوزف بروڈسکی کے ذریعے چناٹوگا کے گئی سیاہ فام باشندوں کا یہ بیان مقدمہ دوبارہ چلانے کی درخواست کے ساتھ پیش کیا کہ انہوں نے "وکٹوریہ پرائس کو نگرو ہاؤس میں حبشیوں کے ساتھ ناچتے دیکھا ہے" اور یہ کہ روبی بیٹس اکثر دعویٰ کرتی ہے "میں ایک رات میں پانچ حبشی بھگتا سکتی ہوں۔" یہ بھی کہ وکٹوریہ نے ایک بورڈنگ ہاؤس میں عصمت فروشی کے لئے کمرا لے رکھا تھا اور اس نے ایک رات سفید فام کی پیش کش ٹھکرادی کیونکہ وہ کسی حبشی کے ساتھ سونا چاہتی تھی۔ مقامی اخبارات نے ان بیانات کو بوگس قرار دیا مگر ہنٹس ویل کے ایک سراغ رساں نے تصدیق کی کہ لڑکیاں دراصل طوائفیں تھیں۔

"سیاست کو قانون کے ساتھ نہ ملاؤ"

لیکن سپریم کورٹ نے مقدمہ دوبارہ چلانے کی درخواست مسترد کر دی۔ اب تنظیموں نے کلیرنس ڈارو سے رابطہ کیا لیکن اس نے کہا "سیاست کو قانون کے ساتھ ملانے کی کوشش نہ کریں۔ یہ مقدمہ الاباما ہی میں جیتنا ہوگا، روس یا نیو یارک میں نہیں۔" مارچ میں الاباما سپریم کورٹ نے اوگین ولیمز کے سوا باقی حبشی لڑکوں کی سزا برقرار رکھی، ولیمز کا مقدمہ دوبارہ چلانے کا فیصلہ دیا گیا۔ آخر نومبر میں امریکی سپریم کورٹ نے ساتوں لڑکوں کا مقدمہ دوبارہ چلانے کا حکم دیا کیونکہ جج ہاکنز نے وکلائے صفائی کے دلائل لاپروائی سے سن کر امریکی آئین کی چودہویں ترمیم کی خلاف ورزی کی تھی۔

سب سے پہلے ہےوڈ پیٹرسن پر مقدمہ چلا۔ وکلائے صفائی نے پھر کئی انکشاف کئے مثلاً روبی بیٹس اور وکٹوریہ نے حراست سے بچنے کے لئے حبشیوں پر بے حرمتی کا جھوٹا الزام لگایا۔ لڑکوں کو مال بردار ریل کے مختلف ڈبوں سے پکڑا گیا جبکہ ولی روبرسن آتشک کی وجہ سے جنسی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بار پھر لڑکیوں کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹروں نے گواہی دی کہ لڑکیوں کی بے حرمتی نہیں کی گئی اس کے باوجود ارکان جیوری نے پیٹرسن کو مجرم قرار دے کر اسے سزائے موت سنائی۔

وکلائے صفائی نے نئے مقدمے کی درخواست دی، جج ہورٹن نے جیوری کا فیصلہ ایک

طرف رکھا اور نیا مقدمہ چلانے کا حکم دیا لیکن بعد کو انارنی جنرل تھامس نائٹ اور چیف جسٹس کے دباؤ کی وجہ سے اسے مقدمے سے الگ کر دیا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ سفید فام حکومت سیاہ فام باشندوں کے حقوق تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی۔

جیوری میں حبشی بھی شامل ہونے چاہئیں

نئے مقدمے کا ستر سالہ جج ولیم واشنگٹن خاصا متعصب انگریز تھا۔ اس نے وکلائے صفائی کو بہت تنگ کیا اور انہیں اپنا مقدمہ درست طور پر پیش نہیں کرنے دیا۔ لہٰذا ایک بار پھر پیٹرسن کو مجرم قرار دے کر سزائے موت دی گئی۔ کلیرنس نوراس کو بھی پھانسی کی سزا ملی۔

لیکن سپریم کورٹ نے یہ فیصلے اس بنیاد پر رد کر دیئے کہ فیصلہ کرنے والی جیوری میں ایک بھی سیاہ فام نہیں تھا۔ یہ فیصلہ سن کر الباما کے گورنر بب گریوز نے جواب دیا "ہر کاؤنٹی کی جیوری میں ہمیں حبشی بھی رکھنے چاہئیں۔"

نومبر 1935ء میں نئی جیوری کے سامنے نیا مقدمہ چلا جس میں تیرہ سفید فاموں کے علاوہ ایک سیاہ فام بھی موجود تھا۔ جنوری 1936ء میں پیٹرسن کو دوبارہ مجرم قرار دے کر اسے پچھتر سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ اسے سن کر پیٹرسن نے کہا "اس سے تو مر جانا اچھا ہے۔"

دیگر ملزمان پر جولائی 1937ء میں مقدمہ چلا۔ کلیرنس نورس کو سزائے موت ملی جب کہ اینڈی رائٹ کو ننانوے سال اور چارلس ویمز کو پچھتر سال کے لئے قید بامشقت کی سزا ملی۔ اوزی پاول کو بیس سال کے لئے جیل بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد وکیل استغاثہ، تھامس لاسن نے درخواست کی کہ اولین منٹگمری، رائے رائٹ، ولی روبرسن اور اوگین ولیمز کے خلاف الزامات واپس لے لئے گئے ہیں لہٰذا انہیں رہا کر دیا گیا۔ اس طرح سکاٹس بورو مقدمات کا خاتمہ ہوا۔

"سب مجرم ہیں یا سب کو رہا کرو"

اب پیٹرسن کی وکلائے سپریم کورٹ میں اپیل کی مگر سپریم کورٹ نے اس کی سزا پر نظر ثانی کرنے سے انکار کر دیا۔ الباما کے گورنر، بب گریوز نے رحم کی اپیل سنی اور اس بات سے اتفاق کیا "سب مجرم ہیں یا سب کو رہا ہونا چاہئے۔" اس نے پھر سرکاری طور پر چاروں سزا یافتہ

مجرمان کو معاف کرنے کے لئے تاریخ چن لی لیکن اسے پہلے ہی احساس ہو گیا کہ الباما کے لوگوں کی اکثریت اس فیصلے کی مخالف ہے لہٰذا اپنے اچھے مستقبل کی خاطر اس نے اپنا فیصلہ ملتوی کر دیا۔

ولیمز کو نومبر 1943ء میں رہائی ملی۔ اینڈی رائٹ اور کلیرنس نورس جنوری 1944ء میں رہا ہوئے۔ پیٹرسن 1948ء میں جیل سے فرار ہو گیا لیکن اسے پھر گرفتار کر لیا گیا۔ وہ 1952ء میں سرطان کے ہاتھوں جیل ہی میں مر گیا۔ سکاٹس بورو کے آخری زندہ 'ملزم' چونسٹھ سالہ نورس کو 1976ء میں الباما کے گورنر جارج ویلس نے معاف کر دیا۔

وکٹوریہ پرائس ہنٹس ویل کی کاٹن مل میں 1938ء تک کام کرتی رہی، اس کی بندش کے بعد وہ قریبی قصبے، فلنٹس ویل چلی گئی۔ روبی بیٹس نے 1938ء تک نیویارک میں سرکاری سپننگ فیکٹری میں کام کیا پھر واپس ہنٹس ویل چلی گئی۔ 1961ء میں دونوں عورتیں جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔

ال کپون کا مقدمہ: 1931ء

مدعا علیہ: الفانسو کپون۔ الزام: انکم ٹیکس نہ دینا۔ استغاثہ: جارج جونسن اور دیگر۔ وکلائے صفائی: مائیکل اہرن اور تھامس ناش۔ جج: جیمز ولکرسن۔ جگہ: شکاگو (الینوس)۔ مقدمے کی تاریخیں: 6 اکتوبر تا 24 اکتوبر 1931ء۔ فیصلہ: پہلے الزام (1924ء میں انکم ٹیکس نہ دینا) میں بے گناہ۔ دوسرا الزام (بائیس ذیلی الزام)، پانچ الزامات کے تحت مجرم کہ 1925ء تا 1928ء اور 1929ء میں انکم ٹیکس ادا نہیں کیا۔ تیسرے الزام (وولسٹیڈ ایکٹ کی خلاف ورزی) پر مقدمہ نہیں چلا۔ سزا: 11 سال قید، پچاس ہزار ڈالر جرمانہ اور تیس ہزار ڈالر عدالت کے اخراجات۔

اہمیت

دس سال تک شکاگو کی پولیس شہر کے سب سے خطرناک اور بدنام غنڈے کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں پہنچا سکی یا پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ بعد کو امریکی وفاقی حکومت نے اسے انکم ٹیکس قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر جیل خانے پہنچا دیا۔ یوں امریکا میں جوئے بازوں، شراب فروخت کرنے والوں اور طوائفوں کا سب سے بڑا سرپرست جیل خانے میں پہنچ گیا۔

ال کپون نیویارک کے علاقے بروکلین کا رہائشی تھا، چھٹی جماعت میں تھا کہ اپنے استاد کو تھپڑ مارنے کے جرم میں اسکول سے نکال دیا گیا۔ اب وہ مجرمانہ سرگرمیوں کی طرف راغب

ہوا اور رفتہ رفتہ اپنے علاقے کا غنڈا بن گیا۔ دوسرے غنڈوں سے لڑتے ہوئے ایک بار شدید زخمی ہوا مگر زندہ بچ گیا۔ اکیس سال کی عمر میں شکاگو چلا گیا جہاں اس کا ماموں شہر کا نامی گرامی بدمعاش تھا۔ وہاں اس نے اپنی بدمعاشی کا کاروبار شروع کیا جس کا اہم شعبہ شراب کی غیر قانونی خرید و فروخت تھا۔ 1925ء تک جب ال کپون چھبیس سال کا ہوا تو اس کے گروہ میں ایک ہزار جرائم پیشہ افراد کام کر رہے تھے جنہیں ہر ہفتے تین لاکھ ڈالر تنخواہ دی جاتی تھی۔

ال کپون نے آہستہ آہستہ شہر کے دیگر جرائم پیشہ گروہوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نے پانچ سو آدمی خود قتل کروائے جب کہ آپس کی لڑائیوں میں تقریباً ایک ہزار لوگ ہلاک ہوئے۔ ال کپون کی سرپرستی میں بیسیوں شراب خانے، جوئے خانے اور عصمت فروشی کے اڈے چلنے لگے۔ انہیں قابو میں رکھنے کے لئے وہ ہر مہینے بھاری رقم سیاست دانوں اور پولیس کو دیتا۔ ساتھ ساتھ وہ یقین کر لیتا تھا کہ اس کے ساتھی قابل اعتماد ہیں۔۔۔۔ اسی لئے وہ عرصہ دراز تک قانون سے محفوظ رہا۔ اس کے دفاعی اقدام اتنے کامیاب تھے کہ ایک بار مخالف گروہ کے سینکڑوں کارندوں نے کئی کاروں میں سوار ہو کر اس کے صدر دفتر پر ہزاروں گولیاں چلائیں لیکن ال کپون کو خراش تک نہیں آئی۔

سینٹ ویلینٹائن کا قتل عام

1929ء میں سینٹ ویلینٹائن ڈے کے موقع پر ال کپون نے اپنے گرگوں کو 'بگس' موریان کے قتل کا حکم دیا، یہ اس گروہ کا سربراہ تھا جس نے کپون کے صدر دفتر پر حملہ کیا تھا۔ کپون کے کارندوں نے پولیس وردی پہن کر اپنے سات مخالف ہلاک کر دیئے۔ اس قتل عام سے شکاگو کے باشندے چراغ پا ہو گئے۔

'شکاگو ڈیلی نیوز' کے ناشر، کرنل فرینک نوکس نے نئے امریکی صدر، ہربرٹ ہوور سے مدد مانگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صدر ہربرٹ نے سیکریٹری خارجہ اینڈریو میلسن سے کہا" میں اس آدمی کو جیل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وفاقی حکومت صرف دو شعبوں میں کپون کی سرگرمیوں کے خلاف قانونی طور پر مداخلت کر سکتی تھی۔۔۔۔ وولٹیسڈ ایکٹ کی خلاف ورزی (یعنی شراب کی غیر قانونی خرید و فروخت کی

ممانعت)اور انکم ٹیکس بچانا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کپون کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں تھا، اس کے نام سے کوئی جائداد نہیں تھی، کسی چیک پر اس کے دستخط نہیں تھے، وہ جو چیز خریدتا اس کی قیمت نقد ادا کرتا تھا۔ بہرحال انٹرنل ریونیو سروس نے اپنے خصوصی ایجنٹ فرینک ولسن کو شکاگو بھجوایا تاکہ وہ کپون کی کل آمدنی اور کل اخراجات کا تجزیہ کرے۔ دو سال کے عرصے میں ولسن نے ان اشیاء کی فہرست بنائی جو کپون نے خریدی مثلاً قیمتی کپڑے، کاریں اور لیموزین، میامی میں ایک گھر، بوٹ ہاؤس اور ایک وسیع گیراج۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کپون کا تعلق جوئے خانوں، شراب خانوں اور چکلوں سے ہے، ولسن نے ماہر جاسوس، مائیکل مالونی کو کپون کے اندرونی حلقے میں بھجوایا۔ مالونی بھیس بدل کر کپون کے گروہ میں داخل ہوا اور بعد کو اہم خفیہ معلومات فراہم کیں۔ لیکن کپون کے خلاف گواہ تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا۔ ولسن اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

''سب اہم گواہ کپون کی تنظیم سے اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے اس کے خلاف بیان دینے سے انکار کر دیا اور بعد کو اگر دیا بھی تو جھوٹ بول کر چلے گئے۔ ان گواہوں کو چھپا کر لایا جاتا تھا کہ کپون کے کسی خاص کارندے کی نظر ان پر نہ پڑے۔''

تلاش بسیار کے بعد مالونی کو ایک سموک شاپ منیجر ملا جس کا کپون سے جھگڑا ہوا تھا۔ منیجر نے کپون کے متعلق بہت کم بتایا، لیکن انکشاف کیا کہ شکاگو ٹریبیون کا رپورٹر، جیک لنگل کپون کے گروہ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ اب کرنل رابرٹ میکورمک، اخبار کے ناشر نے جیک کو ایک خفیہ اجلاس میں بلوایا لیکن لنگل کو راستے میں قتل کر دیا گیا۔

اس کے باوجود ولسن کو کپون کے خلاف اتنے ثبوت مل گئے کہ 1931ء تک انٹرنل ریونیو سروس کا ایجنٹ گرینڈ جیوری بٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اب مسلح گارڈ اس کی حفاظت کرتے تھے کیونکہ خبر ملی تھی کہ کپون نے ولسن کو قتل کرنے کے لئے نیویارک سے پانچ قاتل شکاگو بلوائے ہیں۔ ولسن نے کپون پر تین الزام لگائے---- پہلا یہ کہ اس نے 1924ء میں انکم ٹیکس ادا نہیں کیا، دوسرا یہ کہ 1925ء سے لے کر 1929ء تک انکم ٹیکس ادا نہیں کیا، دوسرا یہ کہ 1925ء سے لے کر 1929ء تک انکم ٹیکس ادا نہیں کیا (اس کے بائیس ذیلی الزام تھے) اور

تیسرا یہ کہ اس نے سازش کے ذریعے ولسٹیڈ ایکٹ کی پانچ ہزار بار خلاف ورزی کی ہے۔ آخری الزام کو تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے طور پر محفوظ رکھا گیا۔

وفاقی عدالت سے معاملہ کرنا ناممکن ہے

اگر کپون کو ہر جرم میں مجرم قرار دیا جاتا تو اسے چونتیس سال جیل میں گزارنے پڑتے۔ اس کے وکلاء نے امریکی اٹارنی جنرل، جارج جانسن سے بات کی جسے علم تھا کہ کپون کے خلاف گواہوں کا بندوبست کرنا بڑا مشکل کام ہے لہٰذا اس نے کپون کے وکلاء کو بتایا" کپون اگر اپنے جرم تسلیم کرلے تو بدلے میں اسے صرف ڈھائی سال کی قید ملے گی۔ اگر اس نے اچھے رویے کا مظاہرہ کیا تو مدت کم بھی ہو سکتی ہے۔" لیکن جج جیمز ولکرسن نے یہ معاہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ناراض ہو کر کہا" ہر کسی کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وفاقی عدالت سے مول تول کرنا ناممکن ہے۔" اس منہ توڑ جواب کے بعد کپون کے خلاف مقدمہ شروع ہوا۔

وکیل استغاثہ، جانسن نے سب سے پہلے ان گواہوں کو پیش کیا جن کے بیان سے ثابت ہوا کہ زبردست منافع دینے والی ایک اسموک شاپ (Smoke Shop) کپون کی ملکیت ہے۔ کپون نے اس سے صرف دو سال میں ساڑھے پانچ لاکھ ڈالر کمائے تھے۔ اس کے بعد ٹھیکے دار، جیولر، قصائی، بیکر، دلال، بروکر اور اسی قسم کے لوگ گواہوں کی حیثیت سے پیش ہوئے جن کے بیانات سے صاف ظاہر تھا کہ کپون کے سالانہ اخراجات لاکھوں ڈالروں میں ہیں۔

کپون کو 1925ء سے 1927ء تک انکم ٹیکس ادا نہ کرنے پر مجرم قرار دیا گیا تاہم بقیہ الزام ثابت نہیں ہو سکے۔ جج جیمز ولکرسن نے مختلف الزامات کے تحت کپون کو گیارہ برس کی قید کی سزا سنائی اور کل ستر ہزار ڈالر کا جرمانہ کیا۔۔۔۔ اس وقت تک کسی بھی انکم ٹیکس چور کے خلاف یہ سب سے زیادہ جرمانہ تھا۔ کپون کو کک کاؤنٹی جیل میں رکھا گیا جہاں غسل خانے سمیت اس کا اپنا کمرا تھا۔ وہ آزادی سے ٹیلی فون کرتا اور سنتا، تار بھیجتا اور آنے والے بدمعاش مہمانوں کی آؤ بھگت کرتا۔

لیکن جلد ہی اسے اٹلانٹا بھجوا دیا گیا پھر سان فرانسسکو بے کے جزیرہ ال قطرز میں نیا تعمیر ہونے والا جیل خانہ اس کا مستقر بنا۔ وہاں سیکورٹی اتنی سخت تھی کہ کپون کو ایک بھی خصوصی

رعائیت نہیں مل سکی۔ 1938ء میں کپون کو آتشک کے مریض کی حیثیت سے اسپتال میں داخل کیا گیا۔ علاج نے بیماری کا پھیلاؤ کم کر دیا لیکن اسے روک نہیں سکا۔ 1939ء میں کپون رہا ہونے کے بعد میامی میں اپنے ساحلی گھر رہنے چلا گیا، جہاں اس کی بیوی اور بیٹا انتظار کر رہے تھے۔ وہ وہاں ایک بھدے، موٹے تازے انسان اور تصوراتی قاتلوں سے خوفزدہ حالت میں 1947ء تک زندہ رہا۔

جوزف زنگارا کا مقدمہ:1933ء

مدعا علیہ: جوزف زنگارا۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: چارلس مور ہیڈ اور دیگر۔ وکلائے صفائی: جیمز مکا سکل، الفریڈ ریا اور لیوس ٹویمن۔ جج الے تھامپسن۔ جگہ: میامی (فلوریڈا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 9 مارچ 1933ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: بجلی کی کرسی کے ذریعے موت۔

اہمیت

جوزف زنگارا امریکا کے عظیم زوال 'گریٹ ڈپریشن' کی وجہ سے بے روزگار ہو گیا۔ بعد کو وہ اتنی ذہنی اذیت میں مبتلا ہو گیا کہ اس نے منتخب صدر فرینکلن روزویلٹ کو گولی مارنے کی کوشش کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں امریکا کے معاشی حالات کتنے خراب تھے۔

1933ء کے اوائل میں بے روزگار مستری جوزف زنگارا اپنے قصبے ہیکن سیک (نیو جرسی) سے فلوریڈا روانہ ہوا تا کہ گرم موسم اور نوکری پا سکے۔ وہ اپنے آپ کو انارکسٹ کہتا تھا اور ریوالور لئے ہوئے تھا، شاید اس لئے کہ وہ پست قامت، کمزور سا انسان تھا یا شاید اس لئے کہ استحصالی نظام کے خلاف کسی قسم کا موثر احتجاج کر سکے۔

15 فروری کو صدر فرینکلن روزویلٹ میامی پہنچے، انہوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق ڈیموکریٹک جلسے سے خطاب کرنا تھا۔ روزویلٹ نے نومبر میں صدر ہربرٹ ہوور کے

مقابلے میں انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کی تھی۔ عوام کے مطابق وہ نجات دہندہ تھے جو انہیں 'گریٹ ڈپریشن' کی تباہی سے نکالنے آئے تھے۔ انہوں نے چار مارچ کو امریکی صدر بننے کا حلف اٹھانا تھا۔

جب کھلی کار میں روز ویلٹ اسٹیشن سے اپنے ہوٹل گئے تو راستے میں ہزاروں لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ ان کے بالکل پیچھے شکاگو کا میئر، انطون سرماک بیٹھا تھا جس نے ان کی جیت میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

ایک جگہ ڈمنڈتے ہجوم کے درمیان کار روک لی گئی۔ 1921ء میں پولیو کے حملے کا شکار ہونے کے بعد صدر روز ویلٹ حرکت کم کرتے تھے لہٰذا انہوں نے کار میں بیٹھے بیٹھے مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد جوش میں بھرے لوگ ان سے ہاتھ ملانے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ انہوں نے روایتی انداز میں مسکراتے ہوئے انہیں خوش آمدید کہا۔

کئی لوگ موت کے لئے بے تاب ہیں

کار کی طرف بڑھنے والے لوگوں میں جوزف بھی موجود تھا۔ جب وہ روز ویلٹ سے آٹھ فٹ دور رہ گیا تو اچانک اس نے ہونے والے امریکی صدر پر اپنا ریوالور تانا اور چیخ کر کہا "کئی لوگ موت کے لئے بے تاب ہیں۔" اس نے جیسے ہی اپنا ریوالور صدر پر خالی کیا ایک عورت نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔ دو گولیاں میئر سرمک کو لگیں۔ دوسری گولیاں چار تماشائیوں کو معمولی زخمی کر کے بے کار گئیں۔

لوگ جوزف کو زمین پر گرا کر اسے پیٹنے لگے۔ جب چند لمحوں بعد پولیس نے اسے گرفتار کیا تو اس کے کپڑے خون سے بھر چکے تھے۔ روز ویلٹ نے قاتل کو نظر بھر کر دیکھا پھر میئر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہاں موجود ایک شخص نے بتایا "وہ اس وقت سب سے پرسکون انسان لگ رہے تھے۔" جب کار آگے بڑھی تو انہوں نے اسے دو بار روکا تا کہ زخمی میئر کو آرام دہ حالت میں لے آئیں۔ اس واقعے سے قوم کو پہلی بار پتہ چلا کہ روز ویلٹ بے خوف ہیں، اتنے کہ اپنی جان کی پروا نہیں کرتے۔

جب میئر سرمک اور زخمی تماشائی اسپتال میں داخل ہو گئے تو جوزف پر خطرناک ہتھیار

سے جان لیوا حملہ کرنے پر مقدمہ چلایا گیا۔ 21 فروری کو جیوری نے اسے مجرم قرار دے کر اسی سال کے لئے جیل بھجوا دیا۔

6 مارچ کو مسز زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا۔ جوزف نے مسٹر سرمک کے قتل کا ذمے دار اس عورت کو قرار دیا جو اس کے راستے میں آ گئی تھی۔ اس نے کہا" مجھے افسوس ہے کہ مسٹر خواہ مخواہ مارا گیا، میں تو منتخب ہونے والے صدر کو گولی مارنا چاہتا تھا۔"

ڈیڈ کاؤنٹی کے سولیسٹر، چارلس مور ہیڈ نے 9 مارچ کو جوزف پر قتل کا مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا، اس نے اپنا کیس پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ جوزف کو مجرم قرار دے کر سزائے موت سنائی گئی۔ مرنے سے چند روز قبل اس نے صحافیوں کو بتایا" میں ہمیشہ سے روز ویلٹ سے نفرت کرتا ہوں۔ اب بھی اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو وہ فوراً اسے قتل کر ڈالوں گا۔" 20 مارچ کو جب وہ بجلی کی کرسی پر بیٹھا تو اسے کسی قسم کی شرمندگی یا افسوس نہیں تھا۔

الائسیز کا مقدمہ:1933ء

مدعا علیہ: ایک کتاب 'الائسیز' از جیمز جوائس۔ الزام: فحاشی کی مرتکب۔ استغاثہ: نکولاس اٹلس، سیموئل کولمین اور مارٹن کون بوائے۔ جج: جان وولے۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخ: 25 تا 26 نومبر 1933ء۔ فیصلہ: کتاب فحش نہیں ہے۔

اہمیت

جب جان وولے نے الائیز کے بارے میں اپنا فیصلہ سنایا تو اس کے بعد فحاشی کے ضمن میں امریکی حکومت اور عدلیہ میں کافی تبدیلی آئی۔ اس فیصلے سے قبل یہ تسلیم کیا جاتا تھا (1) فحاشی پر پابندی لگانے والے قوانین امریکی آئین کی پہلی دفعہ سے متصادم نہیں اور (2) امریکی محکمہ ڈاک اور امریکی کسٹم سروس کسی بھی چیز کو فحش قرار دینے کا اختیار رکھتی ہے۔ الائسیز کے فیصلے کے بعد فحاشی کے سلسلے میں امریکی حکومت کا رویہ کافی نرم پڑ گیا۔

آئرلینڈ کے مشہور ادیب جیمز جوائس کو اس کے دوستوں نے خبردار کیا تھا کہ الائسیز کی امریکا میں اشاعت کے سلسلے میں امریکی محکمہ ڈاک اور محکمہ کسٹم گڑبڑ کریں گے۔ 1919ء میں جب رسالے لٹل ریویو نے کتاب کے تین حصے شائع کیے تو امریکا کے محکمہ ڈاک نے رسالے کے تینوں شمارے ضبط کر کے انہیں جلا دیا۔ ناشرین پر فحش مواد چھاپنے کے الزام میں مقدمہ چلا، انہیں پچاس ڈالر جرمانہ ہوا اور وہ جیل جانے سے بال بال بچے۔

اس فیصلے کے بعد کئی امریکی اور برطانوی ناشرین نے یہ ناول شائع کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ یہ کتاب سب سے پہلے پیرس کے ایک کتب خانے شیکسپیئر اینڈ کمپنی نے 1922ء میں شائع کی جس کا مالک سلویا بیچ، جیمز جوائس کا دوست تھا۔ یہ کتاب جلد ہی پورے یورپ میں مقبول ہو گئی اور پھر اسمگل ہو کر برطانیہ اور امریکا جانے لگی۔ لیکن 1928ء میں امریکی کسٹم کورٹ نے الائسیز کو سرکاری طور پر فحش کتاب قرار دے دیا تاکہ اسے امریکی قارئین کی نظروں سے دور رکھا جا سکے۔

اس دوران مشہور ادبی ستاروں مثلاً ٹی ایس ایلیٹ، ورجینیا وولف اور ایذرا پاؤنڈ نے جیمز جوائس کے ناول کو ایک ادبی شہ پارہ قرار دیا۔ پیرس میں رینڈم ہاؤس (ناشر) کے مالک، سینیٹ کرف نے جیمز کو بتایا کہ اگر امریکی ناول کی اشاعت پر سے پابندی اٹھا لیں تو وہ اسے شائع کرنے کے لئے تیار ہے۔ آخر گفت و شنید کے بعد فیصلہ ہوا کہ پابندی اٹھانے کے لیے امریکی عدلیہ سے رجوع کیا جائے۔

مقدمہ چلتا ہے

کرف نے موریس ارنسٹ کو اپنا وکیل بنایا جو فحش مقدمات لڑنے والا مشہور امریکی وکیل تھا۔ مقدمہ جیتنے کی صورت میں اس کی فیس یہ قرار پائی: پہلی دس ہزار شائع شدہ کتب پر وہ پانچ فیصد رائلٹی لے گا پھر جتنے بھی ایڈیشن چھپیں گے، وہ ساری زندگی ان کی دو فیصد رائلٹی لے گا۔

ارنسٹ اور اس کے ساتھی، الیگزنڈر لینڈے نے ہوشیاری سے اپنی حکمت عملی طے کی۔ 1932ء میں ان کا ایک دوست بذریعہ بحری جہاز الائسیز کی کاپی اپنے ہمراہ امریکا لایا۔ ارنسٹ کو یقین تھا کہ کسٹم اسے قبضے میں لے لے گا لیکن انہوں نے اسے ضبط کرنے سے انکار کر دیا۔

رینڈم ہاؤس کے ایک حصے دار، ڈونالڈ کلوفر نے کئی سال بعد اپنی آپ بیتی میں لکھا ''ہمارا ایک دوست ناول کی کاپی امریکا لایا۔ ہم اسے خوش آمدید کہنے کے لئے گودی گئے۔ کسٹم کے آدمی نے کتاب دیکھی لیکن ہمارے دوست کو واپس کر دی۔ ہم نے اصرار کیا کہ وہ کتاب اپنے قبضے میں لے لے۔ اس کے انکار پر ہم اس کے افسر سے ملے۔ آخر انہوں نے کتاب ضبط کر لی کیونکہ وہ فحش اور مذہب کی توہین کرنے والی تھی۔ محکمہ کسٹم نے پھر وہ کتاب امریکا کے

اٹارنی جنرل کو ہتک (Libel) کا مقدمہ درج کرنے کے سلسلے میں بھجوائی۔ ہتک لفظ کا ایک مطلب یہ ہے "بغاوتی، سازشی، فحش یا مذہب کی توہین کرنے والی تحریر یا تصویر۔"

اس کے بعد ارنسٹ امریکی اٹارنی جنرل سے ملا اور دونوں اس بات پر رضامند ہو گئے کہ مقدمہ ایک جج کی عدالت میں چلے گا۔۔۔۔ یوں جیوری کو ہٹا کر راہ میں آنے والے اہم خطرات دور کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ارنسٹ مقدمے کو اس وقت تک لٹکانے میں کامیاب ہو گیا جب وہ ایک مخصوص جج، جان ووّلے کی عدالت میں پیش ہوا۔ ارنسٹ کو علم تھا کہ جج ایک شائستہ اور مہذب انسان ہے جو شاندار مقدمے لکھتا اور پرانی کتب اور کلاسیکل فرنیچر سے دلی لگاؤ رکھتا ہے۔

عدالت میں خاتون کی موجودگی

جج نے بھی مقدمے کی سماعت دیر سے شروع کی تاکہ الائسیز اور وہ دوسری کتب پڑھ سکے جو اس کے بارے میں لکھی گئی تھیں۔ 25 نومبر کو مقدمہ لوگوں سے کھچا کھچ بھری عدالت میں شروع ہوا۔ استغاثہ کے ایک وکیل نے موریس ارنسٹ سے کہا "حکومت یہ مقدمہ نہیں جیت سکتی۔" ارنسٹ نے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا "جیت کی صورت صرف یہی ہے کہ ہم چار حروف والا وہ فحش لفظ دہرائیں جو جیمز نے کئی بار لکھا ہے لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔" ارنسٹ نے اس کی وجہ پوچھی۔

ارنسٹ نے بتایا "کیونکہ عدالت میں ایک خاتون بھی موجود ہے۔"

ارنسٹ نے کہا "لیکن وہ میری بیوی ہے۔ وہ ایک استاد ہیں اور انہوں نے کتاب میں شامل تمام الفاظ غسل خانے یا سڑکوں کی دیواروں پر لکھے دیکھے ہیں۔"

استغاثے کے مطابق جیمز کی کتاب دو باتوں کی بناء پر قابل اعتراض تھی۔ ایک تو اس میں چار حرفی لفظ کا استعمال جسے مہذب لوگوں میں ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس ضمن میں ارنسٹ نے یہ ثابت کرنے کا فیصلہ کیا کہ فحاشی کا معیار تبدیل ہو چکا ہے جس کے مطابق ناول 1933ء میں جیمز کے الفاظ کے ذریعے فحش نہیں کہلایا جا سکتا۔ اپنے نکتے کو منوثر بنانے کے لئے ارنسٹ نے چار حرفی الفاظ کے کئی ماخذ بیان کئے۔ جج نے اس کے اکثر دلائل سے اتفاق کیا۔ ارنسٹ نے بعد کو بتایا "مجھے محسوس ہوا کہ آدھا کیس جیت لیا گیا ہے۔"

دوسرا اعتراض، لاشعوری سوچ کے اس بے تکلف بہاؤ پر تھا جسے جیمز نے مختلف کرداروں مثلاً مولی بلوم کی سوچ میں دکھایا تھا۔ ارنسٹ نے عدالت کو بتایا کہ جیمز نے اس ڈرامائی طریقے سے ان خیالات اور خواہشات کو ظاہر کیا ہے جو تمام انسانوں کے اندر موجود ہوتی ہیں۔

جج نے ارنسٹ سے پوچھا کہ کیا اس نے ساری کتاب پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا ''جی ہاں، مائی لارڈ میں نے 1923ء میں اسے پڑھنے کی کوشش کی لیکن ساری کتاب نہیں پڑھ سکا۔ چند ماہ پہلے مقدمے کی تیاری کے سلسلے میں پوری کتاب پڑھی۔ بعد کو جب میں چھٹی والے دن ایک چرچ میں لیکچر دے رہا تھا تو۔۔۔۔''

جج نے بات کاٹ کر پوچھا ''اس بات کا میرے سوال سے کیا تعلق ہے؟ کیا تم نے ساری کتاب پڑھی ہے؟''

ارنسٹ نے بات جاری رکھی'' مجھے بعد میں یاد آیا کہ جب میں لیکچر دے رہا تھا تو بظاہر بینکوں اور بینکاری کے قوانین پر بول رہا تھا لیکن ساتھ ساتھ میں دیوار پر لگی گھڑی، اگلی رو میں بیٹھی ایک بوڑھی عورت اور چرچ کے خوبصورت دروازے کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ جج صاحب! اب میں صرف کتاب کے دفاع میں بول رہا ہوں لیکن مجھے تسلیم ہے کہ ساتھ ساتھ میرا دھیان آپ کی رنگین ٹائی اور آپ کی کرسی کے پیچھے لگی جارج واشنگٹن کی تصویر پر ہے اور اس بات پر بھی میرا ذہن مصروف عمل ہے کہ آپ کا سیاہ چوغہ آپ کے کاندھوں سے پھسلنے والا ہے۔ ذہن کا یہی دوہرا بہاؤ الائسیز میں بہترین طریقے سے پیش ہوا ہے۔''

جج نے اپنی میز پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا ''اب پہلی بار مجھے کتاب کی اہمیت کا احساس ہوا ہے۔ میں نے تمہاری باتیں بڑے غور سے سنی ہیں۔ میں کتاب کے آخر میں بیان کیے گئے خواب کے مناظر پڑھ کر پریشان ہوا تھا لیکن اب مجھے تسلیم ہے کہ جب میں تمہارے دلائل سن رہا تھا، اسی وقت تمہارے پیچھے پڑے ٹیبل وائٹ فرنیچر کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔

ارنسٹ نے کہا'' جج صاحب! اسی لئے تو یہ کتاب ایک شاہکار ہے۔''

کتاب فحش نہیں ہے

6 دسمبر کو جج وولے نے امریکا بالمقابل الائسیز کے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا:

''مجھے یقین ہے کہ الائسیز ایک مخلص اور سچی کتاب ہے اور میرا خیال ہے کہ اس پر تنقید کرنے والوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔۔۔جن الفاظ کو فحش کہا گیا ہے وہ پرانی سیکسن زبان سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر مرد اور عورت انہیں جانتا ہے، خصوصاً وہ جن کی ذہنی اور جسمانی زندگی جوائس نے اپنے ناول میں پیش کی ہے۔

''الائسیز میں ایسے چند مناظر ہیں جو حساس مگر باشعور انسان کو شاید پسند نہ آئیں مگر کافی غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ناول کے بعض حصے پڑھ کر قاری کو قے ضرور آتی ہے مگر وہ شہوانی ہرگز نہیں لہٰذا الائسیز کو امریکا میں شائع کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔''

دس منٹ بعد جب جج نے اپنا بیان مکمل کیا تو دس منٹ کے اندر اندر رینڈم ہاؤس کے دفتر میں الائسیز کی کمپوزنگ کا کام شروع ہو چکا تھا۔

حکومت نے جج وولے کے فیصلے کے خلاف سرکٹ کورٹ آف اپیلز میں اپیل کی جہاں جج سرینڈ ہینڈ اوران کے رشتے دار، آگسٹس ہینڈ نے ماتحت عدالت فیصلہ برقرار رکھا تاہم تیسرے جج، مارٹن مینٹن نے ان سے اختلاف کیا جس کے مطابق یہ کتاب امریکیوں کی اخلاقیات بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

سیموئیل انسل کا مقدمہ: 1934ء

مدعا علیہ: سیموئیل انسل، سیموئیل انسل جونیئر، ہیرلڈ سٹوارٹ اور دیگر تیرہ افراد۔ الزام: ڈاک کے ذریعے لوگوں سے فراڈ کرنا۔ استغاثہ: ڈیوائٹ گرین اور لیسلی سالٹر۔ وکلائے صفائی: فریڈرک برن ہام، جیمز کونڈون، ہیری ڈچ برنی وغیرہ۔ جج: جیمز ولکرسن۔ جگہ: شکاگو (الینوس)۔ مقدمے کی تاریخیں: 2 اکتوبر تا 24 نومبر 1934ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

کئی ماہرین کے مطابق سیموئیل انسل کا مقدمہ امریکی قانون، فیڈرل سیکورٹیز اینڈ ایکس چینج ایکٹ کا باپ ہے۔ مقدمے کے دوران ہی امریکی حکومت نے قوانین بنائے تاکہ سیکورٹیز کے احیاء کو منظم اور اسٹاک ایکس چینجز کو قابو کیا جا سکے نیز نجی کمپنیوں کے ارکان کو تحفظ دیا جائے۔ اس مقدمے سے وہ وقت سامنے آتا ہے جب اسٹاک ایکس چینج کا رکن محض لفاظی سے تجارتی دولت کا اہرام تیار کر سکتا تھا جیسے سیموئیل انسل نے ہزاروں چھوٹے سرمایہ کاروں کے ذریعے چند ہفتوں میں لاکھوں ڈالر کمائے جن کے مقدر میں تباہی لکھی ہوئی تھی۔

1881ء میں اکیس سالہ انگریز، سیموئیل انسل کو موجد تھامس ایلوا ایڈیسن اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کے روپ میں امریکا لایا۔ گیارہ سال بعد سیموئیل ایڈیسن کا سب سے بااعتماد مشیر بن

گیا اور وہ ہی موجد کے تمام مالیاتی امور کا نگران تھا۔

ایک وقت ایسا آیا کہ ایڈیسن کی جنرل الیکٹرک کمپنی کو خسارہ ہونے لگا۔ ایڈیسن نے کمپنی کا نگران سیموئیل کو بنایا اور کہا "سیموئل تمہیں سب کچھ کرنے کی آزادی ہے۔ یا تو شاندار کامیابی حاصل کر دیا شاندار ناکامی! لیکن تم نے اپنا ہر داؤ استعمال کرنا ہے۔"

سیموئل جیسے ہی کمپنی کا سربراہ بنا چند برسوں میں اس کے ملازمین کی تعداد دو سو سے بڑھ کر چھ ہزار ہو گئی اور جلد ہی وہ امریکا بلکہ دنیا کی ایک بڑی کمپنی بن گئی۔

1892ء میں سیموئل نے اپنی شکاگو ایڈیسن کمپنی قائم کی۔ اس نے ایک سرمایہ کار، مارشل فیلڈ سے ڈھائی لاکھ ڈالر کا قرضہ لیا اور شہر میں بجلی پیدا کرنے والے پلانٹ لگانے لگا۔ 1907ء تک اس کی دوسری کمپنی، کامن ویلتھ ایڈیسن کمپنی کے پلانٹ پورے شہر کو بجلی فراہم کر رہے تھے۔ سرمایہ کاروں نے کمپنی میں لاکھوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔

بجلی فراہم کرنے والے اداروں کا جال

اس دوران سیموئیل نے ارد گرد کے علاقوں میں بھی برقی پلانٹ لگائے۔ آخر کار اس کی کمپنیاں چھ ہزار مربع میل کے علاقے کو بجلی فراہم کرنے لگی۔ اس نے طویل ٹرانسمیشن لائنوں والے پلانٹ لگوائے، یوں پیداواری لاگت اور صارفین کے بلوں کی رقم کم ہوئی جب کہ منافع میں اضافہ ہوا۔

1920ء کے عشرے میں سیموئل نے ایک کمپنی پیپلز گیس لائٹ اینڈ کوک کمپنی کو دیوالیہ پن سے نکال کر منافع بخش بنایا، رفتہ رفتہ اس کی کمپنیاں امریکا کی اڑتالیس ریاستوں میں سے اکتالیس ریاستوں کو بجلی فراہم کرنے لگیں۔ اس وقت سیموئل کی جائداد دس کروڑ ڈالر مالیت کی تھی اور سرمایہ کار اس پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔

لیکن جب گریٹ ڈپریشن شروع ہوا تو 1932ء تک اس کی کمپنیاں دیوالیہ پن کی طرف بڑھنے لگیں اور تین بڑی کمپنیوں کے علاوہ باقی ساری دیوالیہ قرار دے دی گئیں۔ جون 1932ء میں خرابی صحت اور بڑھاپے کے باعث سیموئل نے تمام کمپنیوں کی سربراہی سے استعفیٰ دے دیا اور اپنی بیوی کے ہمراہ یورپ چلا گیا۔

جولائی میں پیرس میں سیموئل کو خبر ملی کہ اس کے کاروباری معاملات امریکی حکومت کے زیر تفتیش ہیں۔ یہ سن کر وہ یونان چلا گیا جس نے امریکا کے ساتھ مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ نہیں کر رکھا تھا۔

اکاؤنٹنٹوں نے چھان بین کے بعد اعلان کیا کہ سیموئل کی ایک کمپنی، مڈل ویسٹ یوٹیلٹیز کے سرمایہ کار ستر کروڑ ڈالر سے زیادہ اپنی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ایک اور کمپنی، کارپوریشن سیکورٹیز کے سرمایہ کار نو کروڑ ڈالر کھو بیٹھے۔ اس کے علاوہ کمپنیوں کے معاملات میں کئی دھاندلیوں کا پتہ چلا مثلاً من پسند افراد اور رشتے داروں کو کمپنی کا کاروبار شروع ہونے سے پہلے ہی سستے داموں حصص فروخت کئے گئے، انہوں نے حصص بعد میں فروخت کر کے کئی گنا زیادہ منافع کمایا۔

استنبول سے گرفتاری

کُک کاؤنٹی کی جیوری نے سیموئل انسل اور اس کے بھائی مارٹن پر کمپنیوں کے حساب میں گڑبڑ کرنے کی وجہ سے فرد جرم عائد کر دی۔ مزید برآں فیڈرل جیوری نے سیموئل، اس کے بیٹے اور دیگر سولہ ڈائرکٹروں پر ڈاک کے ذریعے فراڈ کرنے پر فرد جرم عائد کی۔

اب سیموئل غائب ہو گیا۔ کانگریس نے ایک خصوصی قانون منظور کیا جس کے ذریعے امریکی انتظامیہ سیموئل کو اس ملک سے گرفتار کر سکتی تھی جس نے امریکا سے مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ آخر اسے استنبول سے گرفتار کر لیا گیا، وہ بحری جہاز پر بیٹھا مصر جا رہا تھا۔ اسے سخت پہرے میں امریکا لایا گیا۔

2 اکتوبر 1934ء کو مقدمے کا آغاز ہوا۔ امریکی اٹارنی ڈیوائٹ گرین نے ملزموں پر الزام لگایا کہ انہوں نے جعلی منصوبے بنا کر عوام کے سامنے پیش کیے تاکہ وہ ان میں سرمایہ کاری کریں۔ اس کے علاوہ سیموئل کی کمپنیوں نے دکھایا کہ منصوبوں پر بھاری رقم لگی ہوئی ہے تاکہ سٹاک مارکیٹ میں حصص کی قیمت اونچی رہے لیکن حقیقت میں ان پر بہت کم رقم لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ملزموں نے ڈاک کے سرکلر بھیج کر لوگوں کو فریب کا نشانہ بنایا۔

سیموئل کی سلطنت کس طرح بڑھی؟

کمپنیوں کے معاملات کی چھان بین کے بعد انکشاف ہوا کہ سیموئل انسل کی ترقی کا راز یہ ہے کہ اس کی ایک کمپنی اپنی جائداد بھاری منافع پر اسی کی دوسری کمپنی کو فروخت کر دیتی تھی جب کہ وہ تیسری کمپنی کو فروخت کرتی، یوں جائداد تو اتنی ہی رہی لیکن کمپنیاں بہت بن گئیں۔ آخر کار گریٹ ڈپریشن نے اس جعلی ترقی کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کمپنیوں نے اپنا سارا قانونی طریقے سے کیا تھا۔ امریکا میں اس وقت جو کاروباری طریقے رائج تھے، وہ ہی کمپنیوں نے اختیار کئے تھے لہٰذا قانونی طور پر کسی ایک شخص کو فراڈ کرنے پر سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ سارا بکھیڑا اس وقت شروع ہوا جب گریٹ ڈپریشن نے جنم لیا جس میں ہزاروں امریکی کمپنیاں دیوالیہ ہو گئیں اور جن میں سیموئل کی بھی تھیں۔

سیموئل کے ماضی کو مدنظر رکھتے ہوئے جیوری نے اسے بے گناہ قرار دیا کیونکہ اس نے امریکا میں بجلی پیدا کرنے والے اداروں کی تنصیب میں اہم کردار ادا کیا تھا اور وہ تھامس ایڈیسن جیسے عظیم موجد کا قریبی ساتھی تھا۔ علاوہ ازیں اب اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ پیسے پیسے کا محتاج ہو چکا تھا۔ اس کی حالت زار بھی ارکان جیوری کی نظر میں رہی۔

سیموئل انسل واپس پیرس چلا گیا اور اٹھہتر سال کی عمر بڑی کسمپرسی میں اس کا انتقال ہوا۔

برنو رچرڈ ہاپٹمین کا مقدمہ:1935ء

مدعا علیہ: برنو رچرڈ ہاپٹمین۔ الزام: قتل۔ استغاثہ۔ ڈیوڈ ولینٹز۔ وکیل صفائی: ایڈورڈ ریلے۔ جج: تھامس ٹرنچ ہارڈ۔ جگہ: فلیمنگٹن (نیو جرسی)۔ مقدمے کی تاریخیں: 2 جنوری تا 13 فروری 1935ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: بجلی کی کرسی کے ذریعے موت۔

اہمیت

امریکی تاریخ میں چارلس لنڈبرگ کے نوزائیدہ بیٹے کا اغوا پہلی بار سائنسی انداز میں جرم کی تفتیش اور سرکس جیسے ماحول کی وجہ سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، پہلے صرف واقعاتی ثبوتوں کی بنا پر فیصلہ ہوتا تھا۔ مقتول کا باپ کیونکہ بین الاقوامی شخصیت تھا اس لئے اس مقدمے کو پوری دنیا میں شہرت ملی۔

امریکا کے ممتاز مدیر اور ادیب ایچ ایل مینکن کے مطابق برنو رچرڈ ہاپٹمین کا مقدمہ ''انسان کی تشکیل کے بعد تاریخ انسانی میں سب سے اہم واقعہ ہے۔'' ملزم کو چارلس لنڈبرگ کے بیس ماہ کے بچے کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ لنڈبرگ اس وقت امریکیوں کا ہیرو تھا، اس نے مئی 1927ء میں ہوائی جہاز پر تنہا بیٹھ کر بحیرہ اوقیانوس پار کیا اور نیو یارک سے پیرس گیا۔ اس زمانے کے ہوائی جہازوں کی حالت دیکھتے ہوئے یہ ایک بڑا کارنامہ تھا۔ لنڈبرگ جہاں جاتا اسے دیکھنے اور اس سے ملنے کے لئے لوگوں کے ٹھٹھ لگ جاتے۔

1929ء میں لنڈ برگ نے این میرو سے شادی کی جو میکسیکو میں امریکی سفیر کی بیٹی تھی۔ 26 جون 1930ء کو چارلس جونیئر پیدا ہوا۔ اس وقت تک لوگوں کے ہجوم سے بچنے کے لئے نوجوان جوڑا ہوپ ویل (نیوجرسی) کے دور افتادہ قصبے میں اپنا مکان بنا کر رہنے لگا تھا۔ وہیں 1 مارچ 1936ء کی شام سوئے بچے کو اغوا کر لیا گیا۔ 12 مئی کو اس کی لاش ایک قریبی جنگل سے مل گئی۔ مجرم کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی، اس ضمن میں اسے تاوان بھی دیا گیا مگر ناکامی مقدر بنی۔ تاوان لینے کے بعد مجرم کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

تاوان کی رقم سے ملزم پکڑا گیا

دو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ ستمبر 1934ء میں ایک آدمی، برنو ہاپٹمین نے دس ڈالر کے گولڈ سرٹیفکیٹ کے ذریعے پٹرول خریدا۔ اس وقت کیونکہ گولڈ نوٹ بہت کم استعمال ہونے لگے تھے۔ (امریکی حکومت نے معیاری گولڈ سٹینڈرڈ چھوڑ دیا تھا) لہٰذا پٹرول ڈالنے والے نے ہاپٹمین کا لائسنس نمبر سرٹیفکیٹ کے پیچھے لکھا اور اسے بینک بھجوا دیا جہاں انکشاف ہوا کہ یہ اس پچاس ہزار ڈالر کی تاوان رقم کا حصہ ہے جو اپنے بیٹے کی رہائی کے سلسلے میں لنڈ برگ نے مجرم کو بھجوادی تھی۔ نوٹوں کے نمبر حکومت نے اپنے پاس درج کر لئے تھے۔ ہاپٹمین کو گرفتار کر لیا گیا۔ پیشے کے لحاظ سے وہ بڑھئی تھا اور نیو یارک کے علاقے، برونکس میں اپنی امریکی بیوی اور ایک نوزائیدہ بچے کے ساتھ رہ رہا تھا۔ وہ جرمن تھا اور اپنے ملک میں چھوٹے موٹے جرائم کر چکا تھا۔ 1923ء میں غیر قانونی طور پر امریکا آیا لیکن اسے گرفتار کر کے واپس بھجوا دیا گیا۔ بعد کو دوبارہ غیر قانونی طریقے سے امریکا آیا، ایک امریکی لڑکی کو پھنسایا، اس سے شادی کی اور امریکی شہری بن گیا۔

ہاپٹمین کے گیراج میں چند تختوں کے پیچھے سے 14,590$ ملے جو تاوان کی رقم میں شامل تھے۔ بعد کو اس کے بیڈروم کی الماری کے اندرونی خانے میں ڈاکٹر جان کونڈون کا پتہ اور ٹیلی فون نمبر لکھا پایا گیا۔ ڈاکٹر کونڈون برونکس کا اکہتر سالہ ریٹائرڈ استاد تھا جس نے لنڈ برگ اور اغوا کنندہ کے درمیان تاوان کی رقم دے کر بچے کو آزاد کروانے کے لئے رابطہ کروایا تھا۔ اس وقت کسی کو علم نہیں تھا کہ چارلس جونیئر قتل ہو چکا ہے۔ پھر ایک رات لنڈ برگ اور ڈاکٹر

کونڈون اغوا کنندہ کو تاوان کی رقم دینے گئے اور لنڈ برگ نے اس کی آواز واضح طور پر سنی۔ مقدمے کے دوران لنڈ برگ نے گواہی دی' رات کو اس نے جو آواز سنی تھی وہ ہاپٹمین کی آواز سے بہت ملتی جلتی ہے۔'' ہر امریکی کو یقین ہو گیا کہ ہاپٹمین ہی مجرم ہے۔

قصبے میں سرکس کی آمد

جب مقدمہ شروع ہوا تو وہ بیسویں صدی کی عظیم خبر میں بدل گیا۔ پریس کے مطالبات پورے اور ایک واحد واقعے کی کوریج کے لئے ٹیلی فون کا سب سے بڑا انتظام قائم کیا گیا۔۔۔۔ وہ دس لاکھ کی آبادی والے شہر کے لئے کافی تھا۔ ہزاروں تماشائی، سات سو صحافی اور ریڈیو اور ٹیلی فون کے کئی سو ٹیکنیشن فلیمنگٹن (نیو جرسی) پہنچ گئے۔ خوردہ فروش اس سیڑھی کے نمونے فروخت کرنے لگے جس کے ذریعے اغوا کنندہ بچے کے کمرے تک پہنچا تھا۔ حتیٰ کہ بچے کے بالوں کے گچھے اور لنڈ برگ جوڑے کی تصاویر فروخت ہونے لگیں۔

ہفتے اور اتوار کے دن سیاح اور تماشائی عدالت کے کمرے کا چکر لگاتے، جج کی کرسی پر بیٹھ کر تصویریں کھنچواتے اور کمرے کی کرسیوں اور میزوں پر الفاظ کھودنے کی کوشش کرتے۔ ایک تماشائی نے جب جج کی کرسی چرانے کی کوشش کی تو اسے گرفتار کر لیا گیا۔ 6 جنوری کو عدالت میں آنے والے تماشائیوں کی فوج کی کل تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ آخر کار مقامی روٹری کلب نے عدالت کی حفاظت کی ذمے داری سنبھال لی تا کہ اسے متجسس تماشائیوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

ہر قسم کے ثبوت ہیں

نیو جرسی کے اٹارنی، جنرل ڈیوڈ ولنز نے عدالت کو بتایا کہ وہ ثابت کر دیں گے کہ ہاپٹمین نے نہ صرف تاوان کی رقم خود وصول کی بلکہ اسی نے بچے کو اغوا کیا، قتل کیا اور تاوان کی رقم حاصل کرنے کے لئے خط لکھے۔ ڈیوڈ نے اس سلسلے میں ہاپٹمین کی تحریر کے چالیس نمونے اور وہ پندرہ خط پیش کئے جو لنڈ برگ کو تاوان کے سلسلے میں ملے تھے۔ نیو جرسی سٹیٹ پولیس کے سربراہ (اور 1991ء میں خلیجی جنگ میں امریکی فوج کے سربراہ کے والد) کرنل نارمن شوارز

کوف نے بیان دیتے ہوئے تصدیق کی کہ ہاؤپٹمین نے رضامندی سے اپنی تحریر کے نمونے لکھے اور اس کی تحریروں اور تاوان کے خطوں میں (جرمن ہونے کے ناطے) انگریزی الفاظ کی غلطیاں اس کی اپنی ہیں، پولیس نے اسے کسی قسم کی ہدایت نہیں دی۔

مختلف تحریریں پڑھنے والے آٹھ ماہرین بیان دینے کے لئے پیش ہوئے۔ دو نے پچاس مقدمات میں گواہی دی تھی۔ ایک کی گواہی کی مدد سے ال کپون جیل گیا تھا۔ ماہرین نے کہا کہ ہاؤپٹمین کی تحریر اور تاوان حاصل کرنے کے خطوط کی تحریر ملتی جلتی ہے۔ جب پانچ دن بعد ان کی گواہی ختم ہوئی تو ڈیوڈ ثبوت کی سائنسی تحقیق کی کامیابی پر خوشی سے باغ باغ تھا۔

تحریر کے ثبوت سے زیادہ طاقت ور ثبوت اس سیڑھی نے فراہم کیا جو اغوا کنندہ لنڈ برگ کے گھر چھوڑ گیا تھا۔ امریکی محکمہ زراعت سے وابستہ لکڑیوں کے ماہر، آرتھر کوہلر نے عدالت کو بتایا کہ اس نے بعد کو سیڑھی کا خوردبینی مطالعہ کر کے پتہ چلایا کہ یہ نارتھ کیرولینا میں اگنے والے صنوبر کے درخت کی لکڑی سے بنی ہے۔ بعد کو وہ سیڑھی لکڑی کی مصنوعات بنانے والی مختلف کمپنیوں میں لے کر گیا تاکہ وہاں کی مشینوں کا جائزہ لے کر جان سکے وہ کس کمپنی میں تیار ہوئی ہے۔ سیڑھی پر اس مشین کے نشان نمایاں ہوتے ہیں جس میں وہ بنتی ہے۔ دو سال کی محنت کے بعد آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ لکڑی برونکس کی ایک کمپنی نے خریدی، سیڑھی تیار کی اور وہاں سے دسمبر 1931ء میں ہاؤپٹمین نے خریدی۔ لیکن سیڑھی کا ایک شہتیر دوسروں سے مختلف تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ اس تختے سے تیار کیا گیا تھا جو ہاؤپٹمین کے بالا خانے کے فرش سے اکھاڑا گیا تھا۔

طاق پر رکھا جوتے کا ڈبا

ہاؤپٹمین کا وکیل باون سالہ ایڈورڈ ریلی تھا جو کئی سو مقدمے لڑ چکا تھا۔ اسے "نیویارک جرنل" اخبار نے ملزم کا وکیل بنایا تھا تاکہ اس کے بدلے میں ہاؤپٹمین کی بیوی ہر قسم کی معلومات خاص طور پر صرف جرنل ہی کو دے۔

تاوان کی رقم اس تک کیسے پہنچی، اس سلسلے میں ہاؤپٹمین نے بتایا کہ اس نے اسی زمانے میں ایک جرمن ہم وطن، آئیسڈ ورفش کے ساتھ کاروبار شروع کر رکھا تھا جو دسمبر 1933ء میں جرمنی چلا گیا اور مارچ 1934ء میں تپ دق سے مر گیا۔ ملزم کے مطابق فش اپنا سامان اس کے پاس چھوڑ

گیا تھا جس میں جوتے کا ایک ڈبہ بھی تھا جو اس نے باورچی خانے کی الماری میں رکھ دیا۔
جب ایک دن بڑی بارش ہوئی تو پانی الماری میں داخل ہو گیا تب ہاپٹمین کو دوبارہ جوتے کا ڈبہ نظر آیا، اس نے اسے کھولا تو اس میں چالیس ہزار ڈالر مالیت کے گولڈ سرٹیفکیٹ پڑے تھے۔ اس نے وہ رقم گڈیوں کی صورت میں گیراج میں چھپا دی۔ فش نے کیونکہ اسے ساڑھے سات ہزار ڈالر دینے تھے لہٰذا ہاپٹمین اسے اپنی رقم سمجھ کر ڈالر خرچ کرنے لگا۔
ریلے نے فش کی کہانی کی تصدیق کے لئے مسز ہاپٹمین کو بلایا۔ ویلنز نے جرح کرتے ہوئے ہاپٹمین کی بیوی سے اگلوا لیا کہ وہ دن میں کئی بار الماری کھولتی تھی لیکن اسے کبھی جوتے کا ڈبہ نظر نہیں آیا۔ بعد کو کئی گواہوں نے بتایا کہ بچے کے اغوا میں فش ملوث نہیں تھا اور یہ کہ جب وہ جرمنی میں مر رہا تھا تو بالکل قلاش تھا۔
ریلے نے بڑک ماری تھی کہ وہ تحریر پرکھنے کے آٹھ ماہر پیش کرے گا لیکن صرف ایک ماہر نے گواہی دی اور وہ بھی استغاثہ کی جرح کے سامنے نہیں ٹھہر سکا۔ ریلے نے پھر ایک ایسا گواہ پیش کیا جس کا دعویٰ تھا کہ اس نے وائلٹ شارپ کو سنہرے بالوں والے دو سالہ بچے کے ہمراہ مین ہٹن میں دیکھا تھا۔ (وائلٹ لنڈ برگ جوڑے کی خاندانی ملازمہ تھی اور اس نے پولیس کی پوچھ گچھ سے تنگ آ کر خودکشی کر لی تھی)۔ لیکن استغاثہ نے ثابت کر دیا کہ گواہ پیشہ ور تھا اور رقم لے کر کئی مقدمات میں گواہی دے چکا تھا۔
یوں ریلے کوئی قابل اعتماد گواہ پیش نہیں کر سکا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ملزم جلد رہا ہو جائے گا لیکن وہ اس کی بڑکیں کسی پنجابی فلم کے ولن جیسی تھیں۔ مقدمے کے آخر میں صورت حال یہ تھی کہ جائے وقوعہ پر کسی نے ہاپٹمین کو نہیں دیکھا، سیڑھی پر سے اس کے فنگر پرنٹ نہیں ملے لیکن قرائنی شہادتیں ارکان جیوری پر چھا گئیں۔۔۔۔۔ اس کے پاس تاوان کی رقم تھی، سائنسی ماہرین نے بتایا کہ اسی نے سیڑھی بنائی اور اسی نے تاوان مانگنے کے لئے نوٹ لکھے۔

نیوجرسی کے گورنر کی مداخلت

جب جیوری نے ہاپٹمین کو سزائے موت دی تو عدالت کے اندر اور باہر موجود لوگ خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ 18 مارچ اسے پھانسی دینے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ اس دوران نیوجرسی

کے چالیس سالہ گورنر، ہیرلڈ ہوف مین نے خفیہ طور پر جیل میں ہاٹمین سے ملاقات کی۔ جب وہ باہر آیا تو اس نے بتایا" میرا خیال ہے ہاٹمین مجرم نہیں ہے اور اگر اس نے جرم کیا ہے تو وہ اکیلا نہیں تھا۔" لیکن اسے جلد ہی محسوس ہو گیا کہ عوام اور حکومت دونوں اس کی رائے کے مخالف ہیں لہٰذا وہ خاموش ہو گیا اور 3 اپریل 1936ء کو ہاٹمین بجلی کی کرسی پر بیٹھ کر اوپر پہنچ گیا۔

اس واقعے کو پچھتر سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر آج بھی مقدے کی تفصیل، شہادتوں اور بیانات پر کتب شائع ہوتی ہیں اور ایک سے زیادہ مصنفین کا خیال ہے کہ ہاٹمین بے گناہ تھا۔

1982ء میں ہاٹمین کی بیاسی سالہ بیوہ، اینا نے ریاست نیوجرسی سابق پولیس افسران اور ڈیوڈ ولینٹز کے خلاف دس کروڑ ڈالر کا دعویٰ دائر کر دیا کیونکہ اس کے مطابق ہاٹمین کو غلط مارا گیا تھا تاہم 1984ء میں سپریم کورٹ نے یہ دعویٰ مسترد کر دیا۔

مسز ہاٹمین کو مرتے دم تک یقین تھا کہ اس کا شوہر بے گناہ تھا۔ اس نے الزام لگایا کہ پولیس نے سیڑھی سے ایک شہتیر اکھاڑ کر دوسرا لگایا تھا جو اس کے تہ خانے کے تختے سے بنایا گیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ تاوان کی رقم فش کی تھی۔

چارلس 'لکی' لوسیانو کا مقدمہ:1936ء

مدعا علیہ: چارلس 'لکی' لوسیانو۔ الزام: عصمت فروشی کی سرپرستی۔ استغاثہ: تھامس ڈیوی۔ وکلائے صفائی: فرانسس آ دمز اور جارج مورٹسن لیوی۔ جج: فلپ مکوک۔ مقدمے کی تاریخیں: 13 مئی تا 7 جون 1936ء۔ فیصلہ: مجرم: 30 سے 50 سال تک کی قید۔

اہمیت

'لکی' لوسیانو کا مقدمہ ایک بعید العقل (Paradox) مقدمہ ہے، اس نے یہ ثابت کیا کہ مجرموں کا آقا اگر بہت طاقت ور ہو اور اسے اپنے وکلا اور کارندوں کا بہترین تحفظ حاصل ہو تب بھی اسے مقدمے میں پھانس کر سزا دی جاسکتی ہے لیکن اس نے یہ بھی ثابت کیا کہ اگر ارادہ ہو تو رہائی کا راستہ نکل ہی آتا ہے جیسے کہ لوسیانو کو آخر کار رہا کر دیا گیا۔

1935ء تک نیویارک میں مقیم چارلس 'لکی' لوسیانو امریکا کے جرائم پیشہ لوگوں کا باس بن چکا تھا۔ وہ 1931ء سے جرائم کی قومی سینڈیکیٹ کا بھی باس تھا جسے اس کی منظم مسلح سرگرمیوں کی وجہ سے 'مرڈر ٹرسٹ' کا نام دیا گیا۔ آخر نیویارک کے گورنر، ہربرٹ لیمان نے اس پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کیا اور ایک گرینڈ جیوری بٹھائی تا کہ وہ اس کے جرائم کا جائزہ لے سکے۔ جیوری کی درخواست پر ایک خصوصی وکیل استغاثہ، تھامس ڈیوی مقرر کیا گیا جو امریکا کے اٹارنی جنرل کا نائب رہ چکا تھا۔

ڈیوی اب لکی لوسیانو کے خلاف معلومات اکٹھی کرنے لگا۔اسے لکی (خوش قسمت)اس لئے کہا جاتا تھا کہ کئی بار مخالفین نے اسے مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ہر بار بچ گیا۔ ڈیوی کو بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ امریکا میں عصمت فروشی کے سب سے زیادہ اڈے لوسیانو کی ملکیت ہیں جن میں کہ پانچ ہزار طوائفیں کام کرتی تھیں۔ وہ ان سے سالانہ ایک کروڑ ڈالر کماتا تھا۔

اب ڈیوی اور اس کے کارندے طوائفوں، دلالوں اور شہر کے نامی بدمعاشوں سے انٹرویو کر کے لوسیانو کے خلاف شہادتیں اکٹھی کرنے لگے۔ جب اس مہم کی اطلاع لوسیانو کو ملی تو وہ غائب ہوگیا۔ ڈیوی نے اسے 'عوام کا دشمن نمبر ایک' قرار دیا۔ جیوری نے عصمت فروشی کے غیر قانونی دھندے میں ملوث ہونے کے باسٹھ الزامات میں لوسیانو پر فرد جرم عائد کردی۔

آخر کار لوسیانو کو ارکنساس کے علاقے ہاٹ اسپرنگس سے پکڑ لیا گیا جہاں جرائم پیشہ افراد نے بڑے منظم انداز میں پناہ گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں حتیٰ کہ مقامی پولیس ان کے ہاتھوں میں کھلونا تھی۔ لوسیانو کو فوج کی نگرانی میں نیویارک لایا گیا۔

عصمت فروشی منظم انداز میں ہونی چاہیے

اس کے خلاف 'سپیشل بلیو ربن' جیوری بیٹھی جس نے ارسٹھ گواہوں کے بیان سنے جن میں چالیس طوائفیں یا مادام تھیں جو لوسیانو کی تنظیم کے مختلف عہدوں پر فائز تھیں۔ ایک مادام کوکی براؤن نے بتایا ''لوسیانو چاہتا تھا کہ امریکا میں عصمت فروشی کے اڈے منظم انداز میں قائم کیے جائیں جیسے کہ کھانے پینے کی اشیاء تیار کرنے والے بڑے ادارے جگہ جگہ اپنے مراکز بناتے ہیں۔''

کوکی براؤن نے یہ بھی بتایا کہ تشدد اور اسلحے کے زور پر طوائفوں اور دلالوں کو احکامات ماننے پر مجبور کیا جاتا۔ ایک بار اس نے لوسیانو کو کہتے سنا ''بات چیت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، منہ زور بیل کا پہلا علاج یہ ہے کہ اسے لاتیں ماری جائیں، اسی طرح جو لڑکی کہنا نہ مانے اس کے اوپر کئی آدمی چڑھا دو۔''

لوسیانو کے وکلا نے اسے سمجھایا کہ وہ بیان نہ دے لیکن وہ اصرار کر کے کٹہرے پر گیا اور کہا ''میں اپنے اوپر لگنے والے سارے الزامات سے انکاری ہوں اور پیش ہونے والے کسی گواہ کو

نہیں جانتا۔'' اب ڈیوی نے چار گھنٹوں تک اس پر جرح کی اور وہ ثابت کرتا رہا کہ وہ ہر سوال کے جواب میں جھوٹ بول رہا ہے۔

جب ڈیوی نے سات گھنٹے پر محیط اپنے آخری دلائل دیئے تو لوسیانو کے بیان کے بارے میں کہا:

''صدمہ انگیز، ریاکارانہ و دروغ حلفی کا مکروہ مظاہرہ۔۔۔۔اس کے سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ لوسیانو نہ صرف شرابی، کبابی اور جوئے باز ہے بلکہ امریکا کا سب سے بڑا بدمعاش ہے۔''

ارکان جیوری نے بھی اس سے اتفاق کرتے ہوئے لوسیانو کو مجرم قرار دیا۔ جج فلپ میلکوک نے اسے تیس سے پچاس سال کے لئے جیل بھجوا دیا۔۔۔۔اس وقت یہ غیر قانونی عصمت فروشی پر کسی کو ملنے والی سب سے بڑی سزا تھی۔ 18 جون 1936ء کو لوسیانو نیویارک کے جیل پہنچ گیا جہاں قیدیوں کی کڑی نگرانی ہوتی تھی۔

جنگ عظیم دوئم میں لوسیانو کی مدد

لیکن جنگ عظیم دوئم لوسیانو کی رہائی کا سبب بن گئی۔ 1942ء میں جب نیویارک کی بندرگاہ میں تخریب کاری کے واقعات ہوئے اور مزدوروں میں بے چینی پھیل گئی تو بحریہ کے افسر لوسیانو کے پاس آئے۔ اس نے شہر کے غنڈوں کو پیغام دیا کہ حکومت سے تعاون کرو۔ اس کے حکم پر عمل ہوا اور تخریب کاری کے واقعے ختم ہو گئے۔ انعام کے طور پر لوسیانو کو نجی کمرہ مل گیا۔ ایک سال بعد جب امریکی بحریہ نے سسلی پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو جزیرے کے رہائشی، لوسیانو کے ذریعے وہاں کے سرکردہ رہنماؤں سے رابطہ کر لیا۔ یوں سسلی بلکہ اٹلی کی فتح بہت جلد تکمیل تک پہنچ گئی۔ جنگ کے بعد لوسیانو کی خدمات کے طور پر اسے رہا کر کے آبائی جزیرے، سسلی بھجوا دیا گیا۔

لوسیانو آخر کار نیپلز میں مقیم ہوا تاہم اٹلی کی حکومت نے اسے روم نہیں رہنے دیا۔ 1962ء میں دل کے دورے کے بعد وہ چل بسا۔

میری آسٹر کی طلاق کا مقدمہ: 1936ء

مدعی: میری آسٹر۔ مدعی علیہ: فرینکلن تھورپ۔ مدعی کے دعویٰ: بچی کی تحویل، شادی کا خاتمہ اور ابتدائی طلاق میں جائداد کے تصفیے کی تنسیخ۔ وکلائے صفائی: جوزف اینڈرسن اور مائیکل ناریسن۔ مدعی کے وکلا: جوزف رینک اور رونالڈ رچ وولے۔ جج: گوڈوین نائٹ۔ جگہ: لاس اینجلس (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 29 جولائی تا 14 اگست 1936ء۔ فیصلہ: مدعی کے حق میں فیصلہ قرقی۔

اہمیت

میری آسٹر کا مقدمہ ہالی وڈ میں طلاق کا مخصوص مقدمہ ہے۔ اس کے ذریعے اخبارات کے قارئین نے الزامات، جوابی الزامات اور تردید کی مرچ مسالہ لگی خبریں لطف لے کر پڑھیں اور انہیں پہلی بار ہالی وڈ کے فلمی ستاروں کے کھلے عام رکھے جانے والے ناجائز جنسی تعلقات کا علم ہوا جو سنسنی خیز بھی تھے اور حیران کن بھی۔ ہالی وڈ کی فلم کی طرح اس مقدمے کو نہایت دلچسپی سے دیکھا گیا۔

میری آسٹر کا فلمی کیریئر 1922ء میں شروع ہوا جو 1936ء میں عروج کو پہنچ گیا۔ اس نے خاموش فلموں میں بھی کام کیا اور اس کی بولتی فلمیں بھی مقبول ہوئیں۔ جب اس کی چوہترویں فلم 'ڈوڈز ورتھ' ریلیز ہوئی تو وہ ہالی وڈ کے ممتاز مردانہ ستاروں مثلاً کلارک گیبل،

جارج آرلس، ڈگلس فیئر بینکس کے ساتھ کام کر چکی تھی۔

آسٹر کا پہلا خاوند ڈائریکٹر کینتھ ہاکس 1930ء میں اس وقت مارا گیا جب اس کا ہوائی جہاز جس میں وہ فلم بندی کر رہا تھا، ایک دوسرے جہاز سے ٹکرا گیا۔ 1931ء میں اس نے ڈاکٹر فرینکلن تھارپ سے شادی کر لی۔ لیکن ڈاکٹر نے اپریل 1935ء میں طلاق کا مقدمہ دائر کر دیا اور آسٹر پر الزام لگایا کہ وہ اسے ذہنی اذیت دیتی ہے اور اس سے تعاون نہیں کرتی۔ طلاق کے معاہدے کے مطابق طے پایا کہ ان کی تین سالہ بیٹی مارلین اپنے باپ کے پاس رہے گی جب کہ اسے ساٹھ ہزار ڈالر مالیت کی جائداد بھی ملی۔ آسٹر اپنی بیٹی سے کسی بھی وقت مل سکتی تھی اور اگر چاہتی تو اسے چھ ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکتی تھی۔

''وہ اسے مارتا پیٹتا ہے''

1936ء کے موسم گرما میں آسٹر نے تھارپ کے خلاف مقدمہ کھڑا کر دیا اور اس پر الزام لگایا کہ اس نے بہ جبر اس سے طلاق لی اور اب وہ مارلین کو مارتا پیٹتا ہے۔ اس نے عدالت میں روتے ہوئے بتایا ''اس نے میری بیٹی کو اس بے دردی سے مارا کہ اس کے ہونٹوں سے خون نکلنے لگا''۔ آسٹر نے عدالت سے استدعا کی کہ مارلین اس کے حوالے کی جائے، شادی کے خاتمے کا رسمی اعلان اور جائداد کی تقسیم کا معاہدہ منسوخ کیا جائے۔ عدالت کے سامنے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ مارلین کی پرورش کرنے کا اہل نہیں، آسٹر نے یہ ثبوت پیش کئے کہ تھارپ نے پہلے شادی کی تھی لیکن اس نے اسے نہیں بتایا اور یہ کہ شادی کے بعد اس نے چار عورتوں سے معاشقہ لڑایا۔

تھارپ کے وکیل، جوزف اینڈرسن نے کہا کہ آسٹر کا یہ الزام غلط ہے کہ طلاق بہ جبر ہوئی ہے۔ اس نے اعلان کیا ''ہم اس کی اپنی تحریر کے ذریعے ثابت کر دیں گے کہ اس نے اپنی مرضی سے ایک شادی شدہ مرد۔۔۔۔۔جارج کوفمین کے لئے اپنی بیٹی کو چھوڑا۔''

میری آسٹر کی ڈائری کے دھماکہ خیز انکشافات

اینڈرسن نے ایک ایسا دھماکہ کر دیا جو پوری دنیا میں سنا گیا۔ اخبارات نے بڑھ چڑھ کر

یہ خبر نمک مرچ لگا کر شائع کی۔ انہوں نے شہ سرخیوں میں یہ خبر شائع کی کہ میری آسٹر کی ڈائری کے مطابق مشہور ڈرامہ نگار اور ڈائریکٹر جارج کوفمین اس کا عاشق ہے۔ تھارپ کے پاس میری آسٹر کی وہ ڈائری موجود تھی جس میں 1929ء سے اب تک کے حالات میری آسٹر نے تحریر کئے تھے۔ اینڈرسن نے عدالت کو بتایا "ڈائری کی موجودگی اس بات کو ثابت کر دے گی جس سے شوبزنس میں ہر کوئی واقف ہے: جارج کوفمین کام کا شوقین ہے لیکن ساتھ ساتھ اسے عورتوں کا بھی بڑا شوق ہے۔" اخبارات میں یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ ڈائری میں جو جامنی سیاہی سے لکھی گئی تھی، میری آسٹر کے ان سارے عاشقوں کے نام ہیں جن کے ساتھ وہ سوئی ہے اور اس فہرست میں ہالی وڈ کے تقریباً تمام مشہور اداکاروں کے نام شامل تھے۔

آسٹر کے وکیل، رونالڈ رچ نے عدالت سے درخواست کی ڈائری ثبوت کے طور پر عدالت میں پیش کی جائے تاکہ ثابت ہو سکے کہ وہ جعلی نہیں ہے۔ آسٹر نے اخبارات میں بیان دیا کہ ڈائری جعلی ہے جس کے ذریعے اس کی شہرت داغ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس دوران سام گولڈ ون، جیک وارنر، ارونگ تھلبرگ اور ہالی وڈ کے دیگر ممتاز رہنماؤں نے آسٹر اور اس کے وکیل کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ فلمی صنعت اور اس کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ ڈائری پیش نہ کی جائے۔

ڈرامہ نگار کی پراسرار گمشدگی

جج گوڈوین جے نائٹ نے ڈائری کا مطالعہ کیا۔ اس کے کئی صفحات پھٹے تھے اور وہ ایک 'نامکمل دستاویز' تھی جو ثبوت کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس دوران تھارپ کے وکیلوں کی درخواست پر جج نائٹ نے حکم دیا کہ جارج کوفمین کو عدالت میں پیش کیا جائے تاکہ وہ میری آسٹر اور اپنے تعلقات پر روشنی ڈال سکے۔ اس وقت کوفمین ارونگ تھلبرگ کی ایک فلم پر کام کر رہا تھا، اس نے کوفمین کو اپنی کشتی میں سوار کروایا، اسے کیٹلینا جزیرے بھجوایا اور مشہور کر دیا کہ ڈرامہ نگار 'گم' ہو گیا ہے۔ اب جج نے کوفمین کی گرفتاری کے لئے بنچ وارنٹ جاری کر دیئے۔ کوفمین کو واپس لایا گیا اور وہ موس ہارٹ کے گھر چھپ گیا۔ وہاں سے اسے میلے کپڑوں کی ایک بڑی ٹوکری میں چھپا کر لانڈری ٹرک کے ذریعے سان برنارڈینو اسٹیشن لایا گیا جہاں سے

وہ نیویارک جانے والی ٹرین میں بیٹھ گیا۔ جب وہ نہیں پہنچا تو جج نے ہارٹ کے گھر کی تلاشی کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ اس نے حکم دیا کہ کوئمبین جہاں کہیں بھی نظر آئے، اسے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا جائے۔

اس دوران تھارپ نے تسلیم کیا کہ میری آسٹر سے شادی سے پہلے وہ فلوریڈا میں ایک عورت کے ساتھ رہتا رہا اور دونوں میں جسمانی تعلقات قائم رہے۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ پہلے ایک شادی کر چکا ہے۔

اب جج نے وکلا سے صلاح مشورہ کیا پھر اس کے حکم پر ڈائری ضبط کر لی گئی۔ (بعد کو میری آسٹر سے اجازت لے کر اسے جلا دیا گیا) جج نے فیصلہ سناتے ہوئے حکم دیا کہ ہر سال مارلین نو ماہ کے لئے اپنی ماں کے ساتھ رہے گی لیکن وہ موسم گرما کی چھٹیوں کے دوران باپ کے پاس جا سکتی ہے۔ اس نے جائداد کا سابقہ معاہدہ منسوخ کر دیا۔

کوئمبین کے بیچ وارنٹ برقرار رہے مگر چھ ماہ بعد ڈرامہ نگار جج کے پاس گیا، پانچ سو ڈالر ادا کئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو ہنستے مسکراتے الوداع کہا۔

اس مقدمے سے میری آسٹر کے کیریئر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ اس کی شہرت میں اضافہ ہوا۔ جب وہ ریٹائرڈ ہوئی تو 109 فلموں میں کام کر چکی تھی جن میں دی مالٹیز فالکن، ہش ہش اور سویٹ شارلوٹی جیسی فلمیں شامل ہیں۔ اس نے بعد کو کامیاب ناول بھی لکھے اور اکیاسی سال کی عمر میں 1987ء میں چل بسی۔

مارٹن ٹی مانٹن کا مقدمہ:1939ء

ملتجی اور مدعا علیہ : مارٹن ٹی مانٹن ۔ مرافعہ الیہ اور مدعی : امریکی حکومت۔ ملتجی کا دعویٰ: وہ فیصلہ معطل کیا جائے جو امریکا سے فراڈ اور انصاف کی راہ میں حائل ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف ماتحت عدالت نے سنایا تھا۔ مدعی کے وکلاء : جان کاہل، سیتھانسن کوریا، فرینک گورڈن، سلویو مولو وغیرہ۔ ملتجی کے وکلاء: ولیم بیوگز، ولیم لیپے، جان میک، ڈونالڈ ولسن۔ جج: سپریم کورٹ کا خصوصی بنچ بنایا گیا جس میں جارج سدرلینڈ (سپریم کورٹ کے سابق جج)، ہارلان سٹون (سپریم کورٹ کے جج)، چارلس کلارک (امریکی سرکٹ کورٹ آف اپیلز، سیکنڈ سرکٹ کے جج) شامل تھے۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ فیصلے کی تاریخ: 4 دسمبر 1939ء۔ فیصلہ: ماتحت عدالت کا فیصلہ برقرار رکھا گیا۔ سزا : دو سال قید اور دس ہزار ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

یہ ایک انوکھی اپیل تھی جو امریکی کی ایک اعلیٰ عدالت کے سینئر جج نے اپنے ہی ساتھیوں کے سامنے کی۔ ایک کے سوا عدالت کے بقیہ جج ملتجی کے ساتھی تھے لہٰذا انہیں نااہل قرار دے کر اپیل سننے کے لئے خصوصی عدالت تشکیل دی گئی۔ امریکی عدلیہ کی تاریخ میں یہ اسکینڈل اچھوتا ہے۔

1939ء میں مارٹن ٹی مانٹن امریکی سرکٹ کورٹ آف اپیلز کے سیکنڈ سرکٹ کا سینئر سرکٹ جج تھا۔ سپریم کورٹ کے نوارکان کے بعد یہ امریکا میں سب سے اہم قانونی عہدہ تھا۔ مانٹن نے 1916ء میں سرکٹ جج بننے سے قبل وکیل کی حیثیت سے دس لاکھ ڈالر سے زیادہ رقم کمائی تھی۔ لیکن جب گریٹ ڈپریشن شروع ہوا تو اس کی دولت جو ریئل اسٹیٹ اور کاروبار میں لگی ہوئی تھی، تیزی سے کم ہوگئی۔

اپریل 1939ء میں امریکی حکومت نے تفتیش کے بعد مانٹن، اس کے دوست ولیم فالن اوران کے کئی ساتھیوں پر مقدمہ قائم کردیا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے انصاف کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی اور ''قانونی کارروائی میں من مانی کرکے انصاف کا خون کیا۔''

میرٹ کی دھجیاں اڑادی گئیں

فردجرم میں بتایا گیا کہ مانٹن اسٹاک ہولڈر تھا اوران بیسیوں کمپنیوں کا مالک یا سب سے زیادہ حصص رکھنے والا تھا جن کے مقدمات 1930ء تا 1939ء اس کی عدالت میں زیرسماعت رہے۔ اس میں الزام لگایا گیا کہ مانٹن کے دوست، فالن نے مقدمہ لڑنے والوں کو بتایا کہ وہ مانٹن کا دوست ہے اوران کے لئے 'موافق فیصلہ' حاصل کرسکتا ہے لہٰذا انہوں نے سرگرمی سے فالن کی مدد حاصل کی اور مانٹن کے عہدے، حیثیت، طاقت اور اثر ورسوخ سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ فردجرم میں یہ بھی الزام تھا:

''مانٹن نے 'موافق فیصلے' کرکے کثیر تعداد میں رقم تحفے یا قرضوں کی شکل میں قبول کی اور یوں ہر مقدمے میں بے ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرٹ کی دھجیاں اڑادیں۔''

مانٹن نے فردجرم کو خارج کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کیا کہ اس میں ایک الزام عائد نہیں کیا گیا بلکہ سینکڑوں علیحدہ الزامات اکٹھے کردیئے گئے ہیں لہٰذا یہ فردجرم سماعت کے قابل نہیں۔ اس کا اعتراض مسترد کردیا گیا۔

اب مانٹن کو گرفتار کرکے اس پر مقدمہ چلنے لگا۔ امریکی عوام یہ دیکھ کرغم وغصے سے بھر گئے کہ عدلیہ کا ایک جج رشوت لیتا رہا ہے۔ مقدمے سے جلد اس حقیقت کا پتہ چل گیا کہ مانٹن کا زوال اس لئے شروع ہوا کہ وہ جج بننے کے بعد بھی کاروباری سرگرمیوں میں ملوث رہا۔ اس کی

عدالت میں ایسے کئی مقدمات آئے جن میں ہارنے والی کمپنی کو بہت خسارہ ہونا تھا۔ شہادتوں نے بتایا کہ مانٹن کے حصص ان کمپنیوں میں تھے جو مقدمہ جیت گئیں کیونکہ اس نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔

ایک بار شیک انڈسٹریز نے ایک ایجاد کی پینٹ کا دعویٰ کرتے ہوئے ڈکٹوگراف پروڈیوس کمپنی کے خلاف مقدمہ کیا۔ ڈکٹوگراف میں سب سے زیادہ حصص آرچی اینڈ ریوز کے تھے جس نے دلال کے ذریعے فالن کو دس ہزار ڈالر بھجوائے۔ اب فالن مانٹن سے ملنے گیا اور ایک گھنٹے بعد آرچی کو پیغام بھجوایا "سب کچھ طے ہو گیا ہے۔ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا۔" اور فیصلہ شیک کے خلاف ہوا۔

ڈسٹرکٹ کورٹ جیوری نے مانٹن کو مجرم قرار دیتے ہوئے دو سال قید اور دس ہزار ڈالر کی سزا سنائی۔ اس نے فیصلے کے خلاف سرکٹ کورٹ آف اپیلز میں اپیل کی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اپیل اس کی اپنی عدالت میں سنی جانی تھی۔ لیکن ایک کے سوا عدالت کے تمام ججوں نے اپنے آپ کو اس کا قریبی ساتھی قرار دے کر اس کا مقدمہ سننے سے انکار کر دیا۔ صرف ایک جج، چارلس کلارک اس کا دوست نہیں تھا کیونکہ وہ مانٹن کی گرفتاری اور استعفیٰ کے بعد جج بنا تھا لہٰذا مقدمہ سننے کے لئے خصوصی عدالت بنائی گئی جس میں چارلس کے علاوہ سپریم کورٹ کے دو سابق جج شامل تھے۔

اس خصوصی عدالت نے بھی مانٹن کو مجرم قرار دیا اور کہا کہ اس نے امریکا کی شہرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ اب مانٹن نے سپریم کورٹ میں اپیل کی لیکن وہ خارج کر دی گئی۔ 7 مارچ 1940ء کو مانٹن پولیس کے ہمراہ لیوس برگ (پنسلوانیا) کے جیل خانے پہنچ گیا۔ وہ انیس ماہ تک قید رہا اور 31 اکتوبر 1941ء کو رہا ہوا۔ 1946ء میں دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہوا کہ اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

'مرڈر ٹرسٹ' کے مقدمے: 1941ء

مدعا علیہ: فرینک 'دی ڈیشر' ابانڈانڈو، لوئس لیپکی بخالٹر، لوئس کیپون، مارٹن 'بگسی' گولڈسٹین، ہیری 'پیپی' مالونی، ہیری پٹس برگ فل، سٹراس اور مینڈی ویس۔ الزام: قتل۔ استغاثہ۔ ولیم او ڈیوائسر، سولومن کلین اور برٹن ٹرکس۔ وکلائے صفائی: ہیمین بار شے، جیمز کف، ولیم کلمنان، ڈیوڈ پرائس وغیرہ۔ جج: جان فٹزر جیرالڈ اور فرینکلن ٹیلر۔ جگہ: بروکلین، (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 8 تا 22 مئی 1940ء (رڈینک کے قتل کے الزام میں ابانڈانڈو، مالونی اور سٹراس پر مقدمہ چلا)۔ 9 تا 19 ستمبر 1940ء (فین سٹین کے قتل کے الزام میں سٹراس اور گولڈسٹین پر مقدمہ چلا)۔ 10 مارچ تا 3 اپریل 1941ء (رڈینک کے قتل کے سلسلے میں ابانڈانڈو اور مالونی پر مقدمہ چلا)۔ 21 اکتوبر تا 30 نومبر 1941ء (روسین کے قتل کے الزام میں بخالٹر، کیپون اور ویس پر مقدمہ چلا)۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: بجلی کی کرسی کے ذریعے موت۔

اہمیت

ان مقدموں کے ذریعے امریکیوں کو پہلی بار یہ خوفناک حقیقت معلوم ہوئی کہ جرم امریکا کا سب سے بڑا کاروبار ہے۔۔۔۔ اتنا بڑا کہ مجرموں کی سینڈیکیٹ نے دشمنوں کو قتل کروانے کے لئے ایک تنظیم بنا رکھی تھی جسے اخبارات نے مرڈر ٹرسٹ کا نام دیا۔

1930ء کے عشرے میں امریکا کے جرائم پیشہ گروہوں نے ایک دوسرے سے رابطہ کر کے قومی رابطہ کمیٹی (قومی سینڈیکٹ) بنائی تاکہ شراب کی غیر قانونی فروخت، جوئے بازی اور عصمت فروشی کو منظم انداز میں پھیلا کر زیادہ سے زیادہ رقم کمائی جا سکے۔ جلد ہی اس قومی کمیٹی کے ڈائریکٹروں' مثلاً چارلس لوسیانو' ڈچ' شلٹز اور مسٹر لانسکی کو احساس ہوا کہ ان کی بقا اس میں مضمر ہے کہ ان کے جرائم افشاء کرنے والے غدار کارندوں کو قانون تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے۔

مسٹر لانسکی نے تجویز پیش کی کہ پیشہ ور قاتلوں کی چھوٹی سی منظم تنظیم بنائی جائے جو بہت پسند کی گئی۔ مختلف ادوار میں اس تنظیم کے سربراہ' بگسی سیگل، البرٹ انا ستشا اور لوئیس لیپکی' بخالٹر رہے۔ بخالٹر نے ایسے رمزی (کوڈ) الفاظ ایجاد کئے جو بعد کو امریکی بول چال کا حصہ بنے۔ مثلاً قتل کے ماہر کسی بھی بم (شکار) کو ہٹ (مارنے) کے معاہدے (کام) کے لئے ایک ہزار سے چھ ہزار ڈالر طلب کرتے تھے۔ تنظیم کے رکن خفیہ طریقے سے کام کرتے اور غدار بدمعاش یا غنڈے کو قتل کرنے کے لئے دنیا کے کسی بھی حصے میں جا سکتے تھے۔ ان کا طریقہ کار انوکھا تھا اور وہ اس پر فخر کرتے تھے۔ قاتل سب سے پہلے 'بم' کی تصاویر کا مطالعہ کرتے جس سے عموماً وہ ناواقف ہوتے پھر اپنا 'ہوم ورک' کر کے غیر منظم انداز میں اجنبی شہر میں پھرتے، اپنے شکار (بدمعاش) کو تلاش کرتے، اسے چاقو، پستول یا کسی بھی ہتھیار کے ذریعے قتل کرتے اور خاموشی سے رخصت ہو جاتے جبکہ مقامی پولیس قاتلوں کو مقامی غنڈوں میں تلاش کرنے لگتی اور ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھتی۔

''ہم صرف ایک دوسرے کو مارتے ہیں''

تنظیم اپنے کاروباری نقطہ نظر کو بھی فخر سے دیکھتی تھی، قاتلوں کو انشورنس، علاج کی سہولت اور پنشن دی جاتی تھی، جبکہ ان کی تنخواہ بھی بھاری بھرکم تھی۔ انہیں علم تھا کہ اگر وہ پکڑے گئے تو بہترین وکلا ان کا مقدمہ لڑیں گے اور اگر جیل چلے گئے تو ان کے خاندان کی دیکھ بھال کے علاوہ ان کی تنخواہ بھی دی جائے گی۔ علاوہ ازیں تنظیم کا فلسفہ' بگسی سیگل کے مطابق سادہ تھا ''ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔'' پولیس یا گواہوں کو قتل کرنا سختی سے منع تھا کیونکہ پھر

قانون نافذ کرنے والے اداروں کی چڑھائی ہوسکتی تھی۔

1935ء تک نیویارک پولیس اس تنظیم سے واقف ہوگئی۔ اس نے تنظیم کے چند کارکن بھی پکڑے۔ نیویارک کے گورنر نے نیویارک کاؤنٹی کے ڈسٹرکٹ اٹارنی، تھامس ڈیوی کو یہ کام سونپا کہ وہ ان سے تفتیش کرے۔ ڈیوی اب تنظیم کے پیچھے پڑ گیا جس کا نام اخبارات نے 'مرڈر ٹرسٹ'(Murder Trust) رکھ دیا تھا۔ اب امریکا کے جرائم پیشہ گروہ پریشان ہوگئے۔

'قومی رابطہ کمیٹی' کے ایک سینئر رہنما 'ڈچ' شلٹز نے اپنے ساتھیوں کو بتایا' 'ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں، اب یہ نظریہ ختم کرنے کا وقت آ پہنچا ہے۔'' اس نے اصرار کیا کہ ڈیوی کے 'معاہدے' پر دستخط کر دیئے جائیں لیکن دوسرے جرائم پیشہ ساتھیوں نے ہٹ دھرم شلٹز کو سمجھایا کہ اگر ڈیوی کو قتل کیا گیا تو پولیس ان کا جینا حرام کر دے گی۔ شلٹز ناراضی سے چیختا چلاتا میٹنگ سے نکل گیا' 'اگر تم لوگ بزدلی کی وجہ سے ڈیوی کا خاتمہ نہیں کر سکتے تو اس سے میں خود نپٹ لوں گا۔''

شلٹز زور سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا اور قومی رابطہ کمیٹی کے دیگر 'ڈائریکٹرز' آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آخر 'مرڈر ٹرسٹ' کے سربراہ اناسٹاشیا نے یہ کہہ کر بحث کا خاتمہ کر دیا 'ٹھیک ہے' ڈچ کا چلے جانا ہی بہتر ہے۔'' اس شام ایک ہوٹل کے غسل خانے میں چارلس 'دی بگ' ورکمین اور مینڈی ویس نے شلٹز کا گھیراؤ کیا اور اسے گولیوں سے اڑا دیا۔

1937ء میں بخالٹر کو پتہ چلا کہ ڈیوی اس کے خلاف مقدمہ بنانے کے لئے معلومات اکٹھی کر رہا ہے۔ اب اس کا ساتھی، اناسٹاشیا قومی رابطہ کمیٹی کے باس 'لکی' لوسیانو سے ملنے جیل گیا (اسے ڈیوی نے غیر قانونی عصمت فروشی کا دھندا چلانے پر مقدمے میں پھنسا کر سزا دلوائی تھی) اس کے کہنے پر بخالٹر خفیہ جگہ چھپ گیا اور دو سال تک چھپا رہا۔ ڈیوی نے اعلان کیا کہ اس کی اطلاع دینے والے کو پچیس ہزار ڈالر ملیں گے اور ایف بی آئی نے بھی پانچ ہزار ڈالر کا اعلان کیا مگر وہ نہیں ملا۔ اس دوران بروکلین میں چھپا بخالٹر زیادہ جنگ جو ہوگیا، اس نے اپنے کارندوں کے ذریعے اپنے خلاف گواہی دینے والے ہر گواہ کو مروا دیا۔

آخر ہتھیار ڈال دیئے

1939ء تک 'قومی رابطہ کمیٹی' جان گئی کہ بخالٹر اب بوجھ بن گیا ہے، اب اسے بھی جانا

چاہیے لیکن بخالٹر کو بھی شلٹز کی طرح مار دیا جاتا تو ڈیوی کے حوصلے بلند ہو جاتے اور وہ پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ کمیٹی کے خلاف کام کرنے لگتا۔ آخر جیل میں بندلوسیانو نے ایک منصوبہ بنایا تا کہ بخالٹر یہ سمجھے پولیس اور کمیٹی کے مابین معاہدہ طے پا گیا۔ بخالٹر نے اپنے ساتھیوں پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایف بی آئی کے سربراہ ایڈگر ہوور کے حوالے کر دیا۔ بعد کو اسے احساس ہوا کہ اسے دھوکا دیا گیا ہے، کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس پر منشیات کی خرید و فروخت کرنے پر مقدمہ چلا، ایک ماہ بعد اسے چودہ سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ بعد کو اس پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلا جس میں اسے عمر قید کی سزا ملی۔

ایک سال بعد پولیس نے 'مرڈر ٹرسٹ' کے ایک اہم رکن اور بخالٹر کے ساتھی ابی 'کڈ ٹوسٹ' ریلس کو گرفتار کر لیا۔ وعدہ معاف گواہ بن کر اس نے ٹرسٹ کی سرگرمیوں کی تفصیل سنائی جو کئی ہزار صفحات میں لکھی گئی۔ اس کی شہادتوں کے سہارے پولیس نے اگلے چند برسوں میں مرڈر ٹرسٹ کے بیشتر ارکان گرفتار کر کے جیل بھجوا دیے۔ اکثر کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ بخالٹر بھی 9 مارچ 1944ء کو جیل میں چل بسا۔

اس طرح نیویارک کے بدنام زمانہ مرڈر ٹرسٹ کا خاتمہ ہو گیا جس سے وابستہ ساٹھ سے ایک سو پیشہ ور قاتلوں نے کئی سو غدار غنڈوں کو قتل کیا۔

ارول فلائن کا مقدمہ:1943ء

مدعا علیہ: ارول فلائن۔ الزام: زنا بالجبر۔ استغاثہ: جیری گیسلر اور رابرٹ نیب۔ وکلائے صفائی: تھامس کوکرہن اور جان ہوپکنز۔ جج: لیسلی سٹل۔ جگہ: لاس اینجلس (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 11 جنوری تا 6 فروری 1943ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

ارول فلائن کو بے قصور قرار دیا گیا مگر امریکیوں کی توجہ ہالی وڈ میں جنسی بے اعتدالیوں پر مرکوز رہی جن سے انہیں بڑا صدمہ پہنچا۔ اس مقدمے سے امریکی زبان میں ایک ضرب المثل 'ان لائک فلائن' (In like Flynn) کا اضافہ ہوا۔

1942ء میں ارول فلائن ہالی وڈ کا مشہور اداکار بن چکا تھا۔ وہ آسٹریلیا کا باشندہ تھا اور پچھلے دس برسوں میں اس نے چھبیس فلموں میں کام کیا تھا جن میں کیپٹن بلڈ، دی ایڈونچرز آف رابن ہڈ اور دی سی ہاک نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی تھی۔ اس کی زندگی طوفانی اور خطرے مول لینے والے واقعات سے پر تھی۔ وہ ان انسانوں میں سے تھا جو موت تک کی پروانہیں کرتے۔ عورتیں اس کے مضبوط جسم اور خوبصورت چہرے پر مرتی تھیں لہٰذا وہ جہاں جاتا اسے عورتیں مل جاتیں۔

ستمبر 1942ء میں ایک تقریب میں فلائن کی ملاقات سترہ سالہ بٹی ہینسن سے ہوئی جو فلموں میں کام کرنے کی شوقین تھی اور مشہور ہیروئن بننے کے خواب دیکھتی تھی۔ رات کے کھانے تک ہینسن نے اتنی شراب پی کہ وہ مدہوش ہوگئی۔

دوسرے دن ہینسن نے اپنی بہن کو بتایا کہ تقریب میں فلائن آرام دینے کے بہانے اسے اوپر کمرے میں لے گیا اور پھر اس کی عصمت دری کی۔ اب ڈسٹرکٹ اٹارنی، تھامس کوہرن کے پاس مقدمہ درج کروایا گیا۔

تھامس سے پہلے بھی ایک لڑکی، پیگی نے شکایت کی تھی کہ فلائن نے اپنی کشتی میں اس کے ساتھ زبردستی کی ہے۔ فلائن کے ساتھی اداکار، مسٹر وائلز نے بعد کو تھامس کوہرن کے سامنے یہ بیان دیا کہ چند دن پہلے پیگی کا باپ فلائن سے 'بھتہ' لینے آیا تھا لیکن جب فلائن نے انکار کر دیا تو اس نے کہا "وہ پولیس کو بتائے گا کہ فلائن نے میری پندرہ سالہ کم سن بیٹی کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔"

اس بیان کے باوجود ہینسن کے بیان کے بعد اکتوبر میں فلائن کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے اپنے دفاع کے لئے ہالی ووڈ کے مشہور وکیل، جیری گیسلر کی خدمات حاصل کیں۔ اس دوران تھامس کوہرن نے فیصلہ کیا کہ پیگی کا معاملہ بھی اٹھایا جائے گا۔

جب یہ خبر ہالی ووڈ میں پھیلی تو اس کے پرستار اور متجسس لوگ فلائن کے گھر کے چکر لگانے لگے۔ کئی لوگ دوربینیں آنکھوں سے لگائے اس کے گیارہ ایکڑ پر پھیلے گھر کا نظارہ کرتے رہتے۔ جب مقدمہ شروع ہوا تو لوگ عدالت کے بھی چکر لگانے لگے۔

11 جنوری 1943ء کو جیوری کے ارکان کا انتخاب کرتے ہوئے جیری نے دانستہ نو عورتوں کا انتخاب کیا۔ اسے علم تھا کہ عورتیں فلائن کو پسند کرتی ہیں لہٰذا وہ فطرتاً سزا دینے کے بجائے اسے بری کرنا چاہیں گی۔

وکیل استغاثہ، تھامس کوہرن نے بٹی ہینسن کے الزام سے مقدمے کا آغاز کیا۔ جب جیری نے ہینسن پر جرح کی تو ثابت ہوگیا کہ اس کا بیان الجھاؤ کا شکار ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنے جس بوائے فرینڈ کے ساتھ تقریب میں آئی تھی، وہ سنگین جرائم میں ملوث تھا۔

'جیل چارہ' اور 'سان کونسٹین کی کوئل'

تھامس کوہرن نے ہینسن کا مقدمہ کمزور پا کر پیگی کا معاملہ پیش کیا۔ عدالت میں پیگی نے بتایا کہ فلائنن اسے اپنی کشتی میں بٹھا کر سیر کروانے جزیرہ کاٹیلینا لے گیا۔ اس نے بتایا ''فلائنن نے مجھے 'جیل چارہ، اور سان کونسٹین کی کوئل' کہا تھا لہٰذا وہ جانتا تھا کہ میں کم سن ہوں۔'' (اس زمانے میں یہ اصطلاحیں سولہ سال سے کم عمر لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتی تھیں)۔

پیگی نے پھر بتایا کہ رات کو فلائنن اس کے کیبن میں آیا، اس کے بستر میں لیٹ گیا اور پھر جنسی عمل کیا۔۔۔۔ تاہم اس نے تسلیم کیا کہ اس نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ پیگی کے مطابق ''دوسری رات فلائنن پھر کیبن میں آیا، اس نے مجھے بانہوں میں لیا اور مجھے روشن دان سے چاند دکھایا، اس کے بعد اس نے پھر دست درازی کی اور اس بار میں نے مزاحمت کی۔''

جب پیگی پر جرح ہوئی تو اس نے تسلیم کیا کہ اس نے جھوٹ بول کر اپنی عمر چھپائی ہے۔ پھر انکشاف ہوا کہ فلائنن کے واقعے سے قبل اس کے ایک اور مرد سے جنسی تعلقات رہے ہیں اور وہ اسقاط حمل بھی کروا چکی ہے۔

جب فلائنن گواہی دینے آیا تو اس نے کہا ''میں نے پیگی کو 'جیل چارہ' اور 'سان کونسٹین کی کوئل' بالکل نہیں کہا نہ ہی پیگی کی کیبن میں گیا، نہ ہی ہینسن کو اوپر کمرے میں لے گیا اور دونوں لڑکیوں کے ساتھ جنسی عمل نہیں کیا۔ جب اس کا بیان ختم ہوا تو عورتیں ہسٹریائی انداز میں چلا رہی تھیں جب کہ مرد فحش جملے بول رہے تھے۔ بیلف نے چیخ چیخ کر لوگوں کو چپ کروایا۔

وکیل استغاثہ نے اپنے طور پر ترپ کا پتہ چلتے ہوئے ایک فلکیات دان کو گواہی دینے کے لئے پیش کیا تا کہ پیگی روشن دان سے دیکھے چاند کی تفصیل بتا سکے۔ لیکن جیری نے جرح کے ذریعے فلکیات دان سے تسلیم کروالیا کہ کشتی کے راستے کو دیکھتے ہوئے اس کے روشن دان سے چاند کو دیکھنا ناممکن تھا۔

ارکان جیوری نے اگلے دن تک بحث کی مگر ثبوتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ارول فلائنن

کو بے گناہ قرار دیا۔ جیوری کی ایک رکن، روبی اینڈرسن نے کہا:

"ثابت ہو گیا کہ لڑکیوں کے دوسرے مردوں سے جنسی تعلقات تھے لہٰذا لڑکیوں کی کہانیوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

ارول فلائن کا کیریئر جاری رہا اور 1959ء میں مرنے سے پہلے اس نے کل ساٹھ فلموں میں کام کیا۔

ایذرا پاؤنڈ کا مقدمہ: 1946ء

مدعا علیہ: ایذرا پاؤنڈ۔ الزام: بغاوت۔ استغاثہ: عیسی مینک اور اولیور گاسچ۔ جج: بولیتھالاز۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ مقدمے کی تاریخ: 13 فروری 1946ء۔
فیصلہ: ذہن سلامت نہیں (1958ء میں الزام ختم کر دیا گیا)

اہمیت

اس مقدمے میں کئی انوکھی باتیں جمع ہو گئیں۔۔۔۔ بغاوت کا الزام، مدعا علیہ ادبی دنیا کی مشہور شخصیت تھا، دیوانگی کا سوال (جو کبھی حل نہیں ہو سکا) اور بین الاقوامی طور پر مقبول شخصیات مثلاً ٹی ایس ایلیٹ، رابرٹ فراسٹ، ارنسٹ ہیمنگوے وغیرہ کے تبصرے۔

ایذرا پاؤنڈ اڈھیو ریاست کے قصبے ہیلے میں 1851ء میں پیدا ہوا جہاں صرف ایک گلی، ایک ہوٹل اور سینتالیس گھر تھے۔ کالج میں اس کے دن اچھے نہیں گزرے اور جنگ عظیم اول سے پہلے وہ یورپ چلا گیا۔ وہاں اس نے شاعری کی اور مشہور آئرش شاعر، بٹلر ییٹس کا سیکرٹری رہا۔ بعد کو اس نے مشہور ادیبوں ٹی ایس ایلیٹ، رابرٹ فراسٹ اور جیمز جوائس کو دنیائے ادب میں قدم جمانے میں مدد دی۔ 1930ء کے عشرے میں وہ اٹلی کے شہر راپالو میں مقیم ہو گیا اور اپنی طویل نظمیں، کانٹوز تخلیق کرتا رہا۔

''یورپ کی پکار! پاؤنڈ بول رہا ہے!!''

چند برس بعد یورپ پر ہٹلر نے جنگ کے بادل پھیلا دیئے۔ پاؤنڈ عالمی سیاست کے

بارے میں اپنے مخصوص نظریات رکھتا تھا۔ اس نے اٹلی کی حکومت کو یہ تجویز کی کہ ایسی کتب شائع کی جائیں جنہیں پڑھ کر امریکی فاشزم پسند کرنے لگیں گے۔ جب یہ تجویز رد ہوگئی تو اس نے امریکیوں کے لئے شارٹ ویو ریڈیائی نشریات نشر کرنے کی تجویز دی جو منظور ہوگئی۔

جنوری 1941ء سے اس کا ریڈیو پروگرام "یورپ کی پکار! پاؤنڈ بول رہا ہے!!" باقاعدگی سے نشر ہونے لگا۔ اس کام کے لئے اسے باقاعدہ تنخواہ دی گئی۔ اس نے امریکا پر زور دیا کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لے۔ جب پرل ہاربر پر بمباری کے بعد امریکا جنگ میں شامل ہوگیا تو پاؤنڈ نے کہا:

''امریکا اگر چاہتا تو جنگ سے باہر رہ سکتا تھا۔ اگر وہ باہر رہتا تو جنگ جلد ختم ہو جاتی۔۔۔۔ امریکا نے اگر اٹلی یا یورپ پر حملہ کیا تو یہ احمقانہ فعل ہوگا۔۔۔۔ اور اگر ایسا ہوا تو صرف روز ویلٹ ذمے دار ہوگا۔''

امریکی حکومت نے جب پاؤنڈ کی تقریریں سنی تو اسے بڑا تاؤ آیا، اٹارنی جنرل، فرانس بڈل نے اس پر غداری کا مقدمہ ٹھونک دیا۔ پاؤنڈ یہ سن کر بہت حیران ہوا۔ اس نے بڈل کو لکھا:

''مجھے یقین نہیں آتا کہ ریڈیو پر میرے بولنے کے سادہ فعل کو غداری سمجھا گیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ میرے ضمیر کی آواز ہے اور مجھے کوئی شرمندگی نہیں۔

''میں نے 'جاری' جنگ کے خلاف کوئی بات نہیں کی بلکہ اس نظام کے خلاف احتجاج کیا ہے جو ایک کے بعد دوسری جنگ تخلیق کرتا ہے۔۔۔۔ میں نے فوجیوں کے خلاف کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی ان سے یہ کہا ہے کہ وہ بغاوت کردیں۔''

جب روم میں مسولینی کی حکومت ختم ہوگئی تو پاؤنڈ جرمنوں کے زیر قبضہ علاقے میں جا کر اپنا پروگرام نشر کرتا رہا۔ جب اتحادیوں نے اٹلی پر قبضہ کیا تو مقامی لوگوں نے پاؤنڈ کو گرفتار کر لیا۔ وہ چھ ماہ تک جیل میں رہا پھر اسے امریکا بھجوا دیا گیا۔

''بے چارا پاؤنڈ بہت نادان ہے''

امریکا میں جب اس پر غداری کے الزام میں مقدمہ چلنے لگا تو ارنسٹ ہیمنگوے نے بیان دیا کہ وہ اپنے خیالوں میں مست رہنے والا انسان ہے، اسے کچھ نہ کہا جائے۔ لائبریری آف

کانگریس کے لائبریرین آرچی بالڈ میکلیش نے اسے 'بہت ہی نادان اور احمق' قرار دیا۔ پاؤنڈ کے وکیل، جولین کورنیل کو علم تھا کہ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس کا ذہن متوازن نہیں تب ہی وہ پھانسی سے بچ سکتا ہے۔ جب نفسیاتی امراض کے چار ممتاز ماہرین نے اس کا علاج کیا تو انہوں نے یہ متفق الرائے بیان دیا "پاؤنڈ کے دماغ میں بہت خرابی ہے، وہ مقدمے کی سختی برداشت نہیں کر سکتا۔" ایک ماہر نے بتایا "اسے یہ وہم ہے کہ 'دنیا کی عالمی طاقتوں' سے اس کے گہرے رابطے ہیں لہٰذا اسے امریکی وزیر خارجہ کا مشیر ہونا چاہیے۔"

بہرحال وکیل استغاثہ عیسیٰ میتلک نے ارکان جیوری سے درخواست کی کہ وہ عدالت میں پاؤنڈ سے گفتگو کریں تاکہ ثابت ہو سکے کہ وہ متوازن ذہن رکھتا ہے یا نہیں۔ 13 فروری 1946ء کو پاؤنڈ جیوری کے سامنے پیش ہوا۔ بعد کو ارکان نے بتایا:

"پاؤنڈ نے بڑی شان و شوکت کا مظاہرہ کیا۔۔۔۔ اس کا خیال ہے کہ خدا نے اسے اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ امریکا کے لوگوں کے لئے امریکی آئین کو محفوظ رکھ سکے۔۔۔۔ وہ سمجھتا ہے کہ کنفیوشس کی تحریروں کے ذریعے صرف وہی دنیا میں امن قائم رکھ سکتا ہے۔۔۔۔ اسے یقین ہے کہ دانش وروں کے قائد کی حیثیت سے صرف وہی دنیا میں امن و امان قائم کر سکتا ہے۔"

ارکان جیوری صرف تین منٹ کے لئے کمرے میں بحث کرنے گئے پھر باہر آ کر اعلان کیا "پاؤنڈ ذہنی طور پر بیمار ہے۔" اسے فوراً واشنگٹن کے ایک پاگل خانے بھجوا دیا گیا تاکہ وہاں صحت یاب ہو کر مقدمے کا سامنا کر سکے۔ مگر اس کے دوستوں کو یقین تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے لہٰذا وہ اس نکتے پر غور کرتے رہے کہ پاؤنڈ کو پاگل خانے سے اس انداز میں کیونکر نکالا جائے کہ بعد میں اس پر مقدمہ نہ چلے۔

پاؤنڈ نے صورت حال کو قبول کر لیا اور اپنے کمرے میں لکھتا پڑھتا رہا۔ اگلے بارہ برسوں میں ضمانت کی اپلیں اور 'پروانہ حاضری ملزم' پٹیشن مسترد کر دی گئی۔ 1948ء میں جب لائبریری آف کانگریس نے پاؤنڈ کو بارہ ہزار ڈالر مالیت کا شاعری میں مشہور انعام 'بولینگین پرائز' دیا تو کانگریس نے لائبریری کو حکم دیا کہ آئندہ وہ کسی کو یہ انعام نہ دے۔ 1954ء میں

تجویز دی گئی کہ امریکی صدر پاؤنڈ کو معافی دے دیں مگر یہ ایک احمقانہ تجویز تھی کیونکہ پاؤنڈ کو سزا ہی نہیں ملی تھی۔

1955ء میں میکلیش نے اٹارنی جنرل سے مل کر یہ کوشش کی کہ غداری کا مقدمہ خارج کر دیا جائے۔ اس مہم میں ہیمنگوے، ایلیٹ اور فراسٹ بھی شامل ہو گئے۔ اپریل 1958ء میں جج بوتھالاز نے جنہوں نے 1945ء میں سب سے پہلے مقدمے کی سماعت کی تھی، پاؤنڈ کے خلاف فرد جرم خارج کر دی کیونکہ پاگل خانے کے سربراہ، ڈاکٹر ونفریڈ کے مطابق پاؤنڈ اب تک مقدمے کے لئے ناموزوں تھا۔

ایذرا پاؤنڈ کو جلد ہی پاگل خانے سے رہا کر دیا گیا اور وہ اٹلی واپس چلا گیا۔ 1972ء میں وہ وینس میں چل بسا۔

سیلی رینڈ کا مقدمہ: 1946ء

مدعا علیہ: سیلی رینڈ (ہیلین گاؤلڈ بیک) الزام: فحش کپڑے پہننا، حاضرین کی اخلاقیات بگاڑنا اور فحش شو میں حصہ لینا۔ استغاثہ: فرینک براؤن۔ وکیل صفائی: جے ڈبلیو جیک اہرلچ۔ جگہ: فرانسسکو (کیلی فورنیا) مقدمے کی تاریخیں: 13 نومبر اور 14 نومبر 1946ء۔ فیصلہ: بے گناہ

اہمیت

سیلی رینڈ کے مختصر مقدمے سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آئی ہے کہ ضروری ہے کہ جج مقدمے کے تمام ثبوت اپنی آنکھوں سے خود دیکھے۔ اس مقدمے کے ذریعے عموماً سنجیدگی کی طرف راغب رہنے والی عدالت میں ہنسی کے فوارے بھی بلند ہوئے۔

1946ء تک سیلی رینڈ پورے امریکا میں جانی پہچانی 'مہمان نواز' بن چکی تھی۔ اس کا انوکھا پن یہ تھا کہ وہ نیم برہنہ ہو کر موسیقی کی لے کے ساتھ ساتھ چھ فٹ لمبا پنکھا نما کپڑا لہراتے ہوئے ناچتی تھی۔ وہ فلموں، اسٹیج کے ڈراموں اور غنائی ناٹکوں میں کام کر کے خاص و عام سے داد وصول کر چکی تھی۔ 1933ء میں جب شکاگو کے عالمی میلے میں اس نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تو سیلی رینڈ کا نام اور 'فین ڈانسر' کی اصطلاح لازم و ملزوم بن گئی۔ اس موسم گرما میں اس کی ہفتہ وار تنخواہ 125 ڈالر سے بڑھ کر تین ہزار ڈالر ہو گئی۔ اس نے پھر امریکا کے متفرق کلبوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور تماشائیوں سے داد پائی۔

"یہ ناچ فحش ہے"

1939ء میں سان فرانسسکو بے کے ٹریزر آئی لینڈ پر جب گولڈن گیٹ نامی بین الاقوامی میلہ لگا تو "سیلی رینڈ کا برہنہ باڑہ" وہاں کے لوگوں میں بڑا مقبول ہوا۔ اس شو میں ہر رات سیلی اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ ناچتی جو صرف ہولسٹر اور بیج (badges) پہنے ہوتیں۔

لیکن 1946ء کے نومبر میں سیلی کے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا۔ سان فرانسسکو کے ایک کلب، نیوے میں حسب معمول اس نے اپنا مقبول عام ناچ پیش کیا۔ تماشائیوں میں کیلی فورنیا پولیس کے چھ افسر بھی تھے۔ سیلی نے کلاڈ ڈیبسی کی رومانی دھن 'کلیر ڈی لون' پر ناچتے ہوئے مدھم روشنی میں اپنے سارے کپڑے اتارے اور پھر پنکھا ناچ پیش کرنے لگی۔ جیسا کہ بعد میں انہوں نے بتایا، پولیس افسروں کو ناچ دیکھ کر بڑا صدمہ پہنچا اور انہوں نے ناچ کو فحش قرار دے کر اسے گرفتار کر لیا۔ ان کے مطابق پینل کوڈ کے سیکشن 311 کے مطابق "بدن کو برہنہ کرنا، تماشائیوں کے اخلاق تباہ کرنا اور فحش شو پیش کرنا" جرم ہے۔

سیلی نے فوراً سان فرانسسکو کے مشہور وکیل، جیک ایلرج سے رابطہ قائم کیا جو مشہور شخصیات اور مجرموں کا دفاع خوب کرتا تھا۔ مقدمے کا آغاز ہوا تو وکیل استغاثہ فرینک براؤن نے پولیس افسر، جوزف والش کو گواہی کے لئے بلایا۔ اس نے بیان میں کہا "میں نے اپنے ساتھی افسروں کے ساتھ دیکھا کہ سیلی نے پنکھے کے پیچھے ناچتے ہوئے اپنے کپڑے اتار دیے اور اس کے جسم پر مہین سی ریشمی جالی کے سوا کچھ نہیں رہا۔۔۔۔ اس ثبوت (جالی) کو ہم گرفتاری کی جلدی میں قبضے میں نہیں کر سکے۔"

"برہنہ سچائی سے آمنا سامنا"

وکیل دفاع جیک نے جج ڈینیل شومیکر کو یاد دلایا کہ برہنگی فنکارانہ حلقوں اور ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس ضمن میں اس نے مجسمہ سازوں مائیکل اینجلو، روڈین وغیرہ کے شاہکاروں کا ذکر کیا۔ اس نے کہا "عزت ماب، میری درخواست ہے کہ سماعت اگلی صبح تک ملتوی کر دی جائے تاکہ اس وقت میری موکل آپ کے سامنے اپنے فن کا خصوصی مظاہرہ کرے۔"

جج نے نہ صرف یہ تجویز قبول کر لی بلکہ جیک کی درخواست پر حکم دیا کہ سماعت مکمل ہونے سے پہلے اگر سیلی کو اسی جرم میں گرفتار کیا جائے تو اسے فوراً رہا کر دیا جائے۔ اس رات ہیوے کلب تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔۔۔۔ اور سیلی کو گرفتار کرنے کے لئے سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس افسر بھی بیٹھے تھے۔ جب سیلی ناچنے لگی تو افسروں نے اسے گرفتار کرنا چاہا تب انکشاف ہوا (روشنی ہو جانے کے بعد) کہ اس نے ریشمی جالی کے بجائے لمبا سا زیر جامہ پہن رکھا ہے جس کے ساتھ یہ کارڈ لگا ہوا تھا سینسرڈ۔ ایس۔ ایف۔ پی۔ ڈی (Censored. S. F.P.D) یعنی یہ ناچ مقامی انتظامیہ سے منظور شدہ تھا) وہ اتنے حیران اور پریشان ہوئے کہ انہیں کچھ نہیں آیا کہ وہ کیا کریں، آخر انہوں نے سیلی کو گرفتار کرنا چاہا تب سیلی نے اپنی فوری رہائی کا حکم نامہ دکھایا اور بدستور ناچ پیش کرنے لگی۔

اگلی صبح ہیوے میں جج، عدالت کے دیگر ملازمین اور صحافیوں کے سامنے سیلی نے اپنے روایتی فن کا مظاہرہ کیا۔ جب سب لوگ عدالت میں واپس آ گئے اور سماعت شروع ہوئی تو جج شومیکر نے کہا ''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ سیلی کا ناچ شہوانی ہے، اس کا اخلاق کا معیار یقیناً کجرو اور مسخ شدہ ہے۔'' اس کے بعد جج نے سیلی کو بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا۔

سیلی رینڈ پہلے کی طرح آزادی سے اپنا 'پنکھا ناچ' پیش کرنے لگی۔ اس کی رہائی پر برہنگی کے پرستار فن کاروں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا۔

آلگر ہیس کے مقدمے: 1949ء تا 1950ء

مدعا علیہ: آلگر ہیس۔ الزام: دروغ حلفی۔ استغاثہ: تھامس ڈونگان، ہالمز لین، تھامس مرفی وغیرہ۔ وکلائے صفائی: رابرٹ بنجمن، کلاڈ کراس، چیٹر لین وغیرہ۔ جج: سیموئیل کولمین (پہلا مقدمہ)۔ ہنری گوڈارڈ (دوسرا مقدمہ)۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 31 مئی تا 8 جولائی 1949ء (پہلا مقدمہ)۔ 17 نومبر 1949ء تا 21 جنوری 1950ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلے: جیوری تعطل کا شکار (پہلا مقدمہ) مجرم (دو[illegible]مہ)۔ سزا: پانچ سال قید۔

اہمیت

آلگر ہیس تین سال تک اس عظیم انسانی ڈرامے کا سربرآوردہ اداکار رہا جسے پورے امریکا میں زبردست شہرت ملی۔ 1948ء سے 1950ء کے درمیان مقدمے نے امریکا میں دو متضاد رجحان پیدا کئے اور یہ سرد جنگ کے آغاز میں امریکی پالیسیوں کا نشان بن گیا۔ اس کے ذریعے رچرڈ نکسن ترقی کی سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ ہیس مجرم ہے یا نہیں۔۔۔۔ یہ بحث آج تک جاری ہے کیونکہ وہ یا تو غدار تھا یا پھر ایک ایسی سازش کا شکار جو سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے امریکا کے اعلیٰ سرکاری افسران اور عدلیہ نے تیار کی۔

جب آلگر ہیس کارنیج اینڈ ومنٹ فار انٹرنیشنل پیس کا سربراہ تھا، تو 3 اگست 1948ء کو

صحافیوں نے اسے اطلاع دی کہ رسالہ 'ٹائم' کے سینئر ایڈیٹر، وٹکر چیمبرز نے ایوان نمائندگان کے سامنے یہ بیان دیا ہے کہ وہ سویت یونین کا ایجنٹ اور امریکا میں گنے چنے کیمونسٹ سرکاری افسروں میں سے ایک ہے۔ وٹکر خود پندرہ سال سے سویت یونین کا ایجنٹ تھا۔ آلگر ہیس اعلیٰ امریکی افسر تھا، اس نے یالٹا کانفرنس میں امریکی شرکت کو منظم کیا تھا اور بعد کو ڈمبرٹن اوکس اور سان فرانسسکو میں وہ کانفرنسیں منعقد کروائیں جن کے ذریعے اقوام متحدہ وجود میں آئی۔ آلگر نے فوراً تفتیشی کمیٹی کو تار بھجوایا کہ وہ بائبل پر ہاتھ رکھ کر یہ قسم کھانے کے لئے تیار ہے کہ وہ وٹکر چیمبرز کو نہیں جانتا۔

"کمیونسٹوں سے میرا کوئی رابطہ نہیں"

واشنگٹن پہنچ کر ہیس نے امریکی حکومت کو بتایا "یہ الزام بے بنیاد ہے، میری ملازمت اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ میں اپنے ملک سے کتنا وفادار ہوں"۔ آلگر نے بار بار کہا کہ وہ وٹکر کو نہیں جانتا۔ آلگر نے اس سے ملنے کی درخواست کی۔ وٹکر کو ایک خصوصی سیشن میں بلایا گیا جس کی سربراہی کیلی فورنیا سے امریکی سینٹ کے رکن، رچرڈ نکسن نے کی۔ وکٹر نے ان گھروں کے اندرون کی تفصیل سنائی جن میں ہیس دس سال پہلے مقیم رہا تھا۔

اب ہیس کو دوبارہ بلایا گیا۔ نکسن نے اسے وکٹر کی تصاویر دکھائی۔ ہیس نے بتایا کہ یہ جارج کروسلی کی تصاویر لگتی ہیں جس نے فری لانس صحافی کی حیثیت سے ایک زمانے میں انٹرویو کیا تھا اور پھر وہ اس کا واقف کار بن گیا۔ جون 1935ء میں جب اس نے اپنا مکان خریدا تو جارج کو اپنا فلیٹ کرائے پر دے دیا۔ لیکن ہیس کے مطابق جارج اور چیمبرز الگ شخصیتیں تھیں۔

اسی دن کانگریس کے ارکان، نکسن اور جان میک ڈول کے سامنے چیمبرز اور ہیس آمنے سامنے پیش ہوئے۔ ہیس نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص جارج کروسلی ہے۔

چیمبرز نے کہا کہ اس نے کبھی یہ نام استعمال نہیں کیا مگر ہیس ہی وہ آدمی ہے جو کیمونسٹ پارٹی کا رکن تھا اور جس کے فلیٹ میں وہ بیوی بچے کے ہمراہ مقیم رہا۔ ہیس نے ناراض ہو کر کہا کہ اگر اس نے دوبارہ یہ بات کہیں اور دہرائی تو وہ اس کے خلاف ہتک کا مقدمہ ٹھونک دے گا۔

چیمبرز نے دوسرے ہی دن ایک ریڈیو پروگرام 'میٹ دی پریس' میں کہا کہ ہیس کمیونسٹ پارٹی کا رکن تھا۔ اگلے دن ہیس نے اس کے خلاف مقدمہ کھڑا کر دیا اور اپنی عزت داغ دار کرنے پر اس سے پچھتر ہزار ڈالر طلب کئے۔

مقدمہ چلنے سے قبل ہیس کے وکیل، ولیم مربری نے چیمبرز سے کہا کہ کیا وہ اپنے دعویٰ کے ضمن میں دستاویزی ثبوت پیش کر سکتا ہے؟ چیمبرز بروکلین میں واقع اپنے ایک رشتے دار کے گھر گیا اور بے آواز ویٹر (dumb waiter) کے پیچھے سے ایک بوسیدہ لفافہ برآمد کیا جس میں سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹوں کی تینتالیس ٹائپ شدہ نقول، مائکروفلم کے پانچ رول اور ہیس کے لکھے ہوئے پانچ میمورینڈم موجود تھے۔ اس نے فلموں کے علاوہ باقی دستاویز ولیم کو دے دیں۔ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ اسے ہیس نے 1937ء میں دی تھیں۔ چیمبرز کے مطابق ہیس اس قسم کے درجہ بند (کلاسیفائڈ) کاغذات باقاعدگی سے گھر لے جاتا جہاں اس کی بیوی ٹائپ کر کے ان کی نقول تیار کرتی، ہیس اگلے دن حقیقی کاغذ واپس دفتر لے جاتا اور نقول چیمبرز کو دیتا جو انھیں امریکا میں مقیم سویت یونین کے نمائندے کو دے دیتا۔

بم گر پڑا ہے

ہیس نے اپنے وکیل سے کہا کہ وہ کاغذات محکمہ انصاف کو دے دے۔ اگلے دن رچرڈ نکسن کو تار ملا "بم پھٹ گیا ہے۔" وہ اس وقت پانامہ میں سیر و تفریح کرتے ہوئے اپنی چھٹیاں منا رہے تھے۔ اس نے اپنے ایک سراغ رساں کو حکم دیا کہ وہ چیمبرز کو اس کے میری لینڈ فارم میں ملے۔ اس دوران کوسٹ گارڈ کے ایک ہوائی جہاز نے نکسن کو اٹھا لیا۔

جب نکسن کیمروں کی فلیش لائٹوں کے جلو میں واشنگٹن اترا اس وقت تک چیمبرز، سراغ رساں کو مائکروفلم کے پانچ رول دے چکا تھا جو کھوکھلے کھیے میں ہونے کی وجہ سے 'دی پمپکن پیپرز' کہلائے۔

نیویارک فیڈرل گرینڈ جیوری نے دو الزامات پر آلگر ہیس کے خلاف فرد جرم عائد کر دی: پہلا یہ کہ اس نے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے کاغذات چیمبرز کو دیے مگر ایسا کرنے سے انکاری ہے اور دوسرا یہ کہ اس نے جنوری 1937ء سے چیمبرز کو نہیں دیکھا حالانکہ جیوری کو معلوم ہو چکا ہے

کہ اس نے فروری 1938ء میں چیمبرز کو کاغذات دیئے۔
جرح کے دوران ہیس کے وکیل صفائی، لائڈ پال نے جلد ہی چیمبرز کی خامیاں نمایاں کر دیں۔ چیمبرز نے تسلیم کیا کہ اس نے 1937ء اور 1948ء میں دروغ حلفی کا جرم کیا، 1924ء سے 1938ء تک کم از کم سات جعلی نام اختیار کئے، کولمبیا یونیورسٹی کے طالب علم کی حیثیت سے ڈین سے جھوٹ بولا، کئی لائبریریوں سے کتب چرائیں، کئی عورتوں سے تعلقات رکھے جن میں طوائفیں بھی شامل تھیں اور نہ صرف شہوانی شاعری لکھی بلکہ مذہب کے خلاف ایک ڈرامہ بھی لکھا جس کی وجہ سے اسے کولمبیا سے نکال دیا گیا۔

ٹائپ رائٹر کا ثبوت

تین ہفتوں تک استغاثہ نے ثبوت پیش کئے۔ ایف بی آئی کے ماہرین نے تصدیق کی کہ تمام دستاویز ایک قسم کے ٹائپ رائٹر سے نقل کی گئی ہیں، یوں وہ ٹائپ رائٹر بنیادی ثبوت بن گیا جس پر دستاویز نقل ہوئیں۔ ہیس نے تسلیم کیا کہ اس زمانے میں اس کے پاس وڈ سٹوک کمپنی کا ٹائپ رائٹر موجود تھا لیکن وہ اس نے دسمبر 1937ء میں اپنی ملازمہ کے ایک بیٹے کو دے دیا تھا جب کہ دستاویز جنوری تا اپریل 1938ء کے دوران ٹائپ کی گئیں۔
ایف بی آئی کے ایجنٹوں نے ٹائپ رائٹر تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں ملا۔ ہیس کے وکلا کو یقین تھا کہ اس کے ملنے پر ان کے موکل کی بے گناہی ثابت ہوگی لہٰذا انہوں نے بھی اسے تلاش کیا اور ایف بی آئی کی مدد سے اسے بالآخر پالیا۔۔۔۔وہ اب تک کام کر رہا تھا لیکن بدقسمتی سے ان کا یہ قدم انہی کے خلاف جا پڑا۔
اس سے پہلے کہ ہیس پر جرح کی جاتی، اس کے وکلا نے امریکا کے مشہور لوگوں سے ہیس کے کردار پر گواہی دلوائی جن میں سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے افسر، صدارتی انتخابات کے ایک سابق امیدوار، بحریہ کے ایڈمرل اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان شامل تھے۔ انہوں نے ہیس کے خلوص، وفاداری، دیانت داری اور کھرے پن کی تعریف کی۔
جرح کے دوران ہیس نے کہا "میں کبھی کمیونسٹ پارٹی کا رکن نہیں رہا اور وہ مجھ پر لگائے جانے والے الزام بے بنیاد ہیں۔" اس نے تسلیم کیا کہ 1934ء تا 1936ء چارج کروسلی اس کا

واقف کار تھا۔

مقدمے کے آخر میں یہی بات سامنے آئی کہ فیصلے کا دارومدار دستاویز اور ٹائپ رائٹر پر ہے۔ وکیل صفائی، لائڈ پال نے کہا "سب باتیں اس سوال تک آ کر رکتی ہیں۔۔۔۔ کون سچ بول رہا ہے؟"

دوسرے مقدمے میں سزا مل گئی

17 نومبر 1949ء کو دوسرا مقدمہ شروع ہوا۔ پہلے والے گواہوں نے پھر بیان دیئے۔ اس بار ہس کے نئے وکیل، کلاڈ کراس نے ایک نفسیات دان ڈاکٹر بنگر کو گواہی دینے بلایا جس نے تصدیق کی کہ چیمبرز ایک نفسیاتی مریض ہے اور وہ ایسے مرض میں مبتلا ہے جس میں مریض شہوانی اور معاشرے کے خلاف رویے کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایسے مریض کی خاص بات یہ ہے "وہ مسلسل اور شدید طور پر جھوٹ بولنے کا شوقین ہوتا ہے اور دوسروں پر جھوٹے الزام لگانے کا رجحان رکھتا ہے۔"

اس کے باوجود 20 جنوری 1950ء کو ارکان جیوری نے ہس کو مجرم قرار دے کر دونوں الزامات کے تحت پانچ پانچ سال کی سزا سنائی جو ساتھ ساتھ ملنی تھی۔ سزا سننے سے پہلے ہس نے دوبارہ کہا "میں نے کوئی جرم نہیں کیا اور مستقبل میں حقائق خود بتلائیں گے کہ ڈاکٹر چیمبرز نے ٹائپ رائٹر کے ذریعے دھوکے بازی کیسے کی۔"

ہس ایک سال تک ضمانت پر رہا ہو کر باہر رہا لیکن جب کورٹ آف اپیلز نے اس کی سزا برقرار رکھی اور سپریم کورٹ نے اس کے مقدمے کا جائزہ لینے سے انکار کر دیا تو 22 مارچ 1951ء کو اسے جیل بھجوا دیا گیا۔

جب ہس جیل میں تھا تو اس کے نئے وکیل، چیسٹر لین نے ان ماہرین سے رابطہ کیا جو ٹائپ رائٹر بناتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ ٹائپ رائٹر جتنا پرانا ہو، اس کی ہو بہو نقل آج بھی تیار کی جا سکتی ہے۔ لین نے پھر مقدمے والے ٹائپ رائٹر کی نقل ان سے تیار کروائی، دونوں میں ذرہ برابر فرق نہیں تھا۔۔۔۔ دلچسپ امر یہ تھا کہ دونوں ٹائپ رائٹروں سے جو مواد ٹائپ ہوا اس میں بھی معمولی سا فرق نہیں تھا، لکھائی پڑھنے کے ماہرین نے اس بات کی تصدیق کی۔

لین نے ٹائپ رائٹر کے سیریل نمبر اور تیاری کے ریکارڈ کے ذریعے یہ ثبوت حاصل کرلیا کہ ہس کی بیوی، پریسیلیا کے پاس جو ٹائپ رائٹر موجود تھا وہ 1929ء میں اس کے باپ کے دفتر میں استعمال ہوتا رہا تھا۔۔۔۔ جب کہ مقدمے میں پیش ہونے والا ٹائپ رائٹر 1931ء میں بنایا گیا تھا۔ اس انکشاف سے لین کو یقین ہو گیا کہ مقدمے میں پیش کیا جانے والا ٹائپ رائٹر ایف بی آئی کے ایجنٹوں نے خود تیار کروا کر ہس کے وکلا کے حوالے کیا ہے۔

اس ثبوت کے ذریعے لین نے نئے سرے سے مقدمہ چلوانے کی کوشش کی مگر سپریم کورٹ تک نے مقدمہ سننے سے انکار کر دیا۔ آلگر ہس تین سال آٹھ ماہ کے بعد رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد اس نے مقدمے کے بارے میں کتاب لکھی اور سٹیشنری پرنٹر کے سیلز مین کی حیثیت سے کام کیا۔ 1976ء میں میساچوسٹس بار ایوی ایشن کی رکنیت اسے دوبارہ مل گئی (جو سزا کے بعد خود بخود معطل ہو گئی تھی) اور وہ قانونی مشیر کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔

1973ء میں جب امریکی سپریم کورٹ میں واٹر گیٹ اسکینڈل کا مقدمہ چل رہا تھا تو سابق صدر رچرڈ نکسن کے مشیر، جان ڈین نے عدالت کو بتایا "صدر نکسن نے چارلس کولن سے کہا 'ٹائپ رائٹر' ہمیشہ بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔۔۔۔ ہم نے ہس کے مقدمے میں بھی ایک بنوایا تھا۔"

1992ء میں ستاسی سال کی عمر میں آلگر ہس نے روسی حکومت کی ملٹری انٹیلی جنس آرچیوز (Archives) کے سربراہ، جنرل دمتری ولکوگونوف سے درخواست کی کہ وہ ان سویت فائلوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہے جو اس سے اور وٹکر چیمبرز سے متعلق ہیں۔ کئی ماہ بعد جنرل نے بتایا "ہم نے ساری فائلوں کا مطالعہ کرلیا ہے لیکن کسی سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہس سویت یونین کا ایجنٹ تھا لہٰذا اس کے خلاف الزامات بے بنیاد ہیں۔"

ٹوکیوروز کا مقدمہ: 1949ء

مدعا علیہ: ایوا اکیکوٹوگوری (ٹوکیو روز) الزام: بغاوت۔ استغاثہ: تھامس ڈی ولفی، فرینک ہینسی وغیرہ۔ وکلائے صفائی: وائن کولنز، جارج اولسہاؤسین وغیرہ۔ جج: مائیکل روچ۔ جگہ: سان فرانسسکو (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 5 جولائی تا 29 ستمبر 1949ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: دس سال قید اور دس ہزار ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

ٹوکیو روز کا مقدمہ ان سات مقدموں میں شامل ہے جو دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی حکومت نے باغیوں پر چلائے۔

اکیکو ٹوگوری وہ عورت ہے جسے امریکیوں نے پہلے 'ٹوکیو گلاب' کے نام سے پکارا پھر اسے غدار قرار دے کر اس پر مقدمہ چلایا لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ وہ 1916ء میں امریکا کے یوم آزادی کے موقع میں لاس اینجلس میں پیدا ہوئی۔ اس کے والدین جاپان سے ہجرت کر کے کیلی فورنیا آئے تھے۔ ٹوگوری ایک امریکی کی حیثیت سے پل بڑھ کر جوان ہوئی۔ 1941ء میں پچیس سالہ ٹوگوری اپنی بیمار خالہ سے ملنے پہلی بار جاپان گئی۔ وہ کئی ماہ تک بیمار خالہ کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ جب 7 دسمبر 1941ء کو پرل ہاربر پر بمباری کے بعد امریکا اور جاپان کے مابین جنگ شروع ہوئی تو وہ جاپان میں پھنس کر رہ گئی۔

ٹوگوری کی خالہ غریب عورت تھی لہٰذا اسے گزر اوقات کے لئے جاپان میں نوکری کرنی

پڑی۔ اس وقت جنگ کی وجہ سے کھانا پینا اور رہائش بہت مہنگی تھی جب کہ انگریزی سے واقفیت اس کا واحد ہنر تھا۔ اس نے پہلے کئی نیوز ایجنسیوں میں ٹائپسٹ کی حیثیت سے ملازمت کی پھر ریڈیو ٹوکیو میں نوکری کر لی۔ نومبر 1943ء میں اسے زبردستی ٹوکیو ریڈیو کی اناؤنسر بنا دیا گیا۔ اس زمانے میں امریکی فوجی ریڈیو جاپان کی تمام اناؤنسروں کو 'ٹوکیو گلاب' کہتے تھے لیکن ٹوگوری کو یہ نام کبھی پسند نہیں آیا۔ وہ صرف امریکی موسیقی یا جاپان کی حمایت میں پروپیگنڈہ قسم کے مضمون پیش کرتی جو اسے پڑھنے کے لئے دیئے جاتے تھے۔

ایک معصوم لڑکی

ٹوگوری ان دس ہزار سے زائد جاپانی نژاد امریکیوں میں شامل تھی جو دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپان میں پھنس گئے اور انہیں مجبوراً جنگ کے حالات سے مطابقت کرنا پڑی۔ لیکن وہ ان چند لوگوں میں سے ایک تھی جن پر امریکی حکومت نے مقدمے قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ 17 اکتوبر 1945ء کو اسے جاپان سے گرفتار کیا گیا مگر جب محکمہ انصاف نے اس پر لگنے والے الزامات پر شکوک کا اظہار کیا تو اسے 25 اکتوبر کو رہا کر دیا گیا لیکن 28 اگست 1948ء کو دوبارہ ٹوکیو سے حراست میں لے لی گئی۔ اب اسے سان فرانسسکو لایا گیا تا کہ اس پر مقدمہ چل سکے۔

اس زمانے میں کیلی فورنیا کے لوگ جاپان کے مخالف تھے لہٰذا ٹوگوری کو اپنا مقدمہ لڑنے کے لئے وکیل نہیں ملے تاہم جلد ہی وائسن، جارج اور تھیوڈور نے اس کا مقدمہ مفت لڑنے کا اعلان کیا۔ 5 جولائی 1949ء کو جج مائیکل روچ کی عدالت میں مقدمہ شروع ہوا۔

ٹوگوری کے خلاف غداری کے آٹھ الزام تھے، سفید فام ارکان جیوری کے سامنے اس نے اپنے آپ کو بے گناہ قرار دیا۔ مائیکل کا جھکاؤ واضح طور پر استغاثہ کی طرف تھا اور عام لوگ بھی ٹوگوری کے مخالف تھے اس کے باوجود اس کا مقدمہ تین ماہ چلا اور جیوری تعطل کی شکار ہو گئی۔ جب جیوری نے یہ رپورٹ دی کہ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکی تو جج نے انہیں حکم دیا کہ کسی نتیجے تک پہنچنے کے لئے وہ مسلسل بحث کرے۔ بارہ ارکان جیوری میں سے نو ٹوگوری کو سزا دینا چاہتے تھے، تین مخالفت کر رہے تھے۔ آخر اقلیت نے اکثریت کے سامنے سر جھکا دیا۔ ٹوگوری کی سزا دینے کی مخالفت کرنے میں جان مان شامل تھے جنھوں نے بعد کو کہا:

''ٹوگوری ایک معصوم لڑکی ہے۔۔۔۔اس نے کوئی جرم نہیں کیا، وہ وہاں تنہا اور لاچار تھی، اس نے وہی کچھ کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔''

29 ستمبر 1949ء کو جیوری نے ٹوگوری کو دس سال کی قید اور دس ہزار ڈالر جرمانے کی سزا سنائی۔ اس نے چھ سال جیل میں گزارے پھر اچھے رویے کی بنا پر اسے رہا کر دیا گیا۔ مقدمے کی منصف مزاجی پر سالہا سال تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا، آخر 18 جنوری 1977ء کو امریکی صدر، جیرالڈ فورڈ نے ٹوگوری کو معاف کر دیا۔ یوں اسے سرکاری طور پر بے گناہ قرار دے کر امریکی شہریت دوبارہ دے دی گئی۔ ٹوگوری کا مقدمہ ان سات مقدموں میں سے ایک تھا جو امریکا نے جنگ عظیم دوئم کے بعد غداری کے سلسلے میں چلائے۔

برٹن ایبٹ کا مقدمہ:1955ء

مدعا علیہ: برٹن ایبٹ۔ الزام: قتل اور اغوا۔ استغاثہ: فرینک کو کلے اور فولگر ایمرسن۔ وکیل صفائی: سٹینلے وٹنی اور دیگر۔ جج: ویڈ سنوک۔ جگہ: اوک لینڈ (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 7 نومبر 1955ء تا 25 جنوری 1956ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی۔

اہمیت

یہ کیلی فورنیا کا سب سے سنسنی خیز قتل کا مقدمہ ثابت ہوا۔ اس میں زیرک وکالت اور جوش سے بھرپور جذبات نے ثبوتوں پر برتری حاصل کر لی۔

---

28 اپریل 1955ء کو اوک لینڈ (کیلی فورنیا) کی رہائشی چودہ سالہ سٹیفائن برائن اسکول سے گھر واپس نہیں آئی۔ تلاش بسیار کے بعد پولیس کو صرف اس کا بستہ ملا، مزید تفتیش کے لئے کوئی اور سراغ موجود نہیں تھا۔ اب پوری ریاست میں اسے تلاش کیا جانے لگا۔ 15 جولائی کو جارجیا ایبٹ نے پولیس کو فون کر کے بتایا کہ المیڈا میں واقع اس کے گھر کے تہہ خانے سے سٹیفائن کی ذاتی اشیاء۔۔۔۔ پرس اور شناختی کارڈ اسے ملا ہے۔ جب پولیس نے باقاعدہ طور پر تہہ خانے کی تلاشی لیتے ہوئے زمین کی کھدائی کی تو انہیں لڑکی کی عینک اور بریزئر ملا۔ جارجیا ایبٹ اور اس کا ستائیس سالہ شوہر اور اکاؤنٹس کا طالب علم، برٹن دونوں یہ نہیں بتا سکے کہ سٹیفائن کی چیزیں ان کے تہہ خانے میں کیسے آئیں؟ برٹن ایبٹ نے پولیس کو بتایا کہ جب سٹیفائن غائب ہوئی وہ دوسو پچاس میل دور واقع ٹرینٹی کاؤنٹی پہاڑوں میں اپنے خاندانی

کیبن میں چھٹیاں منا رہا تھا۔ 20 جولائی کو برٹن کے کیبن سے صرف تین سو پینتیس فٹ دور ایک گڑھے سے سٹیفائن کی گلی سڑی لاش پولیس کو مل گئی۔ جلد ہی برٹن پر قتل اور عصمت دری کرنے پر مقدمہ کھڑا کر دیا گیا۔

جذبات بامقابلہ ثبوت

جب 7 نومبر 1955ء کو برٹن کا مقدمہ شروع ہوا تو سب کو یقین تھا کہ اسے پھانسی کی سزا ملے گی۔ علاقے کے لوگ اور اخبار اس کے مخالف تھے۔ لیکن جلد ہی انہیں علم ہو گیا کہ ابیٹ کے خلاف مقدمہ خالصتاً واقعاتی یا قرائنی ہے۔۔۔۔ ایک بھی براہ راست ثبوت اسے سٹیفائن برائن کے قتل سے وابستہ نہیں کرتا تھا۔

وکیل استغاثہ اور ڈسٹرکٹ اٹارنی، فرینک کوکلے کو احساس تھا کہ اس کا کیس کمزور ہے لیکن وہ موت کی سزا سننا چاہتا تھا لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ اپنے دلائل میں ثبوت کے بجائے جذبات کو زیادہ ابھارے۔ اس مقصد کے پیش نظر جب استغاثہ نے سٹیفائن کی خون میں لت پت لاش کی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی تو وکیل صفائی، شیلے ڈنی نے فوراً کھڑے ہو کر احتجاج کیا "اس کا واحد مقصد یہ ہے کہ ارکان جیوری کے جذبات بھڑکائے جائیں اور مدعا علیہ کے خلاف نفرت میں اضافہ کیا جائے۔"

جج ویڈ سنوک نے شیلے کا احتجاج درست قرار دیا مگر استغاثہ کو لاش سے اتارے گئے کپڑے دکھانے کی اجازت دے دی۔ صندوق میں بند ان کپڑوں سے اتنی شدید بدبو آئی کہ کئی حاضرین کمرہ عدالت سے باہر چلے گئے۔ ارکان جیوری نے اس قسم کے طریقوں سے متاثر ہونے سے انکار کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ ان پر کافی اثر ہوا تھا۔

دلچسپی لینے والا ملزم

ان مضحکہ خیز داؤ پیچ سے سب سے زیادہ لطف خود مدعا علیہ نے اٹھایا۔ پوری سماعت کے دوران یہی محسوس ہوا کہ برٹن بہت تفریح حاصل کر رہا ہے۔ وہ لطیف ذوق کا مالک تھا۔۔۔۔ اچھی خاصی شطرنج کھیل لیتا تھا، کراس ورڈ کے کھیل دلچسپی سے کھیلتا اور گھر میں مزے دار کھانے

پکا تا تھا۔ مقدمے کے دوران جو کچھ ہوا، برٹن نے اس پر کراہت کا اظہار نہیں کیا۔ جب وہ کٹہرے میں کھڑا ہوا تب بھی بڑی اترا ہٹ دکھائی اور جب استغاثہ نے برٹن پر الزام لگائے کہ پہلے اس نے سٹیفائن کی بے حرمتی کی پھر مزاحمت کرنے پر اسے قتل کیا تو وہ سب کے سامنے تمسخر سے ہنس پڑا۔ اس نے شروع سے الزامات کو غلط قرار دیا اور کہا "یہ میرے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔" اس کے تہہ خانے سے اخبارات کے کئی مضامین بھی ملے تھے۔ برٹن نے بتایا کہ مئی کے انتخابات میں تہہ خانے میں پولنگ اسٹیشن قائم ہوا تھا للہذا درجنوں لوگ وہاں آتے جاتے رہے اور ان میں کوئی بھی لڑکی کی اشیاء وہاں دبا سکتا تھا۔

استغاثہ نے عصمت دری کے واقعے پر سب سے زیادہ زور دیا حالانکہ لاش اتنی گل سڑ چکی تھی کہ پوسٹ مارٹم کے ذریعے معلوم نہیں ہو سکا کہ سٹیفائن کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا یا نہیں۔

اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی ہنو لگرا ایم سن نے کہا:

"مجھے یقین ہے کہ مدعا علیہ نے صرف جنسی جرم کرنے کے لئے معصوم لڑکی کو اغوا کیا۔۔۔۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ قتل سے پہلے سٹیفائن برائن کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ موت سے بھی بدتر ہے۔۔۔۔ یہ اس قسم کا جرم ہے جس میں مجرم کو موت کی سزا لازماً ملنی چاہئے۔"

استغاثہ کے دوسرے وکیل، کو کلے نے بھی عدالت کے ماحول کو گرم رکھا۔ اس نے لڑکی کا بریزار اور پٹی ہوا میں لہراتے ہوئے چیخ کر کہا "وکلائے صفائی پوچھتے ہیں کہ اس جرم کا مقصد کیا تھا؟ وجہ کیا تھی؟ یہ کیوں ہوا؟ کس لئے کیا گیا؟" اس نے ان سوالات کا خاموش جواب دیتے ہوئے لڑکی کا زیر جامہ آگے کر دیا اور برٹن کو 'نفسیاتی مریض اور جھوٹ بولنے والا عادی انسان' قرار دیا۔

مقدمے کی آخری حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ارکان جیوری نے فیصلہ کرنے میں سات دن لگا دیئے۔ آخر انہوں نے فیصلہ دیا: برٹن نے قتل کیا ہے۔ لیکن اس تاخیر نے مستقبل میں ابھرنے والے شکوک کے بیج بو دیئے جو بعد کو تناور درخت بن گئے۔ جب جج سنوک نے سزائے موت سنادی تو برٹن کو جیل بھجوا دیا گیا جہاں وہ اپنی پھانسی کا انتظار کرنے لگا۔

ایک سال تک برٹن کے وکلا اس کی رہائی کے لئے کوششیں کرتے رہے مگر 15 مارچ

1957ء کو اسے گیس چیمبر میں بھیج دیا گیا۔ چند منٹ بعد جیل کے ناظم کو حکومت کی طرف سے فون موصول ہوا کہ سزائے موت پر عمل درآمد روک دیا جائے مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ آگ کے شعلوں نے برٹن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ چند منٹ بعد برٹن اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

برٹن ایبٹ کی سزائے موت کے طریقہ کار اور مقدمے کی صورت حال نے اس بحث کو دوبارہ زندہ کر دیا کہ کیا معاشرہ کسی انسان کو مارنے کا حق رکھتا ہے خصوصاً صرف واقعاتی شہادتوں کے بل پر؟ یہ وہ بحث ہے جس کے خاتمے کا نشان ابھی تک نظر نہیں آتا۔

کلیرنس ارل گیڈون کے مقدمے: 1961ء اور 1963ء

مدعا علیہ: کلیرنس ارل گیڈون۔ الزام: چوری۔ استغاثہ: ولیم ہیرس (پہلا مقدمہ) فرینک آ دمز، پال گرفتھ وغیرہ (دوسرا مقدمہ) وکیل صفائی: کوئی نہیں (پہلا مقدمہ)۔ فریڈ ٹرنر (دوسرا مقدمہ) جج: رابرٹ میک کریرے جونیئر۔ جگہ: پانامہ سٹی (فلوریڈا) مقدمے کی تاریخیں: 4 اگست 1961ء (پہلا مقدمہ) 5 اگست 1963ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلہ: مجرم (پہلا مقدمہ) بے گناہ (دوسرا مقدمہ) سزا: پانچ سال قید (پہلا مقدمہ)۔

اہمیت

ایک غریب، ناخواندہ شخص امریکا کے پورے قانونی نظام کے سامنے کھڑا ہو گیا جس کا دعویٰ تھا کہ اسے اس کے آئینی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ اس عمل کے دوران وہ امریکا کے عدالتی نظام میں ایک تاریخی تبدیلی کا باعث بنا۔۔۔ سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ تمام ملزم وکیل کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں اور اگر کوئی غریب ہو تو عدالت اس کے وکیل کا تمام تر خرچہ برداشت کرے۔

---

3 جون 1961ء کو پانامہ سٹی (فلوریڈا) میں پولیس کے ایک گشتی سپاہی نے صبح آٹھ بجے دیکھا کہ بے ہاربر پول روم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اندر جانے پر انکشاف ہوا کہ سگریٹ (پیش کرنے والی خودکار) مشین اور جوک بکس (Juke box) چوری ہو چکے ہیں۔ عینی شاہدوں کی

گواہی سے اکیاون سالہ کلیرنس گیڈون کو گرفتار کر لیا گیا جو پول روم میں بلیرڈ کھیلنے والوں کے متفرق کام کرتا تھا۔ اس نے بڑی شدت سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کی مگر دو ماہ بعد پانامہ سٹی کورٹ میں اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس وقت کسی کو احساس نہیں تھا کہ امریکی عدلیہ میں ایک انقلاب آنے والا ہے۔

گیڈون غریب آدمی تھا لیکن اس وقت کے قانون کے مطابق اسے خود بخود عدالت سے وکیل صفائی نہیں مل سکتا تھا۔ 1942ء میں سپریم کورٹ نے ایک مقدمے (بیٹس بامقابلہ بریڈی) میں قرار دیا تھا کہ صرف سزائے موت پانے والے ہی اس حق سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ گو اس وقت کئی امریکی ریاستوں میں کنگال ملزموں کو عدالت کی طرف سے ان کا مقدمہ لڑنے کے لئے وکیل ملتے تھے مگر فلوریڈا میں ایسا نہیں تھا۔ جب 4 اگست 1961ء کو مقدمہ شروع ہوا تو جج، رابرٹ میک نے گیڈون کے مفادات کا تحفظ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ظاہر ہے وہ وکیل کا کردار ادا نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بھاری بھرکم کام گیڈون کے ناتواں کندھوں پر آ پڑا۔ گیڈون واجبی تعلیم مگر دانش کی فراوانی رکھتا تھا، اس نے نازک حالات میں بہترین کارکردگی دکھائی مگر کمرہ عدالت میں فلوریڈا کے اسسٹنٹ اٹارنی، ولیم ہیرس سے اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا جس نے ہنری کک کی شہادت کے ذریعے بہت لمبا چھکا مار دیا۔

ہنری کا دعویٰ تھا کہ اس نے صبح ساڑھے پانچ بجے گیڈون کو کلب کے کمرے میں دیکھا تھا۔ اس نے بتایا "میں نے کھڑکی سے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ اس نے پھر کلب سے باہر آ کر قریبی بوتھ سے ٹیلی فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹیکسی آئی اور اسے لے کر چلی گئی۔"

گیڈون نے ہنری پر جرح کرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ وہ اتنی صبح کلب کے باہر کیا کر رہا تھا؟ ہنری نے بتایا کہ وہ ایک ڈسکو کلب سے آ رہا تھا جہاں وہ ساری رات رہا تھا۔ اگر کوئی تجربے کار وکیل ہوتا تو وہ یقیناً اس اہم جواب سے مزید سوال نکالتا مگر گیڈون نے اس جواب پر کوئی توجہ نہیں دی لہٰذا گمراہ ہو کر بھٹک گیا۔

مدعا علیہ کی طرف سے آٹھ گواہ پیش ہوئے مگر کوئی بھی مددگار ثابت نہیں ہوا اور گیڈون کو

مجرم قرار دیا گیا۔ سارا مقدمہ صرف ایک دن چلا۔ تین ہفتے بعد جج میکر ے نے پانچ سال کے لئے گیڈون کو جیل بھجوا دیا۔

میرے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے

اس فیصلے سے گیڈون کو بہت غصہ آیا خصوصاً اس امر پر کہ اسے وکیل صفائی کی سہولت فراہم نہیں کی گئی۔ اس نے فلوریڈا سپریم کورٹ میں 'پروانہ حاضری ملزم' کی درخواست دائر کی تاکہ اس بنیاد پر رہائی کا حکم دیا جائے کہ اسے غیر قانونی طور پر جیل میں رکھا گیا ہے۔ جب یہ اپیل رد کر دی گئی تو گیڈون نے پنسل سے ایک دستاویز لکھی جس کا عنوان تھا 'مسل طلبی (certiorari) کی درخواست کی استدعا'۔ (مسل طلبی کا مطلب ہے ماتحت عدالت کے کسی فیصلے پر نظر ثانی کے لئے عدالت بالا کی مقدمے کی مسل یا متعلقہ کاغذات کی طلبی)۔ عام الفاظ میں مطلب یہ کہ گیڈون نے امریکی سپریم کورٹ سے درخواست کی، اس کا مقدمہ سنا جائے۔ یہ استدعا' گیڈون بامقابلہ ایچ۔ جی۔ کوشران جونیئر' کے نام سے کوشران جونیئر کی میز پر رکھی گئی جو فلوریڈا کے ڈویژن آف کوریکشنز (Corrections) کا ڈائریکٹر تھا۔

امریکی سپریم کورٹ کو ہر سال اس قسم کی ہزاروں درخواستیں ملتی ہیں، ان میں سے اکثر غیر اہم سمجھ کر مسترد کر دی جاتی ہیں۔ گیڈون کی درخواست سے پہلے کئی درخواستیں زیر غور تھیں اور اس کی بات سنے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس تمام تر تفاوت کے باوجود سپریم کورٹ نے گیڈون کی استدعا سننے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا مقدمہ لڑنے کے لئے ابی فورٹاس کا انتخاب کیا گیا (جو بعد میں سپریم کورٹ کے جج بنے)۔ اتفاق سے کوشران نے اپنی نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ لوئی وین رائٹ ڈویژن کے سربراہ بنے جنہوں نے قانون کی امریکی تاریخ میں سدا رہنے والی مگر بے طلب جگہ حاصل کر لی۔ اس تبدیلی سے مقدمے کا نام گیڈون بامقابلہ وین رائٹ ہو گیا۔

فورٹاس نے اپنے دلائل میں کہا کہ مقدمے کی نوعیت پابند تھی اس لئے گیڈون کو ناواجب طور پر سزا دی گئی۔ انہوں نے عدالت کے سامنے ایک زبردست تمثیل پیش کرتے ہوئے کہا "پچھلی رات جب میں اس مقدمے پر غور و فکر کر رہا تھا تو مجھے یاد آیا ایک بار کلیرنس

ڈارو پر الزام لگا کہ انہوں نے جیوری کو رشوت پیش کی ہے۔ انہیں سب سے پہلا خیال یہ ہے کہ انہیں وکیل کی ضرورت ہے۔۔۔۔ حالانکہ وہ امریکا کے سب سے بڑے وکیل تھے۔''

فورٹاس کے دلائل کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ قانون تبدیل کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔

ظاہر ہے، وین رائٹ کے وکلا نے فورٹاس کی بات سے اتفاق نہیں کیا مگر زمانے کا چلن بدل چکا تھا۔ 1963ء کو سپریم کورٹ کے ججوں نے متفقہ طور پر بیٹس بامقابلہ بریڈی کا فیصلہ معطل کر کے یہ حکم دیا کہ اب ہر ملزم وکیل صفائی کی خدمات حاصل کر سکے گا۔ جسٹس ہیوگو نے اس سلسلے میں لکھا:

''عقل اور جذبات دونوں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہمارا قانونی نظام اس قسم کا ہے کہ جب تک غریب کو وکیل صفائی کی خدمات نہیں ملیں گی، اس کا مقدمہ بہتر اور انصاف پسند طریقے سے نہیں لڑا جا سکے گا۔''

5 اگست 1963ء کو کلیرنس گیڈون دوبارہ پانامہ سٹی میں جج رابرٹ میکر ے کی عدالت میں پیش ہوا اور اس بار تجربے کار وکیل، فریڈ ٹرنر اس کا دفاع کرنے کے لیے تیار تھا۔ گیڈون کے مقدمے کو امریکا میں زبردست شہرت ملی لہٰذا استغاثہ میں بڑے بڑے وکلا شامل تھے تاکہ وہ پہلے فیصلے کو رد نہ ہونے دیں۔ ہنری کک ایک بار پھر مرکزی گواہ تھا مگر ٹرنر کی تیز و تند جرح کے سامنے وہ ٹھہر نہ سکا۔ اس کا یہ اقرار خصوصاً تباہ کن ثابت ہوا کہ اس نے پچھلے مقدمے میں اپنے مجرمانہ ریکارڈ کو چھپایا تھا۔ ہنری کی خراب گواہی کی وجہ سے ارکان جیوری نے گیڈون کو رہا کر دیا۔

وہ 1972ء میں اکسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوا لیکن گیڈون ایک دلیر اور عاقل شخص کی حیثیت سے امریکی قانونی تاریخ میں زندہ رہے گا۔ اب کسی بھی شخص کو عدالت میں تنہا استغاثہ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، گیڈون بامقابلہ وین رائٹ سے سب کو تحفظ ملا۔۔۔۔ سب سے بڑھ کر انصاف کو تقویت ملی۔

ارنیسٹو میرنڈا کے مقدمے: 1963ء اور 1967ء

مدعا علیہ: ارنیسٹو میرنڈا۔ الزام: اغوا اور زنا۔ استغاثہ: لارنس ٹروف (پہلا مقدمہ) رابرٹ کوربن (دوسرا مقدمہ)۔ وکلائے صفائی: الوین مور (پہلا مقدمہ) جان فلائکن (دوسرا مقدمہ)۔ جج: یئل میک فیٹی (پہلا مقدمہ) لارنس ورن (دوسرا مقدمہ) جگہ: فونکس (اریزونا) مقدمے کی تاریخیں: 20 تا 27 جون 1963ء (پہلا مقدمہ) 15 فروری تا 1 مارچ 1967ء (دوسرا مقدمہ) فیصلہ: دونوں مقدموں میں مجرم۔ سزا: بیس تا تیس سال قید (دونوں مقدموں میں)

اہمیت

ارنیسٹو میرنڈا کے مقدمے نے امریکا کے فلسفہ قانون کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ملزم کے خلاف بنیادی ثبوت پولیس کے سامنے اس کا اعتراف جرم تھا لیکن وہ کیسے حاصل کیا گیا، اس بات نے امریکی قوم کو غور و فکر پر مجبور کر دیا اور سپریم کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ سنایا۔

---

3 مارچ 1963ء کو صبح چار بجے فونیکس (اریزونا) کے ایک سینما میں کام کرنے والی اٹھارہ سالہ لڑکی گھر جانے کے لئے نکلی۔ راہ میں ایک سنسان مقام پر ایک کار اس کے قریب آ کر رکی، ڈرائیور نے تیزی سے اسے کار کے پیچھے ڈالا اور جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں اس نے لڑکی سے زیادتی کی پھر اسے اس کے گھر کے نزدیک پھینک گیا۔ بعد کو لڑکی نے پولیس کو جو

کہانی سنائی وہ غیر واضح اور متناقض تھی بہر حال اس سے حملہ آور کا یہ حلیہ سامنے آیا کہ وہ بیس سالہ میکسیکن نوجوان تھا، اس نے عینک پہنی ہوئی تھی اور وہ فورڈ یا شورلیٹ کی کار چلا رہا تھا۔

ایک ہفتے بعد اتفاق سے لڑکی نے وہ کار دیکھی جو اس کے خیال میں حملہ آور کی تھی۔ اس کی لائسنس پلیٹ پر DFL-312 درج تھا اور وہ 1953ء کے ماڈل کی پیکارڈ تھی۔ متعلقہ محکمے کے ریکارڈ نے بتایا کہ یہ پلیٹ دراصل اولڈز موبائل کار کے لئے رجسٹر تھی مگر DFL-317 کی پلیٹ پیکارڈ کار کی تھی جس کی مالک ٹویلا ہوفمین تھی اور اس کا تیئس سالہ بوائے فرینڈ، ارنیسٹو میرنڈا حملہ آور کے حلیے پر بالکل موزوں بیٹھتا تھا۔

میرنڈا مجرمانہ ذہن اور جذباتی طور پر ناپائیدار شخصیت کا مالک تھا بلکہ ایک لڑکی پر مجرمانہ حملہ کرنے کے جرم میں ایک سال قید کاٹ چکا تھا۔ پولیس اسٹیشن میں اسے ایک جیسی جسامت اور قد کے تین دیگر میکسیکن نوجوانوں کے ساتھ کھڑا کیا گیا، گو عینکیں غائب تھیں۔ لڑکی نے میرنڈا کو پورے یقین سے شناخت نہیں کیا مگر کہا کہ وہ ہی حملہ آور سے ملتا جلتا ہے۔ اب پولیس کے سراغ رساں، کیرول کولی اور ولفریڈ ینگ میرنڈا کو تفتیشی کمرے میں لے گئے۔ اسے غلط طور پر بتایا گیا کہ لڑکی نے اسے حملہ آور کی حیثیت سے شناخت کر لیا ہے اور کیا وہ بیان دینا چاہتا ہے؟ اس نے دو گھنٹے بعد اقرار جرم کر کے اپنے بیان لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے۔ پولیس نے اس پر معمولی سا تشدد بھی نہیں کیا اور اس کے اقرار جرم میں یہ بات لکھی ہوئی تھی کہ وہ اپنے حقوق سے واقف ہے۔ جب سراغ رساں کمرے سے نکلے تو اپنے 'کارنامے' سے بہت خوش تھے لیکن انہیں علم نہ تھا کہ جب مقدمے چلے گا تو یہی بیان غیر متوقع اثرات مرتب کرے گا۔

ثبوت پر داغ لگا ہے

عدالت نے الوین مور کو میرنڈا کا وکیل صفائی مقرر کیا جس نے مقدمے پر کافی سوچ بچار کی۔ میرنڈا نے کیونکہ اقبال جرم کر لیا تھا لہٰذا توقع یہی تھی کہ ریاست با آسانی جیت جائے گی۔ لیکن اس اقبال جرم میں ایسی کوئی بات تھی جسے دیکھ کر مور کو یقین ہو گیا کہ اقبال جرم غلط طریقے سے کروایا گیا ہے لہٰذا اس نے اسی نکتے پر زور دینے کا فیصلہ کیا۔

استغاثہ نے صرف چار گواہ پیش کئے: لڑکی، اس کی بہن اور سراغ رساں کولی اور ینگ۔

ان کی گواہی کے بعد ڈینی کاؤنٹی کے اٹارنی، لارنس ٹروف نے جیوری کو بتایا کہ شکار (لڑکی) نے اپنی مرضی سے اس (مرینڈا) کے ساتھ جنسی عمل نہیں کیا بلکہ اسے زبردستی ہوس کا نشانہ بنایا گیا۔

مور نے اپنے دلائل دیتے ہوئے لڑکی کی کہانی کی متناقض باتوں کو نمایاں کیا۔ لڑکی کا دعویٰ تھا کہ حملے سے پہلے وہ کنواری تھی لیکن طبی معائنے نے اس حقیقت کو جھٹلا دیا۔ اس کے علاوہ اسے اندھیرے میں پیش آنے والے واقعے کی تفصیل صحیح طرح یاد نہیں تھی۔ مزید برآں حملے کے بعد اس کے جسم پر کسی زخم یا خراش تک کے نشان نہیں ملے، اسی لئے مور نے جیوری کو با آواز بلند مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ کے سامنے ایک افسوس ناک مقدمہ ہے مگر حقائق کو دیکھئے، ایک نوجوان اس لڑکی کی عصمت دری کرنے پر جیل بھجوایا جا رہا ہے جسے مزاحمت کرنی چاہئے تھی، بار بار مزاحمت حتیٰ کہ اس کی مزاحمت پر مدعا علیہ کی طاقت اور تشدد غالب آ جاتا ہے۔"

لیکن جب مور نے کیرول کولی پر جرح کی تب اصل مقدمے کا آغاز ہوا:

سوال: آفسر کولی! جب آپ نے مدعا علیہ سے بیان لیا تو اسے کیا کہا تھا؟

جواب: میں نے مدعا علیہ سے کہا کہ اس نے جو کہانی مجھے سنائی ہے، وہ لکھ دو اور اس نے کہا کہ وہ لکھ دیتا ہے۔

سوال: کیا آپ نے اسے اس کے حقوق یاد دلائے؟

جواب: جی ہاں، بیان کے اوپر ٹائپ شدہ پیراگراف تھا جو میں نے اسے پڑھ کر سنایا۔

سوال: لیکن اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ ملزم اقبال جرم کرنے سے پہلے اپنے وکیل سے مشورہ لے سکتا ہے۔

جواب: جی ہاں، نہیں لکھا۔

سوال: جب آپ لوگوں کو گرفتار کرتے ہیں تو کیا ان سے یہ کہتے ہیں کہ وہ بیان دینے سے پہلے کسی وکیل کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں۔

اس اقرار کی وجہ سے مور نے بیان کو ثبوت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا مگر جج، ٹیل میک

نے اس کا استدلال رد کر دیا کیونکہ اس وقت کے قانون کے مطابق مدعا علیہ کے خلاف بڑا زبردست کیس موجود تھا۔ لہٰذا 27 جون 1963ء کو میرنڈا کو مجرم قرار دے کر تیس برس کے لئے جیل بھجوا دیا گیا۔

لیکن اقبال جرم کے متعلق الوین مور کے دلائل نے پورے امریکا میں قانونی آگ بھڑکا دی۔ میرنڈا نے آخر کار امریکی سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ 13 جون 1966ء میں چیف جسٹس ارل وارین نے چار کے مقابلے میں پانچ ججوں کی اکثریت سے پہلی بار واضح طور پر یہ رہنما خطوط مقرر کئے کہ تفتیش کرے میں کیا کچھ ہوسکتا ہے اور کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔

ان میں سے ایک اصول یہ وضع کیا گیا "سوالات کرنے سے پہلے ملزم کو خبردار کرنا چاہئے کہ اسے خاموش رہنے کا حق حاصل ہے، وہ جو کچھ کہے گا اسے اس کے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور پوچھ گچھ کے موقع پر اس کا وکیل اگر چاہے تو موجود رہ سکتا ہے۔"

اب مقدمے کا فیصلہ کیا ہوگا

جب سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ میرنڈا کا مقدمہ دوبارہ چلایا جائے تو اریزونا کی حکومت یہ سوچ کر افسردہ ہوگئی کہ اسے اپنے سب سے مشہور قیدی کو رہا کرنا پڑے گا۔ اس کے بیان کے بغیر نئے مقدمے کو جیتنا تقریباً ناممکن تھا۔ لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ میرنڈا نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مارلی۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ نئے مقدمے کے ذریعے میں رہا ہو جاؤں گا تو وہ اپنی بیٹی حاصل کرنے کے لئے اپنی غیر رسمی (Common law) بیوی ٹویلا ہوفمین سے قانونی جنگ لڑنے لگا۔ ٹویلا نے طیش میں آکر پولیس سے رابطہ کیا اور بتایا "جب میرنڈا گرفتار ہوا تو ایک دن مجھ سے گفتگو کے دوران اس نے قبول کیا کہ اسی نے عصمت دری کی ہے۔"

اریزونا کی حکومت کو ایسا ہی تازہ ثبوت چاہئے تھا۔

15 فروری 1967ء کو میرنڈا کے نئے مقدمے کا آغاز ہوا۔ مقدمے میں ساری بحث اسی نکتے پر ہوئی کہ کیا غیر رسمی بیوی اپنے شوہر کے خلاف گواہی دے سکتی ہے؟ ریاستی اٹارنی جنرل، رابرٹ کوربن کا کہنا تھا کہ ہاں، دے سکتی ہے لیکن مدعا علیہ کے وکیل اور سپریم کورٹ میں اس کا

مقدمہ پیش کرنے والے وکیل جان فلائنن نے گواہی تسلیم نہیں کی۔ آخر بڑے قانونی مباحثے کے بعد جج لارنس ورن نے فیصلہ دیا کہ اس قسم کی گواہی تسلیم کی جاسکتی ہے لہٰذا لوٹیلا نے جیوری کے سامنے اپنی کہانی سنائی اور میرنڈا کو دوبارہ تیس سال کے لئے جیل بھجوا دیا گیا۔

31 جنوری 1976ء کو فونیکس کے ایک شراب خانے میں لڑائی کے دوران کسی نے میرنڈا کو چاقو مار کر ہلاک کر دیا، وہ چار سال سے پیرول پر رہا تھا۔ قاتل بھاگ گیا مگر اس کا ساتھی پکڑا گیا۔ اسے تھانے میں لے جانے سے قبل پولیس نے اسے اس کے حقوق بتلائے یعنی امریکی پولیس کی اصطلاح میں اسے 'میرنڈا ائزڈ' (Mirandized) کیا گیا۔

نیویارک ٹائمز بامقابلہ سولیوان: 1964ء

ملتجی: دی نیویارک ٹائمز کمپنی۔ مرافعہ الیہ: ایل۔ بی۔ سلیوان۔ ملتجی کی اپیل: الباما سپریم کورٹ کا فیصلہ امریکی سپریم کورٹ غلط قرار دے۔ ملتجی کے وکلاء: ہربرٹ براؤنل، تھامس ڈیلے وغیرہ۔ وکلائے صفائی: سام رائس بیکر، رونالڈ نعمان وغیرہ۔ جج: ہیوگو بلیک، ولیم برینن اور دیگر سات جج۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ فیصلے کی تاریخ: 9 مارچ 1964ء۔ فیصلہ: الباما کی عدالتوں کے فیصلے غلط قرار دیئے گئے۔

اہمیت

امریکا کے سپریم کورٹ نے پہلی بار انفرادی ریاست کے قوانین کے مطابق توہین کی سزا دینے کے سلسلے میں ریاستوں کی اہلیت محدود کردی اور "ایکچوئل ملیسی" کو عوامی شخصیات کے توہین والے مقدموں میں قومی معیار قرار دیا۔

---

23 مارچ 1960ء کو حبشیوں کی ایک تنظیم نے نیویارک ٹائمز اخبار میں ایک صفحے کا اشتہار چھپوایا جس میں عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ مارٹن لوتھر کنگ کا مقدمہ لڑنے کے لئے چندہ دیں اور جنوبی ریاستوں میں شہری قوانین کے احیا کے لئے تنظیم کی حمایت کریں۔ 29 مارچ 1960ء کو اخبار میں اشتہار شائع ہوا جس کی جلی سرخی تھی "ابھرتی آوازوں کو غور سے سنو۔"

اشتہار میں جنوبی ریاستوں کے کئی قوانین پر تنقید کی گئی اور شہری قوانین کی حمایت کرنے والے جلوسوں کو منتشر کرنے پر انہیں لتاڑا گیا۔ اس اشتہار میں کسی ریاست یا شہر یا فرد کا نام نہیں

شائع کیا گیا۔اشتہار میں یہ بات بھی موجود تھی کہ آئین کی خلاف ورزی کرنے والے جنوبی ریاستوں کے مکین کنگ اور ان کی تحریک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔لیکن یہاں بھی ساری جنوبی ریاستوں کا ذکر تھا کسی شہر یا کسی نام کا ذکر نہیں تھا۔

29 مارچ 1960ء کو ٹائمنز کے چھ لاکھ شماروں میں یہ اشتہار شائع ہوا۔ چند سو الباما کے خریداروں کے پاس گئے۔الباما کے شہر منٹگمری کے کمشنر، ایل۔بی۔سولیوان کو مقامی اخبار کے ذریعے اس اشتہار کا پتہ چلا۔اس نے 19 اپریل 1960ء کو سرکٹ کورٹ آف منٹگمری کاؤنٹی میں ٹائمنز اخبار کے خلاف ہتک کا مقدمہ دائر کر دیا۔سولیوان نے دعویٰ کیا کہ اشتہار میں منٹگمری کا ذکر ہے جب کہ ''آئین کی خلاف ورزی کرنے والے جنوبی مکین'' کہہ کر اس کی توہین کی گئی ہے۔اس نے اخبار سے ہرجانے کے طور پر پانچ لاکھ ڈالر طلب کئے۔

3 نومبر 1960ء کو ڈسٹرکٹ کورٹ نے ٹائمنز کو مجرم قرار دیا اور حکم دیا کہ وہ سولیوان کو پانچ لاکھ ڈالر ادا کرے۔30 اگست 1962ء کو الباما سپریم کورٹ نے اس فیصلے کی توثیق کر دی۔

الباما سپریم کورٹ نے ہتک کے سلسلے میں تشریح بہت پھیلا دی:

''اگر کسی شخص کو چاہے وہ کسی بھی کاروبار، پیشے سے تعلق رکھتا ہو، چھپے ہوئے الفاظ سے بے عزتی محسوس ہو تو وہ ہتک کا دعویٰ کر سکتا ہے۔۔۔۔ ہمارا خیال ہے کہ اس (سولیوان) نے جو شکایت کی ہے وہ بجا ہے اور وہ ہتک کا مقدمہ کرنے پر حق بجانب ہے۔

امریکی سپریم کورٹ اخبار کو تحفظ دیتا ہے

ٹائمنز کے وکلا اب معاملہ وفاقی سپریم کورٹ میں لے گئے۔6 جنوری 1964ء کو مقدمہ واشنگٹن میں نو ججوں کے سامنے پیش ہوا۔9 مارچ 1964ء کو سپریم کورٹ نے متفقہ طور پر الباما کی عدالتوں کے فیصلے معطل کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ الباما کے قانونِ ہتک نے ٹائمنز کی ان حقوق کی خلاف ورزی کی ہے جو آئین نے اسے دے رکھے ہیں۔

سپریم کورٹ نے دراصل اس حقیقت کو نمایاں کیا جو الباما کے مقامی اخبارات عرصہ دراز سے کہہ رہے تھے یعنی یہ کہ الباما کا قانونِ ہتک شہری حقوق کے مخالف افسروں کے ہاتھ میں ایک طاقت ور ہتھیار ہے۔جب بھی کوئی مقامی اخبار سیاہ فام باشندوں کے خلاف افسروں کے

مظالم کی خبریں شائع کرتا تھا، اس قانون کے ذریعے قانونی طور پر انہیں دبانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

سپریم کورٹ کے فیصلے نے الباما کے قانون ہتک کو ختم کر دیا، یوں اب وہ آزادی صحافت کے خلاف استعمال نہیں ہو سکتا تھا۔

سولیوان مقدمے کے ذریعے امریکا میں نہ صرف آزادی صحافت بلکہ شخصی آزادی میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا۔ تاہم اس کے ذریعے اخبارات کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ جس خبر کو درست سمجھیں، اسے شائع کر دیں۔ اس کے باوجود امریکا میں آج اخبارات اور رسائل کو زبردست آزادی حاصل ہے۔

لینی بروس کا مقدمہ: 1964ء

مدعا علیہ: لینی بروس، ایلا سولومن اور ہورڈ سولومن۔ الزام: فحاشی پھیلانا۔ استغاثہ: رچرڈ کوہ۔ وکلائے صفائی: مارٹن گاربس اور ایفرائم لندن۔ جج: جے رینڈل کریل، جان مرٹاگ اور کینتھ فپس۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 16 جون تا 12 دسمبر 1964ء۔ فیصلہ: لینی بروس اور ہورڈ سولومن (مجرم) اور ایلا سولومن (بے گناہ) سزا: لینی بروس (چار ماہ قید)، ہورڈ سولومن (60 دن قید اور ایک ہزار ڈالر جرمانہ

اہمیت

امریکا میں بولنے کی آزادی ایک آئینی حق ہے لیکن اس کی آخری حد کہاں تک ہے؟ کئی ماہرین کے نزدیک بروس اس حق کی معقول حد پار کر گیا۔ اسی یقین نے بروس کو جیل خانے پہنچا دیا جس کا مقدمہ امریکی تاریخ میں فحاشی کا سب سے متنازعہ مقدمہ سمجھا جاتا ہے۔

یکم اپریل 1964ء کو سادہ لباس میں ملبوس نیویارک پولیس کے دو افسروں نے عام لوگوں کے ساتھ کیفے او گوگو میں مقامی مزاحیہ اداکار، لینی بروس کا شو دیکھا۔ لینی نے اپنے مخصوص مزاحیہ، طنزیہ انداز میں اپنے فن پیش کیے۔ اس نے جو کچھ کہا پولیس افسروں نے خفیہ طور پر ٹیپ میں ریکارڈ کر لیا۔ دو راتوں بعد یعنی تین اپریل کو اسٹیج پر جانے سے قبل فحش گفتگو کرنے کے الزام میں لینی بروس گرفتار کر لیا گیا۔ کیفے کے مالک، ہورڈ سولومن کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔

بروس کے لئے یہ پہلا تنازع نہیں تھا، وہ پہلے بھی اسٹیج پر فحش باتیں کرنے پر کئی مرتبہ پکڑے جا چکے تھے اور دو بار سزا بھی مل چکی تھی لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ اسے سب کے سامنے گرفتار کیا گیا۔ تاہم ضمانت پر رہا ہونے کے بعد وہ کیفے اوگوگو میں اپنی 'فن کاری' کا مظاہرہ کرتا رہا۔ چار راتوں بعد اسے اور سولومن کو دوبارہ گرفتار کیا گیا اور اس بار سولومن کی بیوی، ایلا کو بھی پکڑا گیا۔۔۔۔تینوں کو فحاشی پھیلانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔

ان کا مقدمہ شروع ہونے سے پہلے آرٹ سے تعلق رکھنے والی ایک سو سے زیادہ شخصیات نے اپنے دستخطوں والا ایک بیان ذرائع ابلاغ کو دیا۔ انہوں نے اپیل کی کہ گرفتار ہونے والے بروس کی حمایت کی جائے، خاص طور پر آزادی تقریر کے قانون کو ذلیل ہونے سے بچایا جائے۔

پولیس کے انسپکٹر ہربرٹ رونی نے سب سے پہلے بروس کے خلاف گواہی دی۔ وہ بھی بروس کی 'کارکردگی' دیکھ اور سن چکا تھا، اپنی نوٹ بک میں اس نے فحش جملے لکھ لئے تھے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ بروس نے مائیکروفون پر فحش انداز میں ہاتھ پھیرا تھا۔ ہربرٹ کے بعد ان پولیس افسروں نے وہ ٹیپ عدالت میں سنائی جس میں بروس کی باتیں انہوں نے ریکارڈ کی تھیں تاہم باتیں صحیح طرح ریکارڈ نہیں ہوئیں اور مشکل سے سمجھ میں آئیں۔

مقدمے کا آغاز

جب 30 جون کو مقدمہ شروع ہوا تو بروس کے وکیل صفائی، ایفرم لندن نے عدالت سے درخواست کی کہ مقدمہ خارج کر دیا جائے کیونکہ مدعا علیہ کے خلاف مناسب ثبوت موجود نہیں۔ ایفرم نامی گرامی وکیل تھا اور 'لیڈی چیٹر لوورز' اور 'ٹراپک آف کینسر' (فحش ناولوں) کے مقدمے جیت چکا تھا۔ اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی، رچرڈ ہونے اس کی سخت مخالفت کی، اس نے بروس کی باتوں کو 'فضلہ' قرار دے کر عدالت سے اپیل کی کہ مقدمہ جاری رکھا جائے، عدالت کے تینوں ججوں نے اتفاق کیا۔

وکلائے صفائی نے نیویارک کے کئی فن کاروں کو پیش کیا جنہوں نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ بروس معاشرتی مسائل پیش کرنے والا ہونہار فن کار ہے۔ استغاثہ نے بھی جواب میں

آرٹ اور مذہب سے تعلق رکھنے والی مشہور شخصیات کو بلایا۔ مثلاً 'ہارپر' میگزین کے مدیر جان فشر اور پادری ڈینئل پوسٹر نے بروس کی اداکاری فحش قرار دی۔

4 نومبر کو عدالت نے فیصلہ سنایا جس سے صرف جج کربل نے اختلاف کیا۔ فیصلے کے مطابق لینی بروس اور ہورڈ سولومن مجرم قرار پائے تاہم ایلا کو رہا کر دیا گیا۔ بروس کو چار ماہ کی قید سخت کی سزا ملی جب کہ سولومن پر جرمانہ کیا گیا۔

اس فیصلے نے بروس کے سکون میں خلل ڈال دیا، وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر فیصلے کے خلاف اپیلیں تیار کروانے لگا۔ قانونی کارروائی جاری تھی کہ 3 اگست 1966ء کو وہ ہالی وڈ کے اپنے گھر میں مردہ پایا گیا۔ پوسٹ مارٹم سے پتہ چلا کہ اس کی موت مارفین زیادہ استعمال کرنے سے ہوئی لہٰذا موت کو حادثاتی قرار دے دیا گیا۔

لینی بروس کے مقدمے نے امریکا میں بہت شہرت حاصل کی۔ آرٹ سے وابستہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ بے گناہ ہے لیکن مذہبی رہنماء اور اخلاقیات پر زور دینے والے اسے فحاشی کا علم بردار سمجھتے تھے۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ بروس کا کیریئر اور زندگی دونوں تباہ ہو گئے۔۔۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ آزادی کی اپنی حد ہے، اگر وہ پار ہو جائے تو بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔

البرٹ ہنری ڈیسالوو کا مقدمہ: 1967ء

مدعا علیہ: البرٹ ہنری ڈی سالوو۔ الزام: مسلح ڈاکہ اور جنسی حملے۔
استغاثہ: ڈونالڈ کونن اور دیگر۔ وکلائے صفائی: ایف بی بیلے اور دیگر۔ جج
: کارنیلیس مونئی ہان۔ جگہ: کیمرج (میساچوسٹس) مقدمے کی تاریخ:
11 تا 18 جنوری 1967ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: عمر قید۔

اہمیت

جب البرٹ ہنری عدالت کے کمرے میں آیا تو وہاں سب کو یقین تھا کہ وہ 'بوسٹن' دم گھوٹ ہے کیونکہ اس نے اعتراف جرم کر لیا تھا۔ اس کے وکلا کو علم تھا کہ قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے اسے دم گھوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے انہوں نے دعویٰ کیا کہ البرٹ کا دماغ درست نہیں۔

جنوری 1964ء میں بوسٹن (میساچوسٹس) کا شہر خوف اور دہشت کی لپیٹ میں آ گیا جب انیس سے پچاسی سال تک کی تیرہ عورتیں ایک ایسے قاتل کے ہاتھوں ماری گئیں جسے 'بوسٹن دم گھوٹ' (Boston Strangler) کا نام دیا گیا۔ تمام عورتوں کو ان کے گھروں میں ایسے شخص نے مارا جو اجنبی گھروں کی مالکوں کو بہلا پھسلا کر اپنے جال میں پھانس لیتا پھر با آسانی اندر داخل ہو جاتا۔ قتال کا سلسلہ اچانک شروع ہوا تھا، اور اسی طرح دفعتاً رک گیا۔

گلا گھونٹ کر مار دینے والے قاتل کا خوف دور ہو رہا تھا کہ 27 اکتوبر 1964ء کو کیمبرج کے علاقے سے ایک نوجوان عورت نے پولیس کو فون کر کے بتایا "ایک اجنبی چاقو لہراتا میرے

گھر میں داخل ہوا اور مجھے باندھ کر میری عصمت دری کر ڈالی۔'' اجنبی نے پھر اس کی رسیاں ڈھیلی کیں اور کہا'' مجھے معاف کر دینا'' پھر چلا گیا۔

عورت نے اجنبی کا جو حلیہ بتایا اس کے ذریعے سراغ رساں جلد بتیس سالہ نوجوان، البرٹ ڈی سالوو تک پہنچ گئے جو پیمائشی مرد کہلاتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ ماڈلنگ ایجنسی کا جعلی نمائندہ بن کر عورتوں کے پاس جاتا، انہیں بہلا پھسلا کر درزی کی ٹیپ کے ذریعے ان کے جسم کی پیمائش کرتا اور اس عمل کے دوران ان کے ساتھ قابل اعتراض حرکتیں کرتا۔

ڈی سالوو کی گرفتاری کے بعد انکشاف ہوا کہ وہ 'سبز آدمی' بھی ہے یعنی سبز موزے پہننے والا مجرم جو کئی عورتوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا چکا تھا۔ جب نفسیات دانوں نے البرٹ کا معائنہ کیا تو اسے خودکشی کی طرف مائل شخصیت اور شیزوفرینیا کا مریض قرار دیا۔ 4 فروری 1965ء کو اسے پاگلوں کے اسپتال برج واٹر اسٹیٹ اسپتال بھجوا دیا گیا۔

اسی اسپتال میں البرٹ نے پہلی بار اشارے دیئے کہ وہی 'بوسٹن دم گھوٹ' بھی ہے۔ اسپتال کے ایک ملازم نے ایک وکیل لی بیلے سے رابطہ کیا، جب اس نے البرٹ سے ملاقات کی تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ اب البرٹ کو بتایا گیا کہ اگر وہ سب کچھ بتا دے تو اس پر مقدمہ نہیں چلے گا۔ البرٹ نے تفصیل سے بتایا کہ اس نے عورتوں کو کیسے قتل کیا، کئی مناظر ایسے تھے جنہیں صرف قاتل ہی بتا سکتا تھا۔ اس کے سارے بیان ٹیپ میں ریکارڈ کر لئے گئے۔

لیکن ملزم کے اقبال جرم سے ایک انوکھا قانونی مسئلہ وابستہ تھا۔ وہ غیر تصدیقی تھے اور یہ ثابت ہو چکا تھا کہ البرٹ ذہنی طور پر مریض ہے، اسی لئے ریاست اس پر مقدمہ چلانا نہیں چاہتی تھی۔ آخر طے یہ ہوا کہ البرٹ پر 'سبز آدمی' کی حیثیت سے مقدمہ چلایا جائے اور سزا میں اسے عمر قید ملے۔ لی بیلے چاہتا تھا کہ عمر قید کے دوران اس کا علاج کیا جائے لہٰذا اس نے عدالت میں البرٹ کو پاگل قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ملزم پاگل ہے یا ہوش مند انسان؟

البرٹ ڈی سالوو نے لی بیلے کو ہی اپنا وکیل مقرر کیا۔ 10 جنوری 1967ء کو مقدمہ چلنے سے پہلے ابتدائی سماعت ہوئی جس میں وکیل استغاثہ، ڈونالڈ کون نے البرٹ سے پوچھا کہ اس

نے لی بیلے کو اپنا وکیل کیوں بنایا ہے؟

البرٹ نے جواب دیا "تاکہ وہ میرا دفاع کر سکے اور سچ سامنے آ سکے۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا کیونکہ پھر سچائی کا علم نہیں ہو سکے گا۔۔۔۔ میں خود چاہتا ہوں کہ سب کو پتہ چلے کیا کچھ ہوا ہے۔۔۔۔ میرے اندر جو کچھ ہے، اسے باہر آنا چاہئے جسے میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔"

اس نے مزید کہا کہ اسے آزادی کی خواہش نہیں اور وہ اپنے علاج کے لئے ہر جگہ جانے کے لئے تیار ہے۔

مقدمے کے آغاز میں چار عورتوں نے گواہی دی جن پر البرٹ نے ان کے گھروں میں جنسی حملہ کیا تھا۔ دو نے بتایا کہ جب وہ جاگیں تو البرٹ ان کے سر پر کھڑا تھا۔ (وہ ایک تجربے کار چور بھی تھا) ۔ ایک نے بتایا کہ ملزم نے اپنے آپ کو سراغ رساں قرار دیا پھر موقع پا کر اسے باندھ دیا اور اس کی عصمت دری کی۔ عورت نے بتایا کہ جاتے ہوئے اس نے کہا "مجھے معاف کر دو اور اس واقعے کی خبر اپنی ماں کو نہ دینا۔"

مقدمے میں ایک نفسیات داں، ڈاکٹر جیمز برسل نے بتایا کہ البرٹ کی پرورش نہایت خراب ماحول میں ہوئی۔ اس کا باپ اپنے بچوں کو بے دردی سے پیٹتا اور عموماً ان کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ زبردستی جنسی فعل کرتا۔ اس تجربے سے البرٹ جنس کا اسیر ہو گیا۔ جب اس کی بیوی اس کی جنسی اشتہا سرد نہ کر سکی تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ عورتوں کا پیچھا کرتے کرتے وہ ان کی عصمت دری کرنے لگا اور پھر قتل تک بات پہنچ گئی۔

وکیل استغاثہ، ڈونالڈ کون نے ڈاکٹر برسلز کا یہ تجزیہ درست تسلیم نہیں کیا کہ البرٹ ایسا انسان ہے جو 'ناقابل برداشت جنسی تحریک' کا اسیر ہے۔ ڈونالڈ نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ ڈاکٹر برسلز نے سوچ بچار کے بعد جواب دیا "وہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی تخلیق کردہ دنیا میں خدا ہے۔"

لیکن ڈونالڈ کو یقین نہیں آیا کہ البرٹ ذہنی مریض ہے۔ اب اس نے برج اسپتال میں البرٹ کے ایک مریض ساتھی، سٹینلے شٹرلینڈ کو پیش کیا جس نے بتایا کہ البرٹ نے باتوں باتوں میں اسے کہا کہ وہ ایک 'فریبی حکمت عملی' پر عمل کر رہا ہے۔۔۔۔ وہ اقبال جرم کر کے ڈھیر ساری

رقم کمائے گا پھر ایک اچھے وکیل کی خدمات حاصل کرے گا جو اسپتال میں اس کے دماغ کا آپریشن کروائے گا پھر اسے ہوش مند قرار دے کر آزاد کر دیا جائے گا۔

ڈونالڈ نے شٹر لینڈ پر سخت جرح کی کیونکہ وہ اس کی زبان سے یہ کہلوانا چاہتا تھا کہ البرٹ مکار انسان ہے جو پوری طرح سمجھتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے شٹر لینڈ سے پوچھا:

''(اس نے تمہیں کیا بتایا کہ) وہ قتل کرنے کے بعد کیا کرتا تھا؟''

''وہ ہر چیز صاف کرتا تھا تا کہ اس کے فنگر پرنٹس مٹ جائیں۔''

جب برج واٹر اسپتال کا سربراہ، ڈاکٹر ایمس، روبی گواہی دینے آیا تو بیلے نے البرٹ کے کئی متناقض تجزیوں کے سلسلے میں اس پر جرح کی۔ ڈاکٹر ایمس نے پہلے البرٹ کو باشعور انسان قرار دیا تھا پھر اپنی رائے تبدیل کر لی اور پھر اپنی پہلی رائے کی طرف پلٹ گیا۔

بیلے نے اس سے پوچھا ''آپ نے اپنا تجزیہ کیوں تبدیل کیا؟''

''میرا خیال ہے کہ میں غلط سمت چلا گیا تھا۔''

''یعنی آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ البرٹ نے آپ کو دھوکہ دیا۔''

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''جی ہاں۔''

ڈاکٹر ایمس نے تسلیم کیا کہ اس نے شٹر لینڈ کی گواہی سن کر اپنی رائے تبدیل کی ہے۔ اس پر بیلے کافی حیران ہوا۔ بیلے نے پھر اسپتال کے ریکارڈ پیش کیے جن میں ڈاکٹر ایمس نے شٹر لینڈ کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ وہ ایسا مریض ہے جو ہر موضوع پر بہت جھوٹ بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اب بیلے نے طنزیہ انداز میں ڈاکٹر سے پوچھا ''آپ کو کب محسوس ہوا کہ شٹر لینڈ سچ بول رہا ہے۔''

ڈاکٹر ایمس نے برافروختہ ہو کر کہا ''جب سے شٹر لینڈ کو اسپتال سے خارج کیا گیا ہے اس کی ذہنی صحت پہلے سے کافی بہتر ہے اور اس کی گواہی نے میرے اس تجزیے کو درست قرار دیا ہے کہ البرٹ ایک مکار انسان ہے جو توجہ کا طالب اور ایک ایسا مریض ہے جو اپنے آپ کو نہایت اہم شخص کی حیثیت سے پیش کرنے کی شدید خواہش رکھتا ہے۔''

مقدمے کے آخری دلائل کا آغاز

بیلے نے اپنے دلائل کا خاتمہ کرتے ہوئے البرٹ کی طرف سے ایک جذباتی درخواست کی۔ بیلے نے اس 'خطرناک، سرکش جوان کے لئے آزادی نہیں مانگی بلکہ کہا کہ ضروری ہے معاشرے کو البرٹ جیسے انسانوں سے بچایا جائے مگر اس نے عدالت سے استدعا کی اسے پاگل قرار دیا جائے تا کہ اسے قید ہونے کے بجائے موزوں علاج مل سکے۔

لیکن وکیل استغاثہ، کون صورت حال کو دوسری عینک سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے مطابق رابرٹ ایک چالاک اور عیار مجرم تھا جس نے سزا سے بچنے کے لئے ذہنی مریض کا روپ دھار لیا تھا۔ اس نے ارکان جیوری سے کہا:

''میری بیوی، آپ کی بیوی اور ہر وہ عورت جو اس شخص کی درندگی کا نشانہ بنی ہے، سب کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ اس مجرم کو سزا ملنی چاہئے۔ یہ شخص کہیں آپ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار نہ ہو جائے۔''

جیوری کو قطعی احکامات دیتے ہوئے جج موئی ہان نے انہیں یاد دلایا کہ وہ 'بوسٹن دم گھوٹ' کے بارے میں تمام خیالات بھول جائیں اور مقدمے کا فیصلہ صرف انصاف کے مطابق کریں۔ 18 جنوری 1967ء کو ارکان جیوری نے اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق فیصلہ دیتے ہوئے البرٹ کو ہوش مند اور تمام الزامات میں مجرم قرار دیا۔ اسے عمر قید کی سزا سنائی گئی۔

24 فروری 1967ء کو البرٹ ڈی سالوو دو اور قیدیوں کے ساتھ برج واٹر سے فرار ہو گیا۔ چالیس سالہ قاتل، فریڈرک ارکسن اور بتیس سالہ چور جارج ہیریسن اسی روز پکڑے گئے۔ اگلے چوبیس گھنٹوں میں بوسٹن کے شہری سانس روک کر 'دم گھونٹ' کے اگلے وار کا انتظار کرتے رہے لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ اگلے دن البرٹ کو کپڑوں کی ایک دکان سے گرفتار کر لیا گیا، اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے معاملے کو مرکز توجہ بنانے کے لئے فرار ہوا۔ انتظامیہ نے گھبرا کر فیصلہ کیا کہ اب البرٹ کو والپول جیل خانے میں کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔

آٹھ ماہ بعد البرٹ کو فرار کے الزام پر دس سال کی مزید سزا سنائی گئی۔ اس کے بھائیوں، بتیس سالہ رچرڈ اور بتیس سالہ جوزف کو اس کے فرار میں مدد دینے پر ایک سال قید کی سزا دی

گئی۔

26 نومبر 1973ء کو البرٹ ڈی سالوو کو کسی قیدی نے چاقو مار کر قتل کر دیا۔ قاتل پکڑا نہیں جا سکا۔

اس کے اقبالِ جرم کے باوجود البرٹ پر 'بوسٹن دم گھونٹ' کی حیثیت سے کبھی مقدمہ نہیں چلا۔ چند پولیس افسران کا خیال تھا کہ اس نے ساری کہانی خود گھڑی تاہم اس کے اصلی قاتل سے تعلقات تھے جو برج واٹر ہی میں مقیم تھا اور جس نے اسے اپنے جرائم کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ کسی گواہ نے البرٹ کو 'بوسٹن دم گھونٹ' کی حیثیت سے شناخت نہیں کیا لیکن ایک حقیقت ناقابلِ تردید ہے۔۔۔۔ جب اس انوکھے اور پریشان کن انسان کو جیل میں بند کر دیا گیا تو پھر بوسٹن میں چھائی خوف اور دہشت کی فضا ختم ہو گئی۔

سرہان بشرا سرہان کا مقدمہ: 1969ء

مدعا علیہ: سرہان بشرا سرہان۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: لائن کامپٹن، جان ہورڈ اور ڈیوڈ فش۔ وکلائے صفائی: گرانٹ کوپر، رسل پارسنز اور دیگر۔ جج: ہربرٹ والکر۔ جگہ: لاس اینجلس (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخ: 13 جنوری تا 23 اپریل 1969ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پھانسی، بعد کو عمر قید میں بدل گئی۔

اہمیت

رابرٹ کینیڈی جیسے مشہور اور نہایت اہم شخص کے قتل کی وجہ سے سب کو یقین تھا کہ یہ مقدمہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے اس کے باوجود اگر معاملہ استغاثہ اور وکلائے صفائی پر چھوڑ دیا جاتا تو کسی قسم کا مقدمہ نہیں چلتا۔ ان کی باہم سودے بازی جج نے مسترد کر کے مقدمہ چلانے کا فیصلہ کیا۔

---

5 جون 1968ء کو جب لاس اینجلس کے ایمبیسڈر ہوٹل میں سینٹر رابرٹ کینیڈی کیلی فورنیا کے پرائمری انتخابات میں اپنی شاندار کامیابی کا اعلان کر کے سٹیج سے نیچے اترا تو وہ بہت مسرور تھا، اسے یقین تھا کہ نومبر کے صدارتی انتخابات کے بعد وہ وائٹ ہاؤس پہنچ جائے گا۔ وہ جیسے ہی صحافیوں سے ملنے کے لئے ایک دوسرے کمرے کی طرف گیا، ہجوم میں اچانک ایک شخص برآمد ہوا اور اس نے سینٹر پر گولیاں چلا دیں۔ اسے تین گولیاں لگیں جن میں ایک سر پر لگی۔ پستول بردار مسلسل گولیاں چلاتا رہا اور آس پاس کھڑے پانچ لوگ زخمی ہو گئے۔ آخر

اسے قابو میں لے کر گرفتار کرلیا گیا۔ اردن سے تعلق رکھنے والے اس چوبیس سالہ نوجوان کا نام سرہان بشر سرہان تھا جو اسرائیل کی بے جا حمایت کرنے پر سینٹر کینیڈی سے سخت ناراض تھا۔ اگلے دن کینیڈی زخموں کی تاب نہ لاکر چل بسا۔

ہوٹل کی لابی میں موجود بیسیوں لوگ گواہ تھے کہ سرہان ہی نے سینٹر کو قتل کیا مگر کچھ لوگوں کو شک تھا کہ اس پر مقدمہ نہیں چلے گا کیونکہ نفسیات دانوں نے اس کا تجزیہ کر کے بتایا کہ وہ ذہنی طور پر ایک پریشان انسان مریض ہے، اسی لئے جب وکلائے صفائی نے قتل کا جرم تسلیم کر لینے پر عمر قید کی سزا مانگی تو ڈسٹرکٹ اٹارنی، ایولی ینگر نے ہامی بھر لی۔ امریکا میں اس قسم کے معاہدے عدالتوں میں عام تھے تاکہ قانونی جھگڑوں سے بچا جاسکے مگر یہ عام کیس نہیں تھا۔ اسی لئے جج ہربرٹ والکر نے یہ معاہدہ مسترد کر دیا اور حکم دیا کہ جیوری کے سامنے مقدمہ چلایا جائے۔ کوئی راہ نہ دیکھ کر وکلائے صفائی نے یہی موقف اختیار کرنے کا فیصلہ کیا کہ مدعا علیہ ذہنی طور پر بیمار انسان ہے۔

قتل کا منصوبہ کیسے بنا؟

12 فروری 1979ء کو استغاثہ کی طرف ڈیوفنس نے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ سرہان نے سوچ سمجھ کر سینٹر کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حملے سے دو دن قبل اسے ایمبیسیڈر ہوٹل میں دیکھا گیا تاکہ وہ عمارت کے راستے ذہن نشین کر لے پھر وہ اس کلب میں گیا جہاں نشانے بازی کی مشق کی جاتی ہے تاکہ نشانے کی اپنی مہارت کو بہتر بنا سکے۔ لیکن استغاثے کے ایک گواہ، ادیب جارج پلمپسٹن کی گواہی نے الٹی آگ لگادی جب اس نے بتایا "جب قاتل نے گولی ماری تو وہ بڑا پرسکون تھا۔ لگتا تھا کہ اب وہ پاک صاف حالت میں آ گیا ہے۔" یہ گواہی وکلائے صفائی کے اس دعویٰ کے مطابق تھی کہ سرہان نے بے خودی کے عالم میں کینیڈی کو گولی ماری۔ اگرچہ سرہان کے گھر سے کوڑا اٹھانے والے الیون کلارک نے بتایا کہ سرہان نے اسے ایک ماہ پہلے سرہان نے بتایا تھا کہ وہ کینیڈی کو گولی مار دے گا۔

لیکن جب سرہان کی ڈائریاں ملیں تو وکلائے صفائی کی اس استدعا کو دھچکہ لگا کہ اسے ذہنی مریض قرار دیا جائے۔ ڈائریوں کی تحریر سے ایک منتشر ذہن ضرور سامنے آیا مگر اسے اپنے

مقصد کا ٹھیک ٹھاک علم تھا۔ 18 مئی 1968 ء کو سرہان نے لکھا۔ ''رابرٹ کینیڈی کو قتل کرنے کی میری خواہش مریضانہ حد تک پہنچتی جا رہی ہے۔۔۔۔اسے ہر حال میں 5 جون 1968 ء سے پہلے ختم ہو جانا چاہئے۔''

پورے مقدمے میں سرہان کا دو یا دو ہی پلاٹنگ سارا حتیٰ کہ جب اس کے بچپن کے بارے میں کچھ گواہوں نے بتانے کی کوشش کی تو وہ خودکشی کرنے پر اتر آیا۔ اس نے شدید طیش میں کہا'' میں اقرار جرم کرتا ہوں۔ میرے تمام وکلا اس مقدمے سے الگ ہو جائیں۔''

جج والکر نے بڑی حیرت سے پوچھا'' تم کس قسم کی سزا چاہتے ہو؟''

سرہان نے اطمینان سے کہا'' مجھے پھانسی دے دی جائے۔''

اس کی بات سن کر کمرہ عدالت میں سب کو سانپ سونگھ گیا۔ آخر جج والکر نے خاموشی توڑتے ہوئے کہا'' تمہاری درخواست نامنظور کی جاتی ہے، سماعت جاری رہے۔''

کچھ دیر کمرے میں بے چینی اور الجھن کا سماں رہا آخر ماحول پرسکون ہو گیا۔ سرہان سے اب وکیل صفائی، گرانٹ کوپر نے سوال کئے۔ اس نے پہلا سوال کرتے ہوئے سب کچھ پوچھ لیا'' کیا تم نے رابرٹ کینیڈی کو گولی ماری؟''

'' جی ہاں۔''

'' کیا سینیٹر کینیڈی کے ساتھ تمہاری دشمنی تھی؟''

'' نہیں۔''

کوپر نے پھر رفتہ رفتہ سرہان سے وہ وجوہ دریافت کیں جن کی بنا پر اس نے کینیڈی پر حملہ کیا۔ اب سرہان نے مشرق وسطیٰ میں عربوں اور یہودیوں کے مابین نزاع پر جذباتی تقریر کی۔ یہودیوں کے خلاف سرہان کا جوش و ولولہ اتنا زیادہ تھا کہ اس کے ایک یہودی وکیل، ایملی برمین نے استعفیٰ دینے کا فیصلہ کر لیا، صرف کوپر کے تسلی بھرے الفاظ ہی نے اسے رکنے پر مجبور کیا۔

جرح میں ملزم کا رویہ

جب وکیل استغاثہ لائحن کامپٹن نے سرہان پر جرح کی تو پھر وہ ذہنی طور پر خلل والے

انسان کی صورت میں سامنے آیا۔

کاپٹن نے اس سے پوچھا ''کیا تم سمجھتے ہو کہ سینٹر کینیڈی کو قتل کر کے عرب مقاصد کو تقویت ملی ہے؟''

''جناب! مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ کہ مسٹر کینیڈی کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''تمہیں معلوم ہے کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔''

''ہاں، مجھے بتایا گیا ہے۔''

''کیا تمہیں اس کے مرنے پر خوشی ہے۔''

''جی نہیں، میں خوش نہیں۔''

ملزم کا رویہ عجیب و غریب تھا۔ آخر 17 اپریل 1969ء کو ارکان جیوری نے اسے گیس چیمبر میں مرنے کی سزا سنائی مگر بعد کو سپریم کورٹ نے جب دوسرے مقدمات میں سزائے موت کی سزا میں کچھ تبدیلیاں کیں تو ان کی روشنی میں سرہان کی سزا عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔ اس نے بعد کو فیصلے کے خلاف اپیلیں کیں مگر وہ مسترد ہوتی رہیں۔

کلے شا کا مقدمہ: 1969ء

مدعا علیہ: کلے شا۔ جان کینیڈی کو قتل کرنے کی سازش میں شمولیت۔ استغاثہ: جیمز الکوک، ولیم الفورڈ، جم گیریسن وغیرہ۔ وکلائے صفائی: اروِن ڈیمونڈ، سالا فور یانزیکا وغیرہ۔ جج: ایڈورڈ ہیگرٹرے۔ جگہ: نیو اورلینز (لوزیانا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 31 جنوری تا 1 مارچ 1969ء۔ فیصلہ: بے گناہ۔

اہمیت

صدر جان کینیڈی کا قتل نہ صرف امریکی تاریخ بلکہ عالمی تاریخ کا مشہور قتل ہے جس پر تبصرے اور تجزیے آج تک جاری ہیں اس کے باوجود اس اہم قتل کے سلسلے میں صرف یہی مقدمہ چلا اور یہ بھی کوئی نئی بات سامنے نہیں لا سکا۔

صدر جان ایف کینیڈی کے قتل کے سلسلے میں بنائے گئے سرکاری وارین کمیشن کی رپورٹ پر 1966ء کے آخر تک کڑی تنقید ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ شک جڑ پکڑ گیا کہ قتل محض تنہا قاتل کا کارنامہ نہیں بلکہ ایک منظم اور گہری سازش کا نتیجہ ہے۔ اس نظریے کا پرجوش مبلغ نیو اورلینز کا کرشماتی ڈسٹرکٹ اٹارنی جم گیریسن تھا۔ مارچ 1967ء میں گیریسن نے یہ اعلان کر کے پوری دنیا میں ہلچل مچا دی کہ مقامی تاجر، کلے شا کو امریکی صدر کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

تاہم وہ اس سلسلے میں مزید ثبوت تلاش کرتا رہا اور 31 جنوری 1969ء کو مقدمہ شروع ہوا۔ گیریسن نے جج ایڈورڈ ہیگرٹی کے سامنے بیالیس منٹ تک بولتے ہوئے اپنے نظریے کے خدوخال نمایاں کئے جو الیسے سے قبل صدر کینیڈی کے قاتل، لی ہاروے اوسوالڈ کے لوزیانا ریاست میں گزرے وقت سے تعلق رکھتا تھا۔ گیریسن کے مطابق اوسوالڈ اور ذہنی مریض سابق پائلٹ، ڈیوڈ فیری نے نیواورلینز ایک ایسے شخص سے ملاقات کی تھی جس کا فرضی نام کلے برٹرینڈ تھا اور پھر تینوں نے صدر کینیڈی کے قتل کی سازش تیار کی۔ گیریسن کے مطابق کلے برٹرینڈ دراصل کلے شاہ تھا جو 15 نومبر 1963ء کو ویسٹ کوسٹ چلا گیا اور الیسہ ڈلاس تک وہیں رہا۔ گیریسن نے کہا ''قتل کے بعد ایف بی آئی کے ایجنٹوں نے کلے برٹرینڈ کو نیواورلینز میں تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر انہیں ناکامی ہوئی۔ میرے پاس ایسے مصدقہ ثبوت ہیں جو ثابت کر سکتے ہیں کہ کلے شاہ ہی ہماری مطلوبہ شخصیت ہے۔''

بیچ چوراہے میں ساتھ چھوڑ دیا

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ آغاز میں دلائل دینے کے بعد گیریسن نے پھر عملی طور پر مقدمے میں کوئی حصہ نہیں لیا اور ریاست کا مقدمہ اس کے نائب، جیمز الکوک نے لڑا۔ کئی گواہوں نے تصدیق کی کہ اوسوالڈ عرصہ دراز تک نیواورلینز رہا مگر تیس سالہ ورنون بنڈی نے سب سے پہلے گواہی دی کہ اس نے شا اور اسوالڈ کو اکٹھے دیکھا۔ ہیروئین کے عادی بنڈی نے بتایا'' میں جون 1963ء میں جھیل پونچر ٹرین کے کنارے گیا۔ جب میں ہیروئن پینے لگا تو دیکھا کہ وہاں ایک لیموزین آئی۔ ایک جینٹل مین اترا اور وہاں چہل قدمی کرنے لگا۔ مجھے لگا کہ وہ منشیات کا کوئی تاجر ہے لہٰذا میں اس پر نظر رکھے رہا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری سمت سے تولیہ پہنے ہوئے ایک آدمی آیا جو اس سے باتیں کرنے لگا۔ بنڈی کے مطابق 'جینٹل مین' کلے شاہ اور تولیے والا اوسوالڈ تھا۔

اس کے بعد نیویارک کے اکاؤنٹنٹ چارلس سپیل نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ اس نے مئی 1963ء کی ایک تقریب میں شا اور فیری کو اکٹھے بیٹھے دیکھا تھا۔ مگر جب اس پر جرح ہوئی تو چارلس نے تسلیم کیا کہ وہ ذہنی مریض رہا ہے، اس بات سے استغاثہ کا کیس کمزور پڑ گیا۔

استغاثہ نے کئی گواہ پیش کئے مگر وہ جرح کے تحت امتحان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ وہ جو کچھ کہتے بعد میں اس میں تبدیلی آ جاتی اور بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی۔

امیدوں پر اوس پڑ گئی

امریکیوں کو یقین تھا کہ جب کلے شا اپنا بیان دے گا تو اس کا گیریسن کے ساتھ زبردست ٹکراؤ ہوگا مگر جب شا کٹہرے پر کھڑا ہوا تو کمرے میں گیریسن کو نہ پا کر سب کو بڑی مایوسی ہوئی۔ جیمز الکوک نے جرح کی لیکن اس میں سحر نہیں تھا جو گیریسن اپنی جرح میں پھونکتا تھا۔ شا نے کہا کہ اس نے صرف ایک بار اوسوالڈ کو سیاسی اشتہار تقسیم کرتے دیکھا تھا اور نہ وہ اس سے کبھی نہیں ملا۔ اس نے استغاثہ کے ہر الزام کو غلط قرار دیا۔

لوگوں کو اب بھی یقین تھا کہ استغاثہ کی بوتل سے جن نکلنا باقی ہے مگر الکوک نے صرف پینیسٹھ منٹ کی جرح کے بعد کمرے میں بیٹھے لوگوں کو یہ کہہ کر متحیر کر دیا "اب میں مزید سوال نہیں کرنا چاہتا۔"

1 مارچ 1969ء کو رات بارہ بجے ارکان جیوری اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ایک گھنٹے بعد وہ باہر آئے اور فیصلہ پڑھ کر سنایا گیا، کلے شا کو بری کر دیا گیا تھا۔ فیصلہ سن کر کمرہ عدالت تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔

لیکن کلے شا اپنی بے گناہی ثابت کرتے کرتے اپنی عزت اور تمام دولت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ لوگوں کو یقین ہے کہ مقدمے کی وجہ سے اس کا سرطان بڑھتا چلا گیا اور آخر کار وہ اگست 1974ء میں مر گیا۔ بہر حال وہ واحد شخص ہے جس پر امریکی صدر کینیڈی کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلا جس کے بارے میں آج تک نت نئے نظریات پیش کئے جاتے ہیں۔

ولیم کیلے کا کورٹ مارشل:1970ء

مدعا علیہ: ولیم کالے۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: اوبری ڈینکیل اور جان پارٹن۔ وکلائے صفائی: بروکس ڈائل، رچرڈ کے وغیرہ۔ جج: ریڈ کینیڈی۔ جگہ: فورٹ بیننگ (جارجیا) کورٹ مارشل کی تاریخیں: 17 نومبر 1970ء تا 29 مارچ 1971ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: عمر قید۔

اہمیت

امریکا کی جنگی تاریخ میں جنگی جرائم پر لیفٹیننٹ ولیم کیلے کا مقدمہ بہت انوکھا ہے۔ اس کے ذریعے جنگ کے خوفناک اور خطرناک پہلو سامنے آئے اور یہ انکشاف ہوا کہ غیر معمولی حالات میں امریکی عوام کا ردعمل توقع کے برعکس ہوتا ہے۔

16 مارچ 1968ء کی صبح امریکی فوج کے ایک سو پانچ فوجیوں نے اپنے کمانڈر، لیفٹیننٹ ولیم کیلے کی قیادت میں ویت نام کے ایک چھوٹے سے قصبے، مائی لی کا محاصرہ کر لیا۔ دوپہر تک اس کے تمام پانچ سو باشندے گولیوں سے اڑا دیئے گئے۔ تمام مرنے والے غیر مسلح شہری، عورتیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ اتفاق سے اس قتل عام کے مناظر امریکی فوج کے ایک کیمرا مین نے ریکارڈ کر لئے اور اس فلم کی تصاویر دیکھ کر دنیا کو پتہ چلا کہ مائی لی میں کیسی قیامت گزری ہے۔ امریکی فوج نے فوراً تفتیشی کمیٹی بٹھائی جس نے کئی امریکی فوجیوں پر قتل کا الزام دھرا مگر ثبوتوں کے مطابق سب سے بڑا ملزم کمپنی کا کمانڈر لیفٹیننٹ ولیم کیلے تھا۔

جب 17 نومبر 1970ء کو اس کا کورٹ مارشل شروع ہوا تو اس پر 109 مشرقی انسانوں کو قتل کرنے کا الزام لگا۔ استغاثے کا کہنا تھا کہ کیلے نے امریکی فوج کے اصول و قوانین نظر انداز کر کے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ دانستہ بے گناہ شہریوں کا قتل عام کریں۔ استغاثے کو گو اس کے خلاف گواہ نہیں ملے۔ کیلے کے کئی ساتھیوں نے گواہی دینے سے انکار کر دیا۔ مگر قتل عام میں شریک ایک فوجی، پال میڈلو کی گواہی سب پر بھاری تھی۔ اس نے تفصیل سے اس خوفناک دن کے حالات سنائے:

''جب لیفٹیننٹ کیلے مائی لی پہنچا تو میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سینکڑوں دیت ناميوں کو محاصرے میں لے رکھا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اب تک یہ مرے کیوں نہیں؟ میں نے کہا کہ کیا ہمیں انہیں قتل کرنے کے احکام ملے ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ ان سب کو مردہ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ پھر تیس چالیس قدم پیچھے گیا اور لوگوں پر گولیاں چلانے لگا۔ حکم کے تحت میں بھی نہتے انسانوں پر فائرنگ کرنے لگا۔''

وکیل استغاثہ، ڈینیل نے اس سے پوچھا ''اس وقت کیا تم رو رہے تھے؟''

میڈلو نے جواب دیا ''جی ہاں، میری آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔'' اس نے بتایا کہ کئی امریکی فوجیوں کے ہاتھوں میں رائفلیں لیکن آنکھوں میں آنسو تھے۔ بہر حال کیلے اور میڈلو نے دیکھتے ہی دیکھتے بیسیوں لوگوں کو مار ڈالا۔

وحشیانہ سلوک کی تفصیل

وکیل استغاثہ، اوبری ڈینیل نے مائی لی قتل عام میں شریک کئی فوجیوں سے انٹرویو کئے، ان سے چھوٹی سے چھوٹی باتیں پوچھیں پھر کمرہ عدالت میں بتایا کہ اس دن امریکی فوجیوں نے قتل، زنا اور بربادی کی کیسی ہولناک تصویریں کھینچیں۔ اس نے بتایا کہ کیلے نے ایک نوزائیدہ بچے کو گڑھے میں پھینکا اور اسے گولی ماردی۔ نہتے لوگوں پر گولیوں کی اس طرح بارش کی گئی کہ وہ بے چارے مدد کے لئے پکار بھی نہ سکے اور تڑپتے بلکتے مر گئے۔ ایک فوجی نے بتایا کہ ہر طرف کٹے پھٹے جسم اور جسمانی اعضاء نظر آتے تھے۔

اس دن دیوانگی چھوت کی طرح پھیل گئی۔ لیونارڈ گونزلیز نے اس قتل عام میں حصہ نہیں

لیا، اس نے بتایا ''میرے ایک ساتھی فوجی نے چند عورتوں کو جمع کر کے حکم دیا کہ کپڑے اتار دو تاکہ وہ اپنی ہوس کی آگ بجھا سکیں۔ جب انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے طیش میں آ کر اپنا دستی بم عورتوں کی طرف پھینک دیا، سب مر گئیں۔''

دفاع میں کیلے نے یہ موقف اختیار کیا کہ وہ محض اپنے بڑوں کے احکامات پر عمل کر رہا تھا مگر وکلائے صفائی نے پہلے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مائی لی قتل ہیلی کاپٹروں اور ہوائی جہازوں کی بمباری سے ہوا مگر استغاثہ کے گواہوں نے یہ احمقانہ موقف غلط قرار دیا۔

ولیم کیلے نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس دن کی مہم سے ایک دن پہلے اس کے کمانڈنگ آفیسر، کیپٹن ارنسٹ میڈنا نے کمپنی کے جوانوں کو جمع کر کے یہ حکم دیا کہ قصبے کے ہر باشندے کو مار دیا جائے۔ اس کی کمپنی کی بائیس فوجیوں نے کیلے کے بیان کی تصدیق کی مگر دیگر نے کہا کہ اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔

کیلے نے کہا ''مجھے یہ حکم ملا کہ جاؤ اور دشمن کو تباہ کر دو۔ اس دن میرا یہی کام تھا، مجھے یہ ہی مہم درپیش تھی۔ میں نے بیٹھ کر یہ نہیں سوچا کہ وہاں عورتیں، بچے اور بوڑھے بھی ہوں گے، اس کے علاوہ میرے نزدیک وہ سب دشمن تھے۔۔۔۔ میں نے جو کچھ کیا اپنے کمانڈر کے حکم کے تحت کیا اور میں اب بھی اپنے عمل کو درست سمجھتا ہوں۔''

مجھے یہ کیسا بدلہ ملا؟

ڈینیل نے اپنے آخری دلائل دیتے ہوئے کہا ''وکلائے صفائی زور لگا رہے ہیں کہ قتل 'قانونی' قرار دیئے جائیں مگر یاد رکھیں کہ ابراہام لنکن نے خانہ جنگی کے دوران اپنی افواج کو کیا حکم دیا تھا' جو عام لوگوں پر ہتھیار اٹھاتے ہیں وہ اخلاقی اور قانونی لحاظ سے انسان نہیں کہلائے جا سکتے۔'

29 مارچ 1971ء کو ارکان جیوری نے اپنا فیصلہ سنایا، وہ اسی گھنٹے سے بحث میں مصروف تھے۔ جیوری میں چھ افسر شامل تھے جن میں پانچ ویت نام کی جنگ میں شریک تھے۔ انہوں نے مائی لی کے بائیس دیہاتیوں کے قتل کے الزام میں کیلے کو مجرم قرار دیا۔

اب سزا کا مرحلہ آیا۔۔۔۔ امریکی فوجی قوانین کے مطابق کیلے کو پھانسی ملنی چاہیے تھی مگر

اس کے وکلائے صفائی نے عدالت سے استدعا کی کہ اسے عمر قید دی جائے کیونکہ وہ مشرق کے مسئلے میں سمجھنے سے قبل اچھا لڑکا تھا۔ انہوں نے ارکان جیوری کو یاد دلایا کہ فوجی انصاف کی تاریخ میں یہ پہلا مقدمہ ہے جس نے امریکیوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

مجرم نے اپنی طرف سے بھی جذباتی اپیل کی:

''میں اپنی زندگی یا آزادی کی بھیک نہیں مانگتا حالانکہ میں نے کبھی اپنے آپ کو فوجی نہیں سمجھا اور نہ ہی میں نے کبھی یہ سوچا تھا کہ میں اس وحشیانہ انداز میں انسانوں کو ماروں گا۔۔۔۔ لیکن میں نے اپنے ملک کے لئے شاندار خدمات انجام دی ہیں، بدلے میں مجھے کیا ملا، برائے مہربانی اپنے اعمال سے مستقبل کے فوجیوں کو برگشتہ نہ کریں۔''

اس موقع پر ڈینیل فوراً کھڑا ہوگیا، اس نے ارکان جیوری کو یاد دلایا ''آپ لوگوں نے مجرم سے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی، اس نے اپنے آپ کو خود تمام اعزازات سے محروم کیا ہے۔ یہ کوئی قابل تعریف بات نہیں اور کبھی نہیں ہو سکتی کہ عورتوں، بچوں اور نہتے لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔''

جیوری نے طویل بحث کے بعد کیلے کو عمر قید کی سزا سنائی۔ تاہم تین دن بعد صدر نکسن کے حکم پر اسے جیل سے رہا کر دیا گیا گو اسے گھر میں قید رکھا گیا۔ 9 نومبر 1974ء کو اسے پیرول پر رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد کیلے کولمبس (جارجیا) میں رہنے لگا، کامیاب جیولر بنا اور اب معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مائی لی کے قتل عام پر امریکیوں کو دھچکا لگا مگر جب کیلے کا مقدمہ شروع ہوا تو حیرت انگیز طور پر امریکی اس کے طرف دار بن گئے۔ ان کے نزدیک کیلے قربانی کا بکرا بلکہ ہیرو تھا جس نے کیمونسٹوں کے خلاف بہادری سے جنگ لڑی۔ وقت نے کیلے کا جرم مدھم کر دیا ہے مگر اس کی تاریخی اہمیت کم نہیں ہوئی۔

امریکا بامقابلہ نکسن: 1974ء

مدعی: امریکا۔ مدعا علیہ: صدر رچرڈ نکسن۔ مدعی کا دعویٰ: امریکی صدر عدالت کے احکامات کی تعمیل کرے۔ مدعی کے وکیل: لیون جورسکی اور فلپ لاکورا۔ وکلائے صفائی: جیمز کلیر اور دیگر۔ جج: ہیری بلیک من، ولیم برینن، وارن برگر اور دیگر پانچ جج۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ فیصلے کی تاریخ: 24 جولائی 1974ء۔ فیصلہ: صدر نکسن کو حکم دیا گیا کہ وہ ٹیپیں اور دستاویزات عدالت کے حوالے کر دیں۔

اہمیت

اس مقدمے نے یہ حقیقت نمایاں کی کہ امریکی صدر پر بھی مقدمہ چل سکتا ہے اور اسے ہر حال میں عدالت کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ 'ایگزیکٹیو پرویلج' کے نظریے کے تحت صدر حساس نوعیت کی معلومات خفیہ رکھ سکتا ہے مگر وہ ثبوت عدالت سے پوشیدہ رکھنے کا اہل نہیں۔

---

17 جون 1972ء کو واشنگٹن میں واقع ڈیموکریٹک پارٹی کے انتخابی دفتر 'واٹر گیٹ کمپلیکس' میں اچانک الارم بج اٹھے۔ پتہ چلا کہ پانچ آدمی چوری کی نیت سے عمارت میں داخل ہوئے ہیں۔ ان سے تفتیش کی گئی تو انکشاف ہوا کہ وہ اس کمیٹی کے کارکن ہیں جو ریپبلکن پارٹی نے صدر نکسن کو دوبارہ صدر منتخب کروانے کے لئے بنائی تھی۔

معاملہ شروع میں اندرون خانہ رہا پھر اخبارات کے ذریعے عوام میں مشہور ہوا۔ 1974ء

کے موسم بہار تک کانگریس اور عوام کو یقین ہو گیا کہ نکسن انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے دار بلکہ خود نکسن بھی چوری کا معاملہ دبانے میں مصروف ہے۔ آخر 1 مارچ 1974ء کو 19 ارکان پر مشتمل وفاقی گرینڈ جیوری نے امریکا کے اٹارنی جنرل مچل پر انصاف کی راہ میں حائل ہونے کی وجہ سے مقدمہ ٹھونک دیا۔ نکسن انتظامیہ کے چھ اعلیٰ عہدے داروں کو بھی ملزم قرار دیا گیا۔ نکسن کو 'سازشی' قرار دیا گیا مگر اس پر فرد جرم عائد نہیں کی گئی۔

کانگریس کی طرف سے خصوصی وکیل لیون جورسکی 'واٹر گیٹ چوری' کی چھان بین کر رہا تھا۔ اس کی درخواست پر ڈسٹرکٹ کولمبیا کی ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج، جان سریشیا نے امریکی صدر نکسن کے نام سمن جاری کرتے ہوئے حکم دیا کہ "وہ مخصوص ٹیپیں، نوٹ، کاغذات، اور دوسری تحریریں" عدالت میں پیش کریں جن کا تعلق ان خصوصی ملاقاتوں اور باتوں سے ہے جو ملزموں کے درمیان ہوئی تھیں اور جن کا ذکر سمن میں ہے۔ یہ مواد 2 مئی 1974ء تک جورسکی کو ملنا تھا تاکہ 9 ستمبر 1974ء کو مقدمے کا آغاز ہو سکے۔

نکسن نے سمن قبول نہیں کیا

30 اپریل 1974ء کو صدر نکسن نے تینتالیس ملاقاتوں کی نظر ثانی ٹائپ شدہ نقول 30 اپریل 1974ء کو عدالت بھجوا دیں۔ 1 مئی کو نکسن کا وکیل چیمبر کلیئر جج سریشا کے پاس گیا اور اسے کہا کہ سمن ختم کر دو۔ نکسن کا خیال تھا کہ نقول (جو اخبارات میں بھی چھپ گئیں) کے ذریعے عدالت اور عام لوگ مطمئن ہو جائیں گے اور ٹیپوں کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ لیکن اسے غلط فہمی تھی ...... سریشا نے جیمز کلیئر کی درخواست مسترد کر دی اور 20 مئی کو حکم دیا "صدر یا ان کے کسی ملازم کے پاس اگر سمن میں درج دستاویزات یا اشیا ہیں تو وہ 31 مئی 1974ء تک عدالت کو دے دیں۔"

24 مئی 1974ء کو جیمز کلیئر نے ڈسٹرکٹ آف کولمبیا سرکٹ کے فیصلے کے خلاف امریکا کے کورٹ آف اپیلز میں اپیل کر دی۔ اس وقت دونوں پارٹیوں کو یقین ہو گیا کہ معاملہ آخر سپریم کورٹ تک جائے گا لہٰذا دونوں نے سپریم کورٹ سے استدعا کی کہ ان کا معاملہ ہنگامی بنیاد پر دوسرے مقدمات سے پہلے سنا جائے۔ سپریم کورٹ نے درخواست قبول کر لی۔

اس زمانے میں امریکا کے عوام میں مشہور تھا کہ امریکی قانونی نظام خصوصاً سپریم کورٹ سیاست سے بالاتر ہے مگر اس مقدمے سے یہ بات دیو مالائی ثابت ہوئی۔ جب جورسکی اور اس کا نائب لاکووراا 8 جولائی کو سپریم کورٹ بلڈنگ میں داخل ہوئے تو سیڑھیوں پر کھڑے کئی سو تماشائیوں نے تالیاں بجا کر ان کا استقبال کیا۔ ظاہر ہے اس مقدمے کے سلسلے میں جج بھی بڑے پر جوش تھے اور انہوں نے فریقین سے بہت سوال جواب کئے۔ مثلاً ایک جج نے جیمز کلیئر سے پوچھا:

"ٹیپوں کو چھپانے سے مسٹر نکسن کس قسم کا عوامی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کا تعلق ایک مجرمانہ سازش سے ہے۔"

جواب میں جیمز نے یہ پھسپھسا جواب دیا "جناب جواب یہ ہے کہ ایک سازش اسی وقت مجرمانہ ہوتی ہے جب وہ مجرمانہ ثابت ہو جائے۔"

"صدر نکسن! ٹیپیں جاری کر دیں"

سپریم کورٹ نے ابتدائی بحث کے بعد اس مرکزی نکتے پر غور و فکر شروع کیا کہ صدر پر مقدمہ چل سکتا ہے کیونکہ اسے ایک نظریے 'صدراتی رعایت' (executive privilege) کے تحت وسیع اختیار حاصل تھے۔ اس سلسلے میں پہلے ہی ایک مقدمے میں سپریم کورٹ یہ فیصلہ دے چکا تھا کہ قانون بنانا عدالتوں کا کام ہے اور عدالت، کانگریس اور صدر کے ساتھ حکومت کا ایک پایہ ہے۔

اس کے بعد سپریم کورٹ نے 'صدراتی رعایت' کے سلسلے میں صدر نکسن کے دو دلائل کا جائزہ لیا۔ جیمز کلیئر کی پہلی دلیل یہ تھی صدارت کا نظام چلانے کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ سرکاری عہدے داروں اور ان کے مشیروں کے درمیان گفتگو اور ملاقاتوں وغیرہ کو خفیہ رکھا جائے کیونکہ اگر ہر گفتگو عوام کے سامنے پیش کر دی جائے تو سرکاری عہدے آزادی سے بولتے ہوئے ہچکچائیں گے اور فیصلہ کرنے کا عمل متاثر ہوگا۔ جیمز نے دوسری دلیل یہ دی کہ آئین کے تحت حکومت کی مختلف طاقتیں علیحدہ ہیں اور اس نظریے کے مطابق صدر پر مقدمہ نہیں چل سکتا۔

سپریم کورٹ نے صدر نکسن کے دونوں دلائل مسترد کر دیئے اور کہا گفتگو کو خفیہ رکھنا

ضروری ہے مگر ایک جرم کو ثابت کرنے کے لئے اسے جج تنہا اپنے چیمبر میں سن سکتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ صدر نکسن صدراتی رعایت رکھتے ہیں مگر انصاف کی راہ میں رکاوٹ آ جائے تو انہیں قانونی نظام کے ساتھ ہر حال میں تعاون کرنا ہوگا۔

اس کے بعد سپریم کورٹ کے جج فیصلہ کرنے کے لئے کمرے میں چلے گئے۔ اب انہوں نے ایسا فیصلہ کرنے کی کوشش کی جس پر آ ٹھوں جج متفق ہوں کیونکہ معاملہ انتہائی نازک تھا اور اگر ایک جج بھی اختلاف کرتا تو سب کی نظر میں فیصلے کا اثر کم ہو جاتا۔

سب ججوں نے اتفاق کیا کہ جج کو ٹیپیں دیکھنے کا حق حاصل ہے لہٰذا انہوں نے صدر نکسن کو حکم دیا کہ وہ ٹیپیں جج سریشا کے حوالے کر دیں تاکہ وہ ان کا معائنہ کر سکیں۔

صدر کو کوئی کام کرنے کا حکم دینا ایک بات ہے اور اس حکم پر زور دینا دوسری بات!! امریکا میں عدلیہ حکومت کی ایک شاخ ہے اور وہ اپنی بات منوانے کے لئے کوئی تلوار نہیں رکھتی بلکہ اس کا اپنا مقام ہے اور عوام اس کی عزت کرتے ہیں، اسی لئے ہر عدالت کا حکم تسلیم کیا جاتا ہے۔ مقدمے کے دوران جیمز کلیئر نے اشارہ دیا تھا ''آئین کے تحت صدر نکسن اپنی مرضی کر سکتے ہیں۔'' جیمز کا مطلب یہ تھا کہ نکسن اگر چاہیں تو سپریم کورٹ کا حکم تسلیم کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔

نکسن کیلی فورنیا کے دورے پر تھے جب انہیں اپنے مشیر، الیگزینڈر ہیگ سے سپریم کورٹ کے متفقہ فیصلے کی خبر ملی لیکن دوسرے ہی دن انہوں نے بیان دیا کہ وہ عدالت کے فیصلے کا احترام کریں گے۔ نکسن کے بیان کا اہم ٹکڑا یہ تھا:

''ظاہر ہے مجھے اس فیصلے سے مایوسی ہوئی ہے مگر میں عدالت کے فیصلے کی عزت کرتے ہوئے اسے قبول کرتا ہوں۔ میں نے جیمز کلیئر کو ہدایت دے دی ہے کہ وہ عدالت سے ہر ممکن تعاون کریں۔''

نکسن نے چونسٹھ ٹیپیں جج سریشا کو دے دیں۔ ان میں سے چند میں وہ انتہائی مجرمانہ گفتگو موجود تھی جو واٹر گیٹ چوری کے بعد نکسن اور ان کے مشیروں کے مابین ہوئی تھی۔ اسے سن کر کانگریس صدر کا مواخذہ کرنے کے لئے تیار ہوگئی اور نکسن کو علم ہو گیا کہ ان کا زوال آ پہنچا

ہے۔8اگست1974ءکومزید بے عزتی برداشت کرنے سے پہلے صدر نکسن نے استعفیٰ دے دیا اور 9اگست کو نائب صدر جیرالڈ فورڈ صدر بن گئے۔فورڈ نے بعد کو اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے نکسن کو معاف کر دیا لہٰذا ان پر کبھی مقدمہ نہیں چلا۔بہرحال اس مقدمے نے ایک نئی روایت قائم کی: اگر کوئی صدراتی رعایت موجود ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صدر جرم کے ثبوت عدالت کے حوالے نہ کرے۔اس مقدمے نے رچرڈ نکسن کا سیاسی کیرئیر تباہ کر دیا جو پہلے امریکا کے سب سے مقبول اور کامیاب صدور میں شمار ہوتے تھے۔

تھیوڈور رابرٹ بنڈی کے مقدمے: 1976ء اور 1979ء

مدعا علیہ: تھیوڈور رابرٹ بنڈی۔ الزام: اغوا (پہلا مقدمہ) قتل (دوسرا مقدمہ)۔ استغاثہ: ڈیوڈ کوکم (پہلا مقدمہ) لیری سمپسن اور ڈینیل میکودر (دوسرا مقدمہ)۔ وکلائے صفائی: جان اوکونل (پہلا مقدمہ) رابرٹ ہیگر ڈ، ایڈورڈ ہاروے، مارگریٹ گڈ وغیرہ (دوسرا مقدمہ)۔ جج: سٹیورٹ ہینسن (پہلا مقدمہ) ایڈورڈ کورٹ (دوسرا مقدمہ)۔ جگہیں: سالٹ لیک سٹی، اتھا (پہلا مقدمہ) میامی، فلوریڈا (دوسرا مقدمہ) مقدمے کی تاریخیں: 23 فروری تا 1 مارچ 1976ء (پہلا مقدمہ) 25 جون تا 31 جولائی 1979ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلہ: دونوں مقدموں میں مجرم۔ سزائیں: ایک سے پندرہ سال قید (پہلا مقدمہ) پھانسی (دوسرا مقدمہ)

اہمیت

ٹیڈ بنڈی وہ قاتل ہے جو خوبصورت اور خوش پوش مرد تھا اس کے باوجود اس کا ذہن منفی سمت چلا گیا۔ آج بھی یہ جاذب نظر قاتل امریکیوں کی نظر میں سب سے خطرناک قاتلوں میں شامل ہے۔ قاتل کہیں نہ کہیں غلطی ضرور کرتا ہے، ٹیڈ نے بھی غلط بیان دیا جس نے اسے دنیا کے پار پہنچا دیا۔

1969ء سے لے کر 1975ء تک ریاست کیلی فورنیا میں ایک جنسی دیوانے نے کئی لڑکیوں پر جنسی حملے کر کے انہیں قتل کیا۔ اس نے جن لڑکیوں کو اپنی بربریت کا نشانہ بنایا وہ سب

خوبصورت، نوجوان اور لمبے بالوں والی تھیں۔ چند کی لاشیں سنسان علاقوں سے ملیں اور باقیوں کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ جب پولیس اور جاسوسی کے مختلف اداروں نے مشکوک افراد کی فہرست بنائی تو ٹیڈ بنڈی کا نام بار بار آیا۔ سیٹل (واشنگٹن) کا رہنے والا یہ جاذب نظر نوجوان تھا لیکن اس کے خلاف ایک بھی ثبوت نہیں مل سکا۔

8 نومبر 1974ء کو سالٹ لیک سٹی (اتاہ) کی رہائشی اٹھارہ سالہ کیرول ڈارونچ جب رات کو شاپنگ کرنے گئی تو ایک سپر اسٹور کے باہر ایک اجنبی نے اپنے آپ کو پولیس افسر کی حیثیت سے متعارف کروایا اور اسے بہلا پھسلا کر اپنی وولکس ویگن میں بٹھالیا۔ جب اس نے رسی سے کیرول کے ہاتھ پاؤں باندھنے کی کوشش کی تو وہ ہوش میں آئی اور کسی نہ کسی طرح گاڑی سے فرار ہوگئی۔ 16 اگست 1975ء کو سالٹ لیک سٹی پولیس نے وولکس ویگن کے ایسے ڈرائیور کو گرفتار کیا جس کی حرکات مشکوک تھیں۔ کار کے اندر سے پولیس کو رسیاں اور کسی ملی۔۔۔ ڈرائیور کا نام ٹیڈ بنڈی تھا۔ کیرول نے اسے دیکھتے ہی کہا "اسی نے مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔" اب اغوا کے الزام میں با قاعدہ طور پر بنڈی کو حراست میں لے لیا گیا۔

مقدمے کا آغاز

23 فروری 1976ء کو مقدمے کا آغاز ہوا۔ استغاثے کی کامیابی کیرول کی گواہی پر استوار تھی۔ وہ لڑکی انتہائی شرمیلی تھی اور اس نے جب بیان دیا تو نگاہیں فرش پر جمی تھیں، یہ نکتہ جج امیسن کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہا اور کیرول نے خود اعتراف کیا کہ وہ لوگوں کے چہرے دیکھنے سے گھبراتی ہے لیکن جب وکیل استغاثہ ڈیویوکم نے اس سے پوچھا کہ اغوا کرنے والا کیا کمرے میں موجود ہے تو اس نے فوراً کہا "جی ہاں۔"

"وہ کہاں بیٹھا ہے؟"

کیرول نے پہلی بار بنڈی کو دیکھا، بس اچٹتی نظر سے پھر سانس لے کر کہنے لگی "وہ سامنے!"

جرح کے دوران وکیل صفائی، جان او کنیل نے کیرول کے اس بیان میں نقص نکالے جو اس نے پولیس کو دیا تھا۔ اس نے پہلے بتایا کہ اس کی مونچھیں تھیں پھر بتایا کہ نہیں تھیں۔ جان نے اس حقیقت کو بھی نمایاں کیا کہ کیرول کو اغوا کرنے والے کی ویگن کا رنگ بنڈی کی ویگن

سے مختلف تھا۔

مقدمے کی شہرت پھیلی تو اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ٹیڈ بنڈی ہی مشہور عام جنسی دیوانہ ہے۔ استغاثہ کو ایسی خبروں سے پریشانی ہوئی کیونکہ مقدمہ پھر کوئی اور رخ اختیار کرسکتا تھا۔ ظاہر ہے بنڈی نے اپنے اوپر لگنے والے سب الزامات غلط قرار دیئے، اس نے آرام و سکون سے کوکم کے سوالات کے جواب دیئے مگر کوکم کے تابڑتوڑ حملوں نے اسے بوکھلا کر رکھ دیا۔ آخرکار اس نے اعتراف کیا کہ وہ کبھی کبھی جعلی مونچھیں لگاتا ہے۔

مقدمے پر ایک ہفتے تک زبردست بحث ہوئی، آخر جیوری نے اسے مجرم قرار دے کر پندرہ سال کے لئے جیل بھجوا دیا۔ جون 1977ء میں بنڈی جیل سے بھاگ گیا۔ وہ آٹھ دن تک مفرور رہا پھر گرفتار ہوگیا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ 30 دسمبر 1977ء کو وہ پھر جیل توڑ کر فرار ہوگیا اور اب اس کی تلاش میں دشواری پیش آنے لگی۔

ایک خطرناک مجرم آزاد ہوگیا

دو ہفتے بعد فلوریڈا کے شہر ٹالاہیسی کے نواحی علاقے میں سیر و تفریح کے لئے آنے والی پانچ طالب علم لڑکیوں پر حملہ کیا گیا۔ حملے میں دو لڑکیاں، لیزا لیوی اور مارگریٹ بلاک ہوگئیں۔ وہاں سے کچھ دور ایک اور لڑکی پر حملہ ہوا مگر وہ زندہ بچ گئی۔ پولیس کو یقین تھا کہ یہ کارروائیاں بنڈی نے کی ہیں۔ 16 فروری 1978ء کو پولیس نے 'کرس ہیگن' کو گرفتار کیا جو چوری کی گاڑی چلا رہا تھا...... یوں ٹیڈ بنڈی کو آخری بار گرفتار کرلیا گیا۔ بعد کو انکشاف ہوا کہ گرفتاری سے چند دن پہلے اس نے اپنا آخری قتل کیا: لیک سٹی (فلوریڈا) کی بارہ سالہ کیمبرلی لیچ اس کے ہاتھوں ماری گئی۔ اس کی لاش 7 اپریل 1978ء کو ملی۔ اسے بھی جنسی درندگی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

گرفتار ہوتے ہی بنڈی نے تسلیم کیا کہ اسی نے لیزا، مارگریٹ اور لیچ کو مارا ہے تاکہ وہ پھانسی سے بچ جائے۔ لیکن جب وہ عدالت میں بیان دینے کھڑا ہوا تو کہنے لگا ''میں بے قصور ہوں، میں نے کچھ نہیں کیا۔''

اب 25 جون 1979ء کو میامی میں اس پر مقدمہ چلنا شروع ہوا۔ بنڈی نے اپنا مقدمہ خود لڑنے کا فیصلہ کیا اور کسی وکیل کی خدمات حاصل نہیں کیں۔ عدالت نے اس کے دفاع کے

لئے اچھے وکلا مقرر کئے تھے مگر بنڈی کی انا آڑے آ گئی۔

بیان پھانسی کا پھندا بن گیا

استغاثہ کے گواہوں پر بنڈی نے مہارت سے جرح کی اوران کے بیانات میں کئی جھول نکالے مگر جب دندان ساز، ڈاکٹر رچرڈ سووبرون گواہی دینے آئے تو اس کے خود اعتمادی کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ انہوں نے وہ بیان دیا جس نے بنڈی کو پھانسی دلوادی اور وہ بھی یہ بات جانتا تھا۔ انہوں نے بتایا" جب جنسی درندے نے لیزا لیوی پر حملہ کیا تو اس کے کولہوں کو کئی بار کاٹا۔ بنڈی کے دانتوں کی جسامت کا معائنہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ نشان بنڈی کے دانتوں نے ڈالے ہیں۔"

یہ پہلا موقع تھا کہ قاتل کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت سامنے آیا تھا اوراس زبردست حملے سے بنڈی کا دفاع بھس بھرے گھر کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دانتوں کی مدد سے اسے مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا مگر نیویارک کے سرکاری دندان ساز نے شہادت دی کہ دانتوں کی شناخت کے ذریعے انیسویں صدی سے مجرموں کو پکڑا جا رہا ہے۔

23 جولائی 1978ء کو ارکان جیوری نے ٹیڈ بنڈی کو مجرم پا کر اسے پھانسی کی سزا سنائی گو آخر تک بنڈی کی مقناطیسی شخصیت کا اثر قائم رہا۔ حتیٰ کہ جج ایڈورڈ کورٹ پھانسی کی سزا سنا کر یہ الفاظ بھی کہنے پر مجبور ہو گئے "تمہیں ایک اچھا وکیل بننا چاہئے تھا۔۔۔۔لیکن ساتھی! تمہارا رخ کسی اور طرف ہو گیا۔ اپنا خیال رکھنا۔" یہ ایک غیر معمولی مقدمے کا عجیب وغریب اختتام تھا۔

بنڈی نے سپریم کورٹ تک فیصلے کے خلاف درخواستیں دیں مگر ناکام رہا۔ آخر 24 جنوری 1989ء کو امریکا کے سب سے قابل نفرت اس انسان کو فلوریڈا جیل میں بجلی کی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔

ٹیڈ بنڈی نے ملزموں کے متعلق موجود عام نظریے کو پارہ پارہ کر دیا۔ وہ اکھڑ مزاج، خوفناک اور گندا نہیں بلکہ جاذب نظر اور پرکشش مرد تھا اور امریکی معاشرے میں ایسے مردوں کو صنف مخالف آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔ بنڈی بار بار ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ عموماً چیزیں ویسی نہیں ہوتیں جیسی نظر آتی ہیں اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

ڈینئیل جیمز وائٹ کا مقدمہ، 1979ء

مدعا علیہ: ڈینئیل جیمز وائٹ۔ الزام: قتل۔ استغاثہ: تھامس نارمن۔
وکلائے صفائی: ڈگلس شمڈٹ اور سٹیفن سچر۔ جج: والٹر کال کاگنو۔ جگہ:
سان فرانسسکو (کیلی فورنیا)۔ مقدمے کی تاریخیں: 25 اپریل تا
21 مئی 1979ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: سات سال اور آٹھ ماہ کی قید۔

اہمیت

سان فرانسسکو کے میئر کے قتل کو ذرائع ابلاغ نے خوب اچھالا۔ یہ
مقدمہ سیاست، بدلے اور ہم جنسی عدم برداشت کا مرکب تھا۔ سب کو
علم تھا کہ مجرم نے دو قتل کیے ہیں مگر اس کی پریشان کن جذباتی حالت
کو دیکھتے ہوئے جیوری نے اسے پھانسی کا مستحق نہیں سمجھا۔

---

27 نومبر 1978ء کو بتیس سالہ ڈان وائٹ زیر زمین کھڑکی کے ذریعے گھٹنوں کے بل
رینگ کر سان فرانسسکو کی بلدیہ کے دفتر میں داخل ہوا۔ اس نے یہ غیر روایتی طریقہ اس لئے
اختیار کیا تاکہ مرکزی دروازے پر لگی ٹی وی اسکرین سے بچ سکے۔۔۔۔ وجہ جلد ہی ظاہر ہوگئی۔
ایک بار اندر آ کر وائٹ جانے پہچانے راستوں پر چلنے لگا۔۔۔۔ وہ کچھ واپس لینے آیا تھا۔ چند
ماہ پہلے وہ سٹی سپروائزر کی حیثیت سے بلدیہ کا اعلیٰ افسر اور پرجوش نوجوان سیاست دان تھا۔ مگر
رشوت ستانی والے سیاسی نظام سے گھبرا کر اچانک اس نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔
اب وہ اپنی نوکری واپس چاہتا تھا اور صرف ایک شخص۔۔۔۔ میئر جارج موسکون ہی اس کی مدد

کر سکتا تھا۔ وائٹ جارج کے دفتر میں داخل ہو گیا۔
دونوں آدمی کئی منٹ تک گفتگو کرتے رہے جو رفتہ رفتہ جھگڑے میں بدل گئی۔ گرما گرمی میں جارج نے صاف لفظوں میں وائٹ کو بتایا کہ اب اسے دوبارہ نوکری نہیں مل سکتی کیونکہ وہ سیاسی طور پر اس کے لئے خطرہ بن چکا ہے۔ یہ سن کر وائٹ نے اپنا ریوالور نکالا اور اپنے سابق باس کے سینے میں چار گولیاں اتار دیں۔ ریوالور میں دوبارہ گولیاں بھرنے کے بعد وائٹ ہاروے ملک کو تلاش کرنے لگا جو طویل عرصے سے اس کا سیاسی دشمن تھا، وہ ایک اور سٹی سپر وائزر تھا۔ پانچ گولیوں نے ہاروے کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ وائٹ فرار ہو گیا مگر ایک گھنٹے بعد اس نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔
پولیس ہوشیاری سے وائٹ کی چوکیداری کرنے لگی کیونکہ ہاروے ہم جنس مرد تھا اور ہم جنسوں کی تنظیم کا اہم رکن بھی۔ اس کے ساتھی بدلے میں وائٹ کو قتل کر سکتے تھے کیونکہ وہ سخت طیش میں تھے۔ صورت حال اتنی خطرناک تھی کہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

دوہرے قتل کا مقدمہ

1 مئی 1979ء کو مقدمے کا آغاز ہوا۔ وکیل استغاثہ نے آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ملزم نے دانستہ، شیطانی جذبے کے تحت دوہرے قتل کئے ہیں لہٰذا اسے گیس چیمبر میں مرنے کے لیے بھیجا جائے۔
جب وائٹ کا وکیل، ڈگلس اپنے دلائل دینے کھڑا ہوا تو کمرۂ عدالت میں موجود سب لوگوں کو اس سے ہمدردی تھی...... آخر کار وہ ایسے ملزم کا دفاع کر رہا تھا جو دو قتل کرنے کا اعتراف کر چکا تھا۔ لیکن جلد ہی ڈگلس نے بڑی مہارت سے تقریر کرتے ہوئے ارکان جیوری کی توجہ جرم سے ہٹا کر ان جذباتی صدمات کی طرف مبذول کر دی جن سے کہ وائٹ ملازمت چھوڑنے کے بعد گزرا تھا۔ شمڈٹ نے اعلان کیا "اچھے لوگ، نیک لوگ اور پڑھے لکھے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے جذبات سے عاری ہو کر انسانوں کو قتل نہیں کرتے۔ ایسا نہیں ہوتا اور یقیناً وائٹ کی شخصیت کے کچھ حصے ہمارے سامنے نہیں آئے۔" شمڈٹ نے دعویٰ کیا کہ وائٹ نے شدید ڈپریشن کے زیر اثر قتل کئے جس میں اسے اپنے اوپر قابو نہیں رہا۔

استغاثہ نے کئی گواہ پیش کیے جنہوں نے اس بدقسمت دن سٹی ہال میں ہونے والے واقعات سنائے۔ ان میں سب سے اہم سان فرانسسکو کی نئی میئر ڈیانا فینسٹین تھی۔ ڈیانا نے بتایا کہ وائٹ موجودہ سیاسی نظام سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ ذہنی طور پر پریشان ہوتا گیا۔ جرح کے دوران شمڈٹ نے اس وقت بڑی کامیابی حاصل کی جب اس نے ڈیانا سے پوچھا "آپ کے خیال میں وائٹ جیسا آدمی دو انسانوں کو گولی مار سکتا تھا؟"

وکیل استغاثہ نے اس سوال پر بڑا احتجاج کیا مگر جج کے حکم پر ڈیانا نے کہا "نہیں، وہ ایسا نہیں تھا۔"

اس کے بعد استغاثہ کبھی نہیں سنبھل سکا بلکہ انہیں ایک اور زبردست دھچکا لگا۔ وائٹ نے قتل کرنے کے چند گھنٹوں بعد اعتراف جرم کیا تھا جو پولیس نے ریکارڈ کر لیا۔ استغاثہ کے مطابق وہ ٹیپ ان کا سب سے طاقتور ہتھیار تھی مگر اس نے الٹا اثر دکھایا۔ ٹیپ کے ذریعے وائٹ کو پھانسی ملنی چاہیے تھی مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ ارکان جیوری نے وائٹ کی بھرائی ہوئی آواز میں سنا "آج کل میرے اوپر کئی زبردست دباؤ ہیں، مثلاً مالیاتی دباؤ، میں بے روزگار ہوں، پھر خاندان کا دباؤ ہے۔۔۔۔ میں اب بھی اسے وقت نہیں دے پاتا، میرے بچے میرے لئے ترستے ہیں۔" وائٹ نے قتل کرنے کا ایک صرف ایک بار ذکر کیا اور اس کی باتیں اتنی جذباتی تھیں کہ کئی ارکان جیوری اس کی باتیں سنتے ہوئے رونے لگے۔ صاف ظاہر تھا کہ حالات وائٹ کے قابو سے باہر ہو گئے تھے۔ وکلائے استغاثہ کو اس ثبوت پر یقین نہیں آیا جو ان کی آنکھیں اور کان پیش کر رہے تھے۔۔۔۔ ڈان وائٹ ملزم سے ہمدردی کا مستحق انسان بن گیا تھا۔

انوکھا دفاع

شمڈٹ نے استغاثہ کی خامیوں اور صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور مقدمے میں وائٹ کی ذہنی کیفیت سب سے نمایاں ہو گئی۔ کئی ماہرین نفسیات نے تصدیق کی کہ مدعا علیہ قتل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جب اسے اپنے اوپر قابو نہ رہا تو قتل کر بیٹھا۔ وکلائے صفائی نے اس ضمن میں ثبوت پیش کئے کہ نوکری چھوڑنے کے بعد وائٹ بازاری کھانوں (جنک فوڈ) اور ٹافیوں کا

شوقین بن گیا لہٰذا اس کے خون میں شکر کی سطح حد سے زیادہ بڑھ گئی نتیجتاً اسے اپنے دماغ پر قابو نہ رہا اور وہ جذباتی کیفیت میں رہنے لگا۔ یہ ایک انوکھا مگر موثر دفاع تھا۔

لیکن ارکان جیوری شمڈٹ کی اس دلیل سے متاثر ہوئے کہ وائٹ ایک نیک اور ایمان دار افسر ہے جسے بے ایمان سیاسی نظام نے شکست دے دی کیونکہ وہ اس میں تبدیلیاں لانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ شمڈٹ نے کہا "اسی لئے وہ ذہنی مریض بن گیا اور مایوسی کے عالم میں انتہائی قدم اٹھا بیٹھا۔ میں عدالت سے درخواست کرتا ہوں کہ کیلی فورنیا کے قوانین کے مطابق اسے غیر ارادی قتل کا مرتکب قرار دیا جائے۔"

ارکان جیوری نے 21 مئی 1979ء کو اس بات سے اتفاق کیا اور وائٹ کو غیر ارادی قتل کرنے پر سزا کا حق دار قرار دیا۔ جج نے اسے قانون کے مطابق سات سال آٹھ ماہ کی قید با مشقت سنائی۔ اگر وائٹ اچھے رویے کا مظاہرہ کرتا تو پانچ سال میں رہا ہو سکتا تھا۔

جب سان فرانسسکو کے ہم جنس مردوں کو اس فیصلے کی خبر ملی تو انہوں نے سٹی ہال کے باہر بہت بڑا مظاہرہ کیا اور ان کی پولیس سے جھڑپیں بھی ہوئیں۔ ان کا مطالبہ تھا کہ وائٹ کو پھانسی دی جائے مگر حکومت نے ان کا احتجاج مسترد کر دیا۔

1984ء میں اچھے رویے کا مظاہرہ کرنے پر وائٹ کو رہا کر دیا گیا مگر آزادی کی دیوی اس پر مہربان نہیں ہوئی بلکہ تباہی کا پیغام لائی۔ ڈان وائٹ کو بھوت پریت مسلسل تنگ کرتے رہے، آخر کار 21 اکتوبر 1985ء کو اس نے خودکشی کر کے اپنی المیہ زندگی کا اختتام کر دیا۔

جان ہینکلے کا مقدمہ: 1982ء

مدعا علیہ: جان ہینکلے ۔ الزام: قتل کی کوشش ۔ استغاثہ: راجر ایڈلمین اور رابرٹ چیپ مین ۔ وکلائے صفائی: لان جی. گریگوری کریگ اور دیگر ۔ جج: بریٹنگٹن پارکر ۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی ۔ مقدمے کی تاریخیں: 27 اپریل اور 21 جون 1982ء ۔ فیصلہ: دیوانگی کی وجہ سے بے گناہ ۔

اہمیت

دیوانگی کی استدعا ایک ایسی غیر واضح بات ہے جسے اب تک نہ وکیل سمجھتے ہیں نا عام آدمی اگرچہ اس کی استدعا بڑی مشکل ہوتی ہے اور اسے قبول کرنا اور زیادہ مشکل ۔ لیکن فیصلے کے خلاف زبردست احتجاج کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا دفاع کے لئے دیوانگی کی استدعا کرنا درست ہے؟

حقائق ناقابل تردید تھے ۔۔۔۔ 30 مارچ 1981ء کو جان ہینکلے جونیئر نے واشنگٹن ہلٹن ہوٹل کے باہر امریکی صدر رونالڈ ریگن اور ان کے ساتھیوں پر چھ فائر کئے ۔ صدر، پریس سیکرٹری جیمز بریڈی، پولیس افسر تھامس ڈیلاہینٹی اور سی آئی اے ایجنٹ ٹموتھی میکارتھی زخمی ہوئے ۔ بعد کو سب صحت یاب ہو گئے مگر جان ہینکلے کو قتل کے حملے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ۔
اس حملے کی کارروائی ویڈیو ٹیپ میں محفوظ تھی جسے بار بار ٹیلی ویژن پر چلایا گیا لہٰذا ہینکلے کے مقدمے کا نتیجہ سب کے سامنے تھا ۔۔۔۔ لیکن وکلائے صفائی نے اعلان کیا کہ وہ ملزم کو دیوانہ ہونے کی بنا پر بے گناہ قرار دینے کی اپیل کریں گے ۔ اس ضمن میں انہیں اس وقت اہم

کامیابی ملی جب جج بیرنگٹن پارکر نے وفاقی قانونی قوانین کے کے تحت مقدمہ سننے کا فیصلہ کیا جس میں استغاثہ پر یہ بوجھ پڑ گیا کہ وہ ہینکلے کو باشعور ثابت کرے جب کہ مقامی قوانین کے تحت وکلائے صفائی نے اپنے موکل کو پاگل ثابت کرنے کی جدوجہد کرنی تھی۔

گھٹنوں کے بل رینگتا قاتل

5 مئی 1982ء کو مقدمے کا آغاز ہوا۔ وکیل استغاثہ راجر ایڈلمین نے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ ہینکلے شروع سے صدر پر گولیاں چلانے کا ارادہ رکھتا تھا لہٰذا جیسے ہی صدر ہوٹل سے باہر آئے وہ چوکنا ہو کر گھٹنوں کے بل جھک گیا جو تجربے کار قاتل اپنے شکار کو نشانہ بنانے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ اس نے پھر زمین پر تقریباً لیٹ کر چھ گولیاں چلائی جن سے چار آدمی زخمی ہوئے۔ راجر کے مطابق ''یہ مقدمے کے مرکزی اور اہم نکتہ تھا۔''

وکیل صفائی، ونسنٹ فیولر نے راجر کی باتوں سے اتفاق کیا مگر مقصد کی نوعیت پر اختلاف کیا۔ اس نے بتایا کہ ہینکلے چار برس سے اداکارہ جوڈی فوسٹر کے عشق میں بری طرح مبتلا ہے یہاں تک کہ نفسیاتی مریض بن کر علاج بھی کرواتا رہا۔ فیولر کے مطابق جب ہینکلے فوسٹر سے ملنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو مایوسی کے عالم میں اپنی تنہائی کی دنیا میں مقید ہو گیا۔ وہ پھر صدر جمی کارٹر اور بعد کو صدر ریگن کا تعاقب کرتا رہا۔ حادثے والے دن ہینکلے نے واشنگٹن ہوٹل میں کمرہ کرایے پر لیا اور فوسٹر کو ایک خط لکھا جس میں اپنے عزائم کا کھلا اظہار کیا:

''پیاری فوسٹر،

مجھے یقین ہے کہ ریگن کو قتل کرتے ہوئے میں مارا جاؤں گا۔ اسی لئے میں اب تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔۔۔۔ تم سے درخواست ہے کہ برائے مہربانی میرے دل میں جھانکو اور کم از کم اس تاریخی موقع پر مجھے اپنی محبت عطا کرو۔

میں ہمیشہ تم سے محبت کرتا رہوں گا۔

جان ہینکلے''

ملزم کے باپ، جیک ہینکلے نے نہایت جذباتی گواہی دی اور اپنے بیٹے کو بے گناہ قرار دیا۔ باپ بیٹے کے تعلقات اتنے کشیدہ ہو گئے تھے کہ جیک نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اس تلخی

کا ذکر کرتے ہوئے جیک نے بھرائی آواز میں کہا:

"جان کی تباہی کا ذمے دار میں ہوں۔ اسے مدد کی ضرورت تھی مگر میں نے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ خدا سے میری التجا ہے کہ کاش اس کی جگہ میں کٹہرے پر کھڑا ہوتا۔"

یوں رفتہ رفتہ مقدمہ ڈاکٹروں اور ماہرین نفسیات کے مابین جنگ کا میدان بن گیا۔ وکلائے صفائی کا کہنا تھا کہ ہنکلے ایک ذہنی مریض اور دیوانہ ہے مگر استغاثہ کا دعویٰ تھا کہ اس نے سوچ سمجھ کر گولیاں چلائیں۔ ملزم کا باپ امیر آدمی تھا لہٰذا بیٹے کے حق میں بیان دلوانے کے لئے اس نے ماہرین نفسیات کو منہ مانگی فیسیں دیں۔

وہ کتنا پاگل ہے؟

ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ڈیوڈ بیئر نے بتایا کہ ہنکلے، جوڈی فوسٹر کی فلم 'ٹیکسی ڈرائیور' مریضانہ حد تک پسند کرتا تھا۔ اس میں ایک اہم کردار، ٹریوس بکل صدارتی امیدوار کو گولی مارتا ہے۔ بکل بعد کو ایک خوبصورت عورت کا محبوب بن جاتا ہے، اس سے ہنکلے کو یقین ہو گیا کہ جوڈی فوسٹر سے قریب ہونے کا واحد راستہ تشدد ہے۔۔۔۔ لہٰذا جب اس نے گولیاں چلائیں اس وقت وہ دراصل فلمی کہانی کے زیر اثر تھا۔

ایک اور ماہر نفسیات، ڈاکٹر پارک ڈینٹر نے بتایا کہ ہنکلے بگڑا ہوا امیر نوجوان ہے جو کسی کوشش کے بغیر کامیابی اور شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آخر اسے یہ ترکیب سوجھی کہ وہ کوئی سنسنی خیز جرم کر کے باآسانی مشہور ہو سکتا ہے۔ وہ پھر مختلف جرائم کی نوعیت پر غور کرنے لگا تاکہ سب سے بڑا جرم کر کے شہرت حاصل کر سکے۔ ڈاکٹر پارک کے مطابق "ہنکلے ذہنی مریض ہے اور تصوراتی دنیا میں کھویا رہنا پسند کرتا ہے۔"

18 جون 1982ء کو ارکان جیوری جب فیصلہ کرنے کے لئے اپنے کمرے میں گئے تو یقیناً ان کے سامنے کافی مسائل تھے۔ انہوں نے پیر کے دن فیصلہ سنایا۔۔۔۔ ہنکلے کو ذہنی مریض ہونے کی وجہ سے بری کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد ہنکلے کو ایک پاگل خانے میں داخل کروا دیا گیا اور اب تک وہ وہیں مقیم ہے۔ اس فیصلے کو امریکی عوام کی اکثریت نے ناپسند کیا۔

نیو بیڈفورڈ زنا کا مقدمہ: 1984ء

مدعا علیہ: جان کورڈیرو، جوز میڈیروس، ورگیلو میڈیروس، وکٹر راپوسو، ڈینیل سلوا اور جوزف ویریا۔ الزام: زنا۔ استغاثہ: رونالڈ پینا اور ریمنڈ ویری۔ وکلائے صفائی: ایڈورڈ ہیرنگٹن، جوڈتھ لنڈل اور دیگر۔ جج: ولیم ینگ۔ جگہ: فال ریور (میساچوسٹس) تاریخیں: 23 فروری تا 21 مارچ 1984ء۔ فیصلے: کورڈیرو، راپوسو، سلوا اور ویریا (مجرم) اور جوز میڈیروس اور ورگیلو میڈیروس (بے گناہ)۔ سزا: چھ تا بارہ سال قید۔

اہمیت

اس جرم کے بعد قومی سطح پر یہ بحث چھڑ گئی کہ کیا عورت کا آزاد رویہ (کئی لوگوں کے مطابق) اس پر ہونے والے جنسی حملے کا سبب بن سکتا ہے؟ جب چارلز مان کو سزا ملی تو خواتین کی تنظیموں نے اس کا خیر مقدم کیا جن کا اصرار تھا کہ عدالت میں زنا کرنے والے والوں پر مقدمہ چلایا جائے، زنا کا شکار ہونے والی خواتین کے رویے پر نہیں!

---

6 مارچ 1983ء کو میساچوسٹس کے شہر نیو بیڈفورڈ کے ایک شراب خانے، بگ ڈانز ٹیورن میں ایک عورت کے ساتھ گروہی زنا ہوا تو پورے امریکا میں اس کی تشہیر ہوئی۔ ابتدائی خبروں کے مطابق چھ مردوں نے دو گھنٹے تک دو بچوں کی اکیس سالہ ماں کی بے حرمتی کی جب کہ دس پندرہ آدمی اس واقعے کو دیکھتے ہوئے تالیاں بجا کر ملزموں کو داد دیتے رہے۔ چشم دید

گواہوں کے مطابق دو مردوں نے عورت کو دہنی جماع (Oral sex) کرنے پر مجبور کیا پھر دو اور مردوں نے اسے ایک میز پر زبردستی لٹایا اور اس کی بے عزتی کی۔ شراب خانے کے ملازم کو فون تک جانے سے روک دیا گیا۔ زنا میں حصہ نہ لینے والے ایک مرد نے پہلے ملازم کی یہ التجا ٹھکرا دی کہ پولیس کو فون کرو پھر اس نے فون کیا مگر غلط نمبر مل گیا اور پھر دوبارہ فون نہیں کیا۔

خواتین کی کئی تنظیموں اور نیو بیڈفورڈ کے شہریوں کے احتجاج کے بعد شراب خانہ بند کر دیا گیا لیکن شہر میں مقیم پرتگیزی کمیونٹی جلد ہی ملزموں کی پشت پر آ گئی، کیونکہ زنا بالجبر کرنے والے پرتگیزی تھے۔ اس کا دعویٰ تھا "ایسا عورت کی وجہ سے ہوا کیونکہ پہلی بات یہ کہ اسے گھر میں ہونا چاہئے تھا یہ کہ اس کے آزاد رویے نے یہ گل کھلایا۔"

'نیویارک ٹائمز' نے پرتگیزیوں کے جذبات کو یہ شکل دی:

"وہ سمجھتے ہیں کہ عورت کے ساتھ زنا نہیں ہوا بلکہ اس نے از خود زنا کروایا، یہ ایک مختلف جرم ہے جس کا باران کے خیال میں عورت کو اٹھانا چاہئے۔ آخر کار وہ جذبات بھڑکانے والے کپڑے پہن کر شراب خانے میں داخل ہوئی، شراب پی، مردوں سے فلرٹ کیا۔۔۔۔ یہ ایسا رویہ ہے جو ان جیسی روایتی کمیونٹی میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔"

مقدمے کا آغاز

23 فروری 1984ء کو فال ریور (میساچوسٹس) میں مقدمے کا آغاز ہوا۔ ڈینیل سلوا (عمر چھبیس سال)، جان کورڈیرو (تیئیس سال)، جوزف ویریا (چھبیس سال) اور وکٹر راپوسو (تیس سال) پر زنا بالجبر کا الزام تھا جب کہ جوز میڈیروس (بائیس سال) اور ورگلیو میڈیروس (تیئیس سال) پر الزام تھا کہ انہوں نے زنا کا جرم کرنے میں متذکرہ بالا ملزمین کی مدد کی۔ سب سے پہلے ڈینیل اور جوزف پر سہ پہر کے سیشن میں مقدمہ چلایا گیا۔ تمام ملزموں اور ایک گواہ، کارلوس ماچاڈو نے ترجمانوں کی مدد سے پرتگیزی زبان میں بات چیت کی۔

اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ اٹارنی، ریمنڈ ویری نے جج ولیم ینگ اور جیوری کے سامنے ڈینیل اور جوزف کا مقدمہ پیش کرتے ہوئے کہا "نوجوان عورت کے ساتھ بے حرمتی ایسے عالم میں کی گئی کہ شراب خانے میں موجود دوسرے لوگ یوں تالیاں بجا رہے تھے جیسے بیس بال کے کسی

کھیل میں شریک ہوں۔" اس نے مزید بتایا کہ ڈیوڈ نے عورت کو دھکا دے کر ایک میز پر لٹایا پھر اس کے ساتھ زنا کیا۔ بعد کو جوزف نے اس کی جگہ سنبھال لی۔

اگلے دن عورت نے اپنا بیان دیا جس نے اپنی شناخت پوشیدہ رکھنے کی درخواست کی تھی۔" جب انہوں نے مجھے پکڑا تو میں چلانے لگی۔۔۔۔۔۔مدد کے لئے پکارنے لگی مگر کسی نے میری مدد نہیں کی بلکہ لوگ ہنستے ہوئے مجھ پر آوازے کسنے لگے۔" اس نے بتایا کہ وہ اپنی دو چھوٹی بیٹیوں کو سلا کر سگریٹ خریدنے گھر سے نکلی۔ اس وقت تک سٹور بند ہو چکے تھے لہٰذا وہ شراب خانے تک چلی آئی۔ اس نے وینڈر مشین سے سگریٹ خریدے پھر شراب خانے میں موجود اکلوتی عورت کے ساتھ بیٹھ کر شراب کا ایک گلاس پیا۔ بعد کو وہ عورت چلی گئی۔ اس نے بتایا کہ جب وہ خود دروازے کی طرف بڑھی تو ایک مرد نے اس کی جیکٹ پکڑ لی، اس پر اس نے کہا" تمہیں یہ گھٹیا حرکت کرنے کی جرات کیسی ہوئی؟"

لیکن ایک اور مرد نے دھکا دے کر اسے فرش پر گرا دیا پھر دونوں نے اس کے پیر پکڑے اور اسے فرش پر گھسیٹنے لگے۔ وہ ٹانگیں چلاتے ہوئے چیخیں مارنے لگی مگر وہاں موجود کوئی مرد اسے بچانے نہیں آیا، شراب کے نشے میں مدہوش سب نامرد ہو چکے تھے۔ عورت نے عدالت کو بتایا کہ ایک مرد نے پھر زبردستی اسے میز پر لٹایا اور اس کی پتلون اتار دی۔ بعد کو ایک مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا جب کہ دوسرے نے اسے پکڑے رکھا۔ مرد کام ختم کر کے جگہ بدل لیتے اور کئی بار اس کی بے حرمتی کی گئی۔

وکلائے صفائی نے عورت پر الزام لگایا کہ اس نے اپنی طرف سے یہ کہانی گھڑی ہے تاکہ شراب خانے کے مالکوں پر ہرجانے کا دعویٰ کر کے ہزاروں ڈالر کما سکے مگر عورت نے الزام مسترد کر دیا۔ انہوں نے پھر جرح کرتے ہوئے عورت سے سوال کیا" تم نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ چھ آدمیوں نے تمہارے ساتھ زنا کیا مگر عدالت میں تمہارے بیان کے مطابق چار آدمی تھے۔"

عورت نے پرسکون انداز میں جواب دیا" جب میں پولیس تک پہنچی تو بہت پریشان تھی اور میرے حواس قابو میں نہیں تھے۔"

6 مارچ کی رات شراب خانے میں کارلوس ماچاڈو گاہکوں کو شراب دے رہا تھا، اس نے بیان دیا "میں نے دیکھا کہ عورت فرش پر گری ہوئی ہے اور چلا رہی ہے جب کہ جوزف اور ڈیوڈ اس کی پتلون اتارنے کی کوشش کر رہے تھے۔" اس کے مطابق جوزف اور ورگلیو چلا چلا کر کہہ رہے تھے "جلدی کرو، ایسے ہی ہونا چاہیے۔" کارلوس نے بتایا کہ ان میں ایک نے اسے فون تک جانے نہیں دیا۔ بعد کو وکٹر اور جان نے زبردستی عورت کے ساتھ جنسی فعل کرنے کی کوشش کی۔ اب اسے میز پر لٹایا گیا، ڈنیکل نے اپنی پتلون اتاری اور اس پر چڑھ گیا۔

2 مارچ کو جب وکلائے صفائی نے کارلوس پر جرح کی تو اس نے بتایا "زنا ہونے سے قبل میں نے عورت کو دیکھا تھا، وہ لڑکوں کے ساتھ ہنستے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔ میرا دل چاہا کہ پولیس کو بلوا کر اسے باہر نکلوا دوں۔"

وکیل صفائی، کینیتھ سلیوان نے کارلوس سے پوچھا کہ وہ عورت کو شراب خانے سے کیوں نکلوانا چاہتا تھا؟ کارلوس نے جواب دیا "اس کے گرد لڑکوں کا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔"

کینیتھ نے کہا "تو گویا یہ اتنی غیر معمولی بات تھی کہ تم نے سوچا اس عورت کو باہر نکال دینا چاہیے؟"

کارلوس نے کہا "ہاں کیونکہ کوئی حادثہ ہونے کا خدشہ تھا۔" اس نے یہ بھی بتایا کہ عورت نے ایک نہیں شراب کے تین گلاس پیئے تھے۔

استغاثہ نے انیس گواہ بلائے جن میں پولیس کی ملازم، سینڈرا گریس بھی شامل تھی۔ اس نے گواہی دیتے ہوئے کہا "جب میں عورت سے ملی تو حادثہ ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی۔ عورت کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اس پر ہسٹریا کا دورہ پڑا ہے، وہ صدمے کی حالت میں تھی۔" ایک اور افسر نے بتایا "جب میں شراب خانے پہنچا تو مجھے عورت باہر بیٹھی ہوئی ملی، اس کی پتلون غائب تھی اور اس کی حالت دیکھ کر صاف پتہ چلتا تھا کہ بار بار اسے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔"

پولیس کے جاسوس، کیلتھ گورلے نے بیان دیتے ہوئے کہا "جب جان کورڈیرو پولیس اسٹیشن پہنچا تو اس نے کہا کہ جو کچھ ہوا وہ اس کے بارے میں بتانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اسے بہت افسوس ہے، وہ نشے میں تھا لیکن اس نے جو کچھ کیا، یہ اس کا عذر نہیں بن سکتا۔ جان

نے تسلیم کیا کہ اس نے وکٹر کے ساتھ مل کر عورت کی ٹانگیں پکڑے رکھیں۔

13 مارچ 1984ء کو ڈیوڈ سلوا کے وکیل صفائی، ایڈورڈ ہیرنگٹن نے واقعات کا ایک نیا روپ پیش کیا۔ ایڈورڈ نے کہا ''ڈیوڈ شروع میں تنہا عورت کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ جب ڈیوڈ نے عورت کی پتلون اتاری تو دونوں فرش پر گر پڑے۔ ڈیوڈ نے پھر عورت کو میز پر رکھا اور اس وقت ڈیوڈ کے ذہن میں یہی بات تھی کہ وہ دونوں کچھ لطف لیتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کئی مرد ان کے قریب آ گئے اور زنا بالجبر کا جرم ظہور پذیر ہوا۔ ایڈورڈ نے دعویٰ کیا ''ڈیوڈ اور عورت کے درمیان ہم آہنگی ہو گئی تھی۔ وہ اس سے ملاپ کے لئے تیار تھی۔ جب اس کی پتلون اتری، وہ شہوانی حالت میں تھی لہٰذا چیخی نہ چلائی، عورت نے کسی قسم کا احتجاج نہیں کیا۔''

ایڈورڈ نے پھر چار گواہوں کو بلایا، ان میں ایک لزیٹا روبیڈا عورت کی سہیلی تھی۔ اس نے کہا ''میں نے اپنی سہیلی سے کہا تھا کہ وہ گھر پر ہی ٹھہرے کیونکہ وہ نشے میں تھی، اس نے میرے ساتھ شام کے وقت شراب کے دو گلاس پیئے تھے۔'' دوسری گواہ میری کوریا 6 مارچ کی رات شراب خانے میں موجود تھی۔ اس نے بیان دیتے ہوئے کہا ''جب میں عورت سے ملی تو وہ شوخ اور چنچل موڈ میں تھی۔ وہ نچلی نہیں بیٹھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ہوس چمک رہی تھی۔'' مگر پولیس کے ماہر سمیات، چارلس ویٹک نے اپنے بیان میں کہا ''عورت کی شراب میں نشہ آور دوا شامل تھی، اس کا مطلب ہے کہ اسے دانستہ نشے میں لایا گیا'' یہ پتہ نہیں چل سکا کہ کس نے اس کی شراب میں نشہ آور چیز ملائی۔

ڈینیل سلوا نے بیان دیتے ہوئے کہا ''عورت نے میرے ساتھ بہت باتیں کی، وہ میرے ساتھ سونے کے لئے تیار تھی۔ اس نے ایک بار مجھ سے پوچھا کیا میرے پاس نشے آور دوا ہے، میں نے بتایا کہ نہیں مگر اسے پیش کش کی وہ میرے ساتھ گھوم پھر سکتی ہے۔ اس نے میری پیش کش قبول کر لی۔ وہ بہت خوش نظر آتی تھی۔'' ڈیوڈ نے مزید کہا ''ہم نے پہلے ایک دوسرے کے بوسے لئے پھر نیم برہنہ ہو گئے لیکن اس وقت کئی مرد آ گئے۔'' شراب خانے کے ملازم کو جھٹلاتے ہوئے ڈیوڈ نے کہا کہ اس نے عورت کے ساتھ زنا نہیں کیا۔

ملزمان کو سزائیں ملتی ہیں

17 مارچ 1984ء کو آٹھ مردوں اور چار عورتوں کی جیوری نے ڈینکیل سلوا اور جوزف ویریا کوز نا کا مجرم قرار دیا۔ فیصلہ سننے کے بعد عدالت میں موجود چند لوگوں نے "شرم، شرم" کے نعرے لگائے۔ جب یہ خبر پرتگیزی کمیونٹی تک پہنچی تو انہوں نے ارکان جیوری کو کھلے عام فحش گالیاں دیں اور سفید فاموں (انگریزوں) کی چند گاڑیوں کے شیشے بھی توڑ دیئے۔ مگر اس شام خواتین کے اداروں نے 'موم بتی جلوس' نکالا جس میں ڈھائی ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

22 مارچ کو دوسرے مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا، جیوری نے ورگلیو اور جوز میڈیروس کو رہا کر دیا مگر جان کورڈیرو اور وکٹر راپوسو کو مجرم قرار دیا۔ ان فیصلوں سے فال ریور میں خاصی ہلچل پیدا ہوئی۔ اسی شام تین سے چار ہزار لوگوں نے عورت کے حق میں جلوس نکالا۔ دوسرے دن سات سے دس ہزار لوگوں نے فیصلوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مظاہرہ کیا۔

جج نے چار مجرموں کو چھ سے بارہ سال کے لئے جیل بھجوا دیا۔ عورت اپنے بچوں کے ساتھ میامی چلی گئی اور وہاں دسمبر 1986ء میں کار کے حادثے میں ہلاک ہوگئی۔

ٹیکساس بامقابلہ جانسن :1989ء

ملتجی: ٹیکساس ریاست۔ مدعاعلیہ: گریگوری لی جانسن۔ ملتجی کی استدعا: مدعاعلیہ نے قومی جھنڈا جلا کر جرم کیا ہے۔ ملتجی کے وکلاء: کیتھی ایسی اور دیگر، وکلائے صفائی: ولیم کنسلر اور دیگر۔ جج: ہیری بلیک من، ولیم برینن اور سات دیگر جج۔ جگہ: واشنگٹن ڈی سی۔ فیصلے کی تاریخ: 21جون 1989ء۔ فیصلہ: ٹیکساس کا دعویٰ غلط قرار دیا گیا۔

اہمیت

امریکی عوام امریکی جھنڈا جلانے کے فعل کو بڑی نفرت سے دیکھتے ہیں مگر امریکی آئین کی پہلی ترمیم کے ذریعے اسے اور سیاسی اظہار کی دوسری ناپسندیدہ اقسام کو تحفظ حاصل ہے۔

ڈلاس (ٹیکساس) کا رہائشی گریگوری لی جونسن ایک امریکی کمیونسٹ پارٹی کا سرگرم کارکن تھا۔ 22 اگست 1984ء کو جب پارٹی۔۔۔۔انقلابی کمیونسٹ یوتھ بریگیڈ نے ریگن انتظامیہ کے خلاف ایک جلوس نکالا تو اس میں لی جونسن نے ایک امریکی جھنڈے پر پٹرول چھڑکا اور اسے آگ لگادی۔ اس وقت جلوس کے شرکا نعرے لگا رہے تھے "اے امریکا، ہم تجھ پر تھوکتے ہیں۔" جب جھنڈا جل گیا تو مظاہرین منتشر ہوگئے۔ اب کئی صدمہ زدہ تماشائی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے ایک مقامی باشندے کے صحن میں جلے جھنڈے کی راکھ دفن کر دی۔ مظاہرے میں کوئی زخمی نہیں ہوا، کسی کی جائداد کو نقصان نہیں پہنچا البتہ جھنڈا ضرور جلایا گیا۔

جھنڈا جلتے ہوئے صحافی اور پولیس کے سپاہی بھی موجود تھے۔ جب موقع پر پولیس افسران پہنچے تو ان کے حکم پر جونسن کو گرفتار کرلیا گیا۔

ٹیکساس ریاست کا قانون تھا کہ ریاستی یا قومی جھنڈے کو جلانا جرم ہے لہٰذا قومی جھنڈا جلانے پر جونسن کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔ جونسن پر ڈیلاس کاؤنٹی کریمنل کورٹ نمبر 4 پر مقدمہ چلا، جج نے اسے ایک سال کی قید بامشقت اور دو ہزار ڈالر کی سزا سنائی۔

23 جنوری 1986ء کو ڈیلاس کے کورٹ آف اپیلز نے جونسن کی سزا برقرار رکھی تب اس کے وکلاء نے ٹیکساس کورٹ آف اپیلز میں فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی، اس عدالت نے جونسن کی سزا ختم کردی جو ماتحت عدالتوں نے اسے دی تھی۔

ٹیکساس ریاست نے سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل کی۔ 21 مارچ 1989ء کو مقدمے کی سماعت ہوئی۔ 21 جون کو تین کے مقابلے میں چھ ججوں نے ٹیکساس کورٹ آف اپیلز کے فیصلے کو برقرار رکھا اور یہ کہا ''آئین کی پہلی ترمیم لوگوں کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اختلاف کرسکتے ہیں لہٰذا اگر کوئی قومی یا ریاستی جھنڈا جلاتا ہے تو اس سے قومی اتحاد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا۔''

سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے سیاست دانوں نے کچھ عرصے کے لئے کافی شور مچایا۔ آخر صدر جارج بش کو کہنا پڑا کہ آئین میں ترمیم ہونی چاہیے تاکہ پھر کوئی قومی جھنڈا نہ جلا سکے مگر ان کی تجویز جلد ہی اپنی موت آپ مرگئی۔ جونسن مقدمے سے کئی امریکیوں کو علم ہوا کہ امریکی آئین کے تحت مختلف اقسام کا سیاسی احتجاج کیا جاسکتا ہے اور اس میں قومی جھنڈا جلانے جیسا ناپسندیدہ اور قابل نفرت فعل بھی شامل ہے۔

جم بیکر کا مقدمہ

مدعا علیہ: جم بیکر۔ الزام: فراڈ اور سازش۔ استغاثہ: جیری طراور ڈیبرا اسمتھ۔ وکلائے صفائی: ہیرلڈ جینڈر اور جارج ڈیوس۔ جج: رابرٹ پوٹر۔ جگہ: شارلوٹ (نارتھ کیرولینا) مقدمے کی تاریخیں: 21 اگست تا 5 اکتوبر 1989ء۔ فیصلہ: مجرم۔ سزا: پینتالیس سال قید اور پانچ لاکھ ڈالر جرمانہ۔

اہمیت

جم بیکر امریکا کا مشہور پادری تھا جو ٹیلی ویژن پر آ کر وعظ اور تبلیغ کرتا تھا لیکن اس نے اپنے پیروکاروں کو دھوکہ دیا اور جیل کی ہوا کھانے لگا۔ اس کی غلط حرکات کی وجہ سے امریکا میں عیسائیت کو زبردست دھچکا لگا اور کئی عیسائی سیکولر مذہب کی طرف راغب ہو گئے۔

امریکی ٹیلی ویژن پر پادری جم بیکر کا پروگرام 'خدا کی تعریف کرو' (Praise the lord) بہت مشہور رتھا۔ جم بیکر اس میں وعظ کرتا تھا اور اپنے زورِ خطابت سے لوگوں کو رلا دیتا تھا۔ لیکن 1987ء میں اس کے پیروکار عیسائیوں کو یہ جان کر سخت دھچکہ لگا کہ اس کے اپنی سیکرٹری، جیسکا سے ناجائز جنسی تعلقات ہیں۔ یہ بات مشہور ہوتے ہی کئی سرمایہ داروں نے اسے ڈالر دینے بند کر دیے اور اس کی مالیاتی سلطنت ڈگمگانے لگی۔ اس نے اپنے پروگرام کے ذریعے تبلیغ و تشہیر کا اپنا ادارہ بنا لیا تھا۔ جب اس کے حسابات کی چھان بین ہوئی تو انکشاف ہوا کہ اس نے لوگوں سے لاکھوں ڈالر لوٹے ہیں۔ حکومت نے اب جم بیکر کے خلاف چوبیس الزامات

کے تحت مقدمہ کھڑا کر دیا۔

28 اگست 1989ء کو مقدمے کے آغاز میں وکیل استغاثہ، امریکا کے اسسٹنٹ اٹارنی جنرل، جیری ملر نے امریکیوں کو بتایا کہ 1984ء سے 1987ء تک ان کے مقبول مذہبی پیشوا نے 'ہیری ٹیج یو ایس اے تھیم پارک' کے منصوبے میں 'زندگی بھر کی پارٹنر شپ' دینے کے بدلے ان سے تقریباً سولہ کروڑ ڈالر وصول کئے۔ ایک رکن ایک ہزار ڈالر دے کر ساری زندگی کے لئے ہیری ٹیج یو ایس اے کے مقام میں ہر سال تین راتیں مفت قیام کر سکتا تھا۔ لیکن اس علاقے میں صرف پچیس ہزار سیاح قیام کر سکتے تھے جب کہ بیکر نے مزید تینتالیس ہزار کو بھی رکن بنا لیا اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے سینتیس لاکھ ڈالر اپنے ذاتی خرچوں کے لئے رکھ لے۔ ملر کے مطابق ''بیکر نے اپنے ادارے کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیا اور سہانے باغ دکھا کر ان سے رقم ہتھیالی۔''

بیکر کے وکیل جارج ڈیوس نے کہا بیکر مقدمے کے حقائق تسلیم کرتا ہے مگر اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ ''وہ دراصل ایک تخلیق کار اور مذہبی جوہر قابل ہے۔''

جب بیکر کا پرسنل اسسٹنٹ، ڈیوڈ ٹیگرٹ بیان دینے آیا تو اس نے بیکر کی پرتعیش زندگی کے متعلق کئی انکشاف کئے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ڈیوڈ کو فراڈ کرنے پر جیل ہو چکی تھی۔ اس نے بتایا کہ بیکر کے دو عالی شان گھر ہیں، وہ قیمتی کپڑے پہنتا ہے، اس کے پاس بیش قیمت ہیرے، دو رولز رائس کاریں اور ایک مرسڈیز ہے اور یہ ساری چیزیں عطیات سے حاصل کردہ رقم سے خریدی گئی ہیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عیسائیوں کے ایک بڑے پادری کے کرتوت طشت ازبام ہوئے۔

کڑی سزا ملتی ہے

جب بیکر بیان دینے آیا تو بظاہر وہ پراعتماد لگ رہا تھا مگر جب اس پر جرح ہوئی تو اس کا اعتماد سوکھے پتوں کی طرح بکھر گیا۔ استغاثہ نے اس بات پر زور دیا کہ اسے علم تھا کہ میرا ادارہ مشکلات کا شکار ہے اس کے باوجود وہ لوگوں سے رقم بٹورتا رہا اور اپنے خزانے میں اضافہ کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ بیکر کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے اپنے زوال کا ذمے دار اپنے ادارے کے چھوٹے پادریوں کو قرار دیا۔ مگر استغاثہ نے ثابت کر دیا کہ جھوٹوں اور مکاروں کا

سرداد مجرم بیکر خود تھا۔

15 اکتوبر 1989ء کو ارکان جیوری نے بیکر کو مجرم قرار دیا، جج رابرٹ پوٹر نے توقع کے مطابق اسے سخت سزا سنائی۔ اس نے اپنے فیصلے میں کہا "ہم میں سے جو لوگ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، وہ دولت کے شوقین پادریوں اور مبلغوں سے تنگ آ چکے ہیں۔" اس نے بیکر کو پینتالیس سال کی قید بامشقت اور پانچ لاکھ ڈالر کی سزا سنائی۔

مگر پوٹر نے مذہب کا ذکر بلاوجہ کیا اور حکومت کو آگے چل کر اس بات کا نقصان اٹھانا پڑا۔ بیکر کے وکلاء نے فیصلے کے خلاف اپیلز کورٹ میں اپیل کی اور فروری 1991ء میں کورٹ نے اپنی ماتحت عدالت کا فیصلہ غلط قرار دیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ مذہب کی بنیاد پر فیصلہ ہوا ہے۔ بیکر پر دوبارہ مقدمہ چلا اور 22 دسمبر 1992ء کو جج جارج مولیسن نے بیکر کو آٹھ سال قید کی سزا دی۔ بیکر 1993ء میں پیرول پر رہا ہو گیا مگر اب امریکا میں ذلت کی زندگی گزار رہا ہے۔

سنٹرل پارک جوگر زنا کے مقدمے:1990ء

مدعا علیہ: انطرون میک کرے، یوسف سالام، ریمنڈ سانتانا (پہلا مقدمہ) کیون رچرڈسن اور خیری وائز (دوسرا مقدمہ) الزام: قتل کی کوشش، زنا اور لواطت، حملہ، چوری اور دنگا (پہلا مقدمہ)۔ مندرجہ بالا تمام الزامات اور جنسی استیصال (دوسرا مقدمہ) استغاثہ: آرتھر کلیمنٹس اور الزبتھ لیڈرر۔ وکلائے صفائی: رابرٹ برنز، مائیکل جوزف اور پیٹر رویریا (پہلا مقدمہ) ہورڈ ڈلر اور کولن مورے (دوسرا مقدمہ)۔ جج: تھامس گیلگن۔ جگہ: نیویارک (نیویارک)۔ مقدمے کی تاریخیں: 13 جون تا 18 اگست 1990ء (پہلا مقدمہ)۔ 22 اکتوبر تا 11 دسمبر 1990ء (دوسرا مقدمہ) فیصلے: قتل کی کوشش، لواطت اور حملے کے الزامات سے سب بری مگر دیگر الزامات میں مجرم (پہلا مقدمہ) رچرڈسن تمام الزامات میں مجرم، وائز جنسی استیصال، حملے اور دنگے کا مجرم (دوسرا مقدمہ) سزائیں: پانچ سے پندرہ سال قید (پہلا مقدمہ) رچرڈسن کو پانچ سے دس سال قید اور وائز کو پانچ سے پندرہ سال قید۔

اہمیت

"سنٹرل پارک جوگر" کے نام سے مشہور ایک عورت پر وحشیانہ حملہ کر کے ظالمانہ زنا کیا گیا تو مجرموں پر دو مقدمے چلے جنہوں نے پورے امریکا میں شہرت حاصل کی اور نیویارک کے کئی باشندوں نے محسوس کیا کہ نسلی مسائل اور جرائم کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔

1989ء میں امریکا میں زنا کے تین ہزار واقعات ہوئے مگر ایک نوجوان عورت پر جنسی حملے کے ذریعے سب سے زیادہ غم وغصہ پیدا ہوا جو پورے امریکا میں 'سنٹرل پارک جوگر' کے نام سے مشہور ہوئی۔ مقدمے کے دوران حقائق گڈمڈ ہوتے رہے، استغاثہ پر نسلی امتیاز کا الزام لگا مگر نیویارک کے باشندوں کو اس بات پر سب سے زیادہ صدمہ پہنچا کہ تمام مشکوک قانونی طور پر لڑکے تھے جنہیں بالغ جیسی سزا نہیں مل سکتی تھی۔

19 اپریل 1989ء کی شام پچیس تیس لڑکوں کا ایک گروہ سنٹرل پارک کے شمالی علاقے میں لوگوں کو مختلف طریقوں سے دہشت زدہ کرنے لگا۔ پولیس کو جب اطلاع ملی تو اس نے کئی لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ ایک لڑکے نے گرفتار ہوتے ہوئے بتایا" مجھے معلوم ہے کہ قتل کس نے کیا ہے؟"

سپاہیوں کو یہ جملہ سن کر حیرت ہوئی لیکن اس کی اصلیت اس وقت کھلی جب کئی گھنٹوں بعد چند راہ گیروں کو درختوں کے پیچھے سے کراہنے کی آواز آئی۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ایک برہنہ عورت شدید زخمی حالت میں پڑی ہے۔ اسے باندھ کر جنسی حملہ کیا گیا اور اتنا مارا گیا کہ ڈاکٹروں کے مطابق وہ مرنے کے قریب تھی۔

یہ اٹھائیس سالہ عورت ایک بینک کی ملازم تھی اور سارا دن کام کرنے کے بعد تھکن دور کرنے کے لئے پارک میں جوگنگ کرتی تھی۔ سب مشکوک حبشی یا ہسپانوی تھے اور ایک لڑکے کے سوا سب کی عمر چودہ پندرہ سال تھی۔ کسی کو پہلے کبھی گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔ ان مشکوک لڑکوں کا سن کر پورے امریکا میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی جو قیمتی انسانی جان کی اہمیت سے بے خبر اور بے حس لگتے تھے۔ انہوں نے اس رات محض 'لطف' اٹھانے کے لئے ایک بے گناہ عورت پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

اعتراف جرم اہم ثابت ہوئے

پولیس نے تفتیش کے بعد مشکوک لڑکوں میں چھ کو ملزم قرار دیا۔ انہوں نے کیونکہ ایک دوسرے پر الزام لگائے تھے لہٰذا تین مقدمے چلانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ انہوں نے ویڈیو ریکارڈنگ یا تحریری بیان کے ذریعے ایک دوسرے کو جرم میں ملوث کیا۔ ان پر بالغوں کی طرح

مقدمے چلتے تھے مگر سزا بچوں والی ملتی تھی۔ لڑکوں کے اعتراف جرم کو وکلائے صفائی نے تسلیم نہیں کئے اور وہ مقدمے کے دوران ان کی قانونی اور اخلاقی حیثیت پر انگلی اٹھاتے رہے۔

جون 1990ء کو تین لڑکوں ۔۔۔۔۔ نظر ون میکرے، یوسف سالام اور ریمنڈ سانتانا پر مقدمے کا آغاز ہوا۔ وکیل استغاثہ، ایلز بتھ لیڈرر نے بڑی مہارت سے اس بدقسمت رات کے حالات سنائے۔ خاتون جوگر کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹروں نے بیان دیا کہ جب وہ زخمی حالت میں ملی تو اس کا ۷۵ فیصد خون ضائع ہو چکا تھا۔ اس کے سر پر کوئی چیز اتنی زور سے ماری گئی تھی کہ اس کے دماغ کی جلد چٹک گئی تھی۔ اس کے باوجود استغاثہ کے مقدمے کا سب سے کمزور حصہ جسمانی ثبوت تھے۔ خاتون کے خون اور منی کے ٹیسٹوں سے کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

شدید زخمی ہونے کے باوجود خوف زدہ خاتون جلد ہی اتنی صحت یاب ہو گئی کہ گواہی دینے عدالت آئی۔ اس نے بتایا کہ لڑکوں نے اسے بری طرح مارا پیٹا لیکن اسے یہ یاد نہیں تھا کہ وہ لڑکے کون تھے اور کن لڑکوں نے اس کی بے حرمتی کی۔

لیکن جب عدالت میں لڑکوں کے اعتراف جرم کی ویڈیو فلمیں دکھائی گئیں تو ماحول تبدیل ہو گیا۔ ارکان جیوری نے دیکھا کہ میکرے نے آدھے گھنٹے کے بیان میں تفصیل سے بتایا کہ اس نے اپنے گروہ کے ہمراہ کس طرح جوگر پر حملہ کیا اور مار مار کر اسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے بتایا کہ کسی نے اس کے سر پر ڈنڈے جیسی چیز ماری پھر گروہ کے رکن اس کی عزت لوٹنے لگے۔ میکرے نے تسلیم کیا کہ وہ اپنی پتلون اتار کر جوگر کے اوپر چڑھ گیا مگر اس نے کہا ''میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔''

ریمنڈ نے تحریری بیان بھی دیا اور ویڈیو کیمرے کے سامنے بولا بھی، اس نے تسلیم کیا کہ وہ پہلے بھی پارک میں لڑکیوں پر حملے کر چکا ہے۔ خاتون جوگر کے زنا کے سلسلے میں اس نے بتایا ''میں نے اسے تھامے رکھا جب کہ کیون رچرڈسن اور سٹیفن لوپاز نے اس کے سر پر اینٹ ماری تا کہ اس کی چیخیں رک جائیں۔'' رچرڈسن اور لوپاز پر بھی مقدمہ چلنا تھا۔

پولیس کے مطابق ملزمان سے اعتراف جرم کرواتے ہوئے اس نے انہیں کسی قسم کی رشوت نہیں دی تاہم سراغ رساں تھامس میکانا نے تسلیم کیا کہ یوسف سے تحریری بیان لیتے

ہوئے اس نے حکمت عملی سے کام لیا کیونکہ وہ پارک میں اپنی موجودگی ہی سے انکاری تھا۔ تھامس نے یوسف سے جھوٹ بولا کہ خاتون جوگر کے زیر جامے پر سے اس کی انگلیوں کے نشان مل گئے ہیں۔ اس پر یوسف نے سب کچھ اگل دیا۔

یوسف نے کہا "ہاں، میں وہاں موجود تھا لیکن میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔" یوسف نے بعد کو تسلیم کیا کہ اس نے عورت کے سر پر دھاتی پائپ مارا اور پھر اس کے جسم کے نازک حصوں کو نوچا مگر اس نے کہا کہ چار لڑکوں نے عورت کی بے حرمتی کی جن میں رچرڈ سن اور وائز شامل تھے۔

وکلائے صفائی کی بے وقوفی

یوسف کے تحریری بیان پر اس کے دستخط نہیں تھے لہٰذا اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی مگر اس کے وکیل، رابرٹ برنز نے بعض بڑی خطرناک غلطیاں کیں جس کے نتیجے میں وہ پھنس گیا۔ رابرٹ نے میکانا سے پوچھا کہ اس کے خیال میں یوسف کا بیان کیوں سچا ہے؟ میکانا نے بتایا کہ یوسف کی گفتگو سے پہلے اسے خاتون جوگر پر حملے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، یوسف نے اسے جو معلومات دیں وہ بعد کو سچی ثابت ہوئیں۔ سوال جواب کے دوران میکانا نے یہ بھی بتایا کہ ایک شخص نے حملے کی رات یوسف کو پارک میں دیکھا تھا۔

اب برنز نے فیصلہ کیا کہ یوسف کو کٹہرے پر بلوایا جائے۔ میکرے ریمنڈ کے وکلا نے اس سے پرزور اختلاف کیا مگر ناکام رہے۔ یوسف نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس نے حملے میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی پارک میں موجود تھا۔ مگر جب استغاثہ نے اس پر جرح کی تو وہ گھبرا گیا اور الٹے سیدھے جواب دینے لگا۔

اب وکلائے صفائی نے دعویٰ کیا کہ پولیس اور استغاثہ نے ڈرا دھمکا کر ان کے سائلوں سے اعتراف جرم کروائے ہیں۔ برنز نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ خاتون جوگر نے پارک میں آنے سے قبل ایک نامعلوم شخص کے ساتھ طویل عرصے تک جماع کیا اور پارک میں اس کی بے حرمتی نہیں ہوئی۔ لیکن دس دن کی طویل بحث کے بعد ارکان جیوری نے لڑکوں کو مجرم قرار دیا۔

اخبارات کو اپنے ذرائع سے اس فیصلے کا پتہ چل گیا، انہوں نے اس خبر کو خوب اچھالا۔

اس تعصب اور مقدمے میں فورنسک(forensic) ثبوتوں کے نہ ہونے سے نیو یارک کے حبشی یہ سمجھنے لگے کہ فیصلہ درست نہیں ہوا۔ ان کے رہنماؤں نے فیصلے پر تنقید کی اور یہ بھول گئے کہ جیوری میں سیاہ فام رکن بھی تھے جن کے مطابق لڑکوں نے اعتراف جرم کر لیا تھا اس لئے انہیں مجرم قرار دیا گیا۔

جب دو ماہ بعد خیری وائز اور کیون رچرڈسن پر مقدمہ چلا تو ان کے حمایتیوں نے وکلائے استغاثہ پر توہین آمیز آوازے کسے جب وہ عدالت میں آئے۔ وائز اور رچرڈسن، دونوں کا دعویٰ تھا کہ وہ بے قصور ہیں۔

ایک گواہ کی حیرت انگیز آمد

اس دوران وائز کی ایک گرل فرینڈ میلوڈی جیکسن نے عدالت میں آ کر گواہی دی جو استغاثہ کے لئے تعجب خیز گواہی تھی کیونکہ وہ پہلے گواہی دینے سے انکار کر چکی تھی۔ جیکسن نے بھرائی ہوئی آواز میں بتایا کہ اپنی گرفتاری کے تین ماہ وائز نے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے اسے بتایا کہ اس نے بھی خاتون جوگر سے بوس و کنار کیا اور اس کی ٹانگوں کو تھامے رکھا مگر اس سے زنا نہیں کیا۔

استغاثہ نے دو ویڈیو فلمیں پیش کیں جن میں وائز نے اعتراف جرم کیا تھا۔ پہلی فلم میں اس نے بتایا کہ اس نے خاتون جوگر پر ظلم ہوتے دیکھا، دوسری میں اس نے کھل کر بتایا "میں نے پہلی مرتبہ کسی عورت کی بے حرمتی کی۔" وائز نے بتایا کہ اس نے عورت کے سر پر کئی بار اینٹ ماری۔ جب وہ بے دم ہو گئی تو ریمنڈ اور لوپاز اس سے زنا کرنے لگے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ لوپاز نے عورت کو قتل کرنے کی بات کی تھی۔ اس نے بتایا کہ رچرڈسن نے بھی عورت کی بے حرمتی کی تھی۔

جب وائز عدالت کے کٹہرے پر آیا تو اس سوال پر چراغ پا ہو گیا کہ اس نے پولیس کے سامنے اعتراف جرم کیوں کیا۔ آخر اس نے کہا "پولیس نے وعدہ کیا تھا کہ بیان لینے کے بعد مجھے گھر جانے دیا جائے گا۔"

جیوری کا حیران کن فیصلہ

ارکان جیوری نے جو فیصلہ سنایا اسے سن کر ہر کسی کو حیرانی ہوئی۔ ان کے مطابق وائز سے

زبردستی بیان لیا گیا لہٰذا اسے جنسی تشدد، حملے اور ایذا رسانی پر سزا دی گئی جب کہ رچرڈسن کو تمام الزامات کے سلسلے میں مجرم قرار دیا گیا حالانکہ اس نے بھی دعویٰ کیا تھا'' میں نے عورت کی بے حرمتی نہیں کی تاہم جائے وقوعہ پر موجود تھا۔'' دراصل رچرڈسن کے زیر جامے سے مٹی کے دھبے ملے تھے جب کہ خاتون جوگر کے موئے زہار کا ایک بال اس کی قمیض سے چمٹا ہوا ملا۔۔۔۔

ارکان جیوری کے مطابق یہ جسمانی ثبوت ویڈیو فلم کے اعتراف جرم سے زیادہ تباہ کن تھے۔

یہ فیصلہ سن کر رچرڈسن کے خاندان والوں نے طیش میں آ کر استغاثہ اور جج کے خلاف نعرے لگائے اور انہیں نسل پرست قرار دیا۔ وائز کو جب سپاہی لے جانے لگے تو اس نے ایلز بتھ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور کہا ''تمہیں اس کا بدلہ چکانا پڑے گا۔''

رچرڈسن کو دس سال قید بامشقت کی سزا ملی جو بچوں کو ملنے والی سب سے سخت سزا تھی۔

وائز وہ واحد لڑکا تھا جو کم عمر نہیں تھا لہٰذا اسے بھی دس سال کی قید ملی۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مجرم لڑکوں کے مطابق جس لڑکے، سٹیفن لوپاز نے خاتون جوگر پر سب سے زیادہ تشدد کیا اور اس کی بے حرمتی بھی کی۔۔۔۔ اس پر کبھی مقدمہ نہیں چلا۔ استغاثہ نے اس پر بھی مقدمہ چلانے کی تیاری کی مگر کافی عرصہ گزر جانے کے باعث کئی گواہ ادھر ادھر ہو گئے اور بقیہ نے عدالت آنے سے انکار کر دیا۔

لوپاز نے تسلیم کر لیا کہ اس نے خاتون جوگر کو مارا پیٹا تھا۔ عدالت نے اس جرم پر اسے ساڑھے چار سال قید بامشقت کی سزا دی۔ جج تھامس نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا ''اب اس بزدلانہ حملے کا آخری باب بھی ختم ہوا جو نیویارک کے باشندوں کے دلوں میں عرصہ دراز تک زندہ رہے گا۔''

مائک ٹائی سن کا مقدمہ:1992ء

مدعا علیہ : مائیکل جیرارڈ ٹائی سن۔ الزام : زنا، مجرمانہ سرگرمی۔
استغاثہ : ڈیوڈ ڈرائر، گریگوری گیریسن اور باربرا ٹراتھن۔ وکلائے
صفائی: کیتھلین بیکس، ونسنٹ فیولر، این ہیرڈ۔ جج: پٹریشیا گیفورڈ۔
جگہ : انڈیانا پولس (انڈیانا) مقدمے کی تاریخیں : 26 جنوری تا
10 فروری، 1992ء۔ فیصلہ : مجرم۔ سزا : دس سال قید۔

اہمیت

رنگ میں باکسنگ کے سپر سٹار مائک ٹائی سن نے کئی خطرناک حریفوں کو
ہرایا مگر وہ عدالت میں ایک چالاک اور ہوشیار لڑکی سے ہار گیا۔اب
تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

پچیس سال کی عمر میں مائک ٹائی سن ورلڈ ہیوی ویٹ باکسنگ کا چیمپئن بن کر اس اعزاز سے محروم ہو گیا۔اس نے جلد ہی کھے بازی کا تاج دوبارہ حاصل کرنے کے لئے مدمقابل سے ٹکرانا تھا۔جولائی 1991ء میں اس نے انڈیانا پوس میں ہونے والی ایک ایکسپو میں شرکت کی جو سیاہ فام باشندوں کے لئے مخصوص تھی۔اس میں 'مس بلیک امریکا' کا مقابلہ بھی منعقد ہوا جس میں مس رہوڈ آئی لینڈ، اٹھارہ سالہ ڈیسری واشنگٹن نے بھی شرکت کی۔اس وقت تک سب کو علم ہو چکا تھا کہ ٹائی سن خوبصورت عورتوں کا شوقین ہے اور کبھی کبھی بے طرح ان کے

پیچھے پڑ جاتا ہے۔اس نے ڈیسری کو اپنے ہوٹل کے کمرے میں آنے کی دعوت دی۔ ڈیسری دعوت قبول کر کے 19 جولائی کی رات دو بجے اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔ تین دن بعد وہ پولیس کے پاس پہنچی اور جو کچھ کہا اس کے نتیجے میں ٹائی سن کے خلاف زنا اور متعلقہ الزامات پر مقدمہ درج کر لیا گیا۔

29 جولائی کو جیوری کی تشکیل ہوئی۔ ٹائی سن کے وکیل، ونسنٹ فیولر نے جج پٹریشا گیفورڈ سے درخواست کی کہ مدعی کی جنسی تاریخ کو بطور ثبوت پیش کرنے کی اجازت دی جائے جو جج نے مسترد کر دی۔

وکیل استغاثہ، گریگوری گیریسن نے مقدمے کا آغاز کرتے ہوئے ٹائی سن کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''اس شخص نے زبردستی ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کو بستر پر پھینکا، زور و جبر سے اسے قابو میں کیا ۔۔۔۔ اور پھر سنگ دلی اور بد تمیزی سے اس کی ایسی بے حرمتی کی کہ وہ درد کے مارے کراہنے لگی۔''

فیولر نے اپنی باری پر ڈیسری کو ایک جھگڑالو مگر عیار عورت کے روپ میں پیش کیا جو صرف اٹھارہ سال کی ہونے کے باوجود اپنی عمر سے کہیں آگے ہے۔ وہ بڑی ہوشیار اور دولت کی دیوانی ہے اور ایسی تعلیم یافتہ لگتی ہے جس کا مقابلہ ہائی اسکول تک پڑھنے والا ٹائی سن نہیں کر سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ مقدمے سے پہلے ڈیسری کی فقرے بازی نے وکلائے استغاثہ کے ہوش و حواس اڑا دیئے مگر جب وہ بیان دینے آئی تو اس نے بچوں جیسی آواز میں گفتگو کی اور وہ سادگی کا مجسمہ لگتی تھی۔

ڈیسری نے بتایا کہ رات ڈیڑھ بجے اسے ٹائی سن نے ٹیلی فون کر کے آنے کی دعوت دی۔ وہ جلد تیار ہو کر ٹائی سن کی لیموزین میں آ بیٹھی، اسے یقین تھا کہ وہ کسی پارٹی میں جا رہے ہیں۔ وہ جیسے ہی کار میں داخل ہوئی ٹائی سن نے اسے وحشی ریچھ کی طرح دبوچ لیا۔ وہ کہتی ہے ''میں حیرت کے مارے اچھل کر پیچھے ہو گئی کیونکہ وہ ایک نامی گرامی شخص تھا، لیکن اس سے اتنی گھٹیا حرکت کی توقع نہیں تھی، علاوہ ازیں اس کے منہ سے بڑی بدبو آ رہی تھی۔''

پارٹی میں جانے کے بجائے وہ ٹائی سن کے ہوٹل پہنچ گئے۔ جب وہ ٹائی سن کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ایک بار پھر ڈیسری سے بوس و کنار کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈیسری کے مطابق "اس وقت میں نے مکے باز کو بتایا کہ میں ایسی ویسی لڑکی نہیں جو اس کے آگے پیچھے پھرتی ہیں۔" یہ احتجاج ٹائی سن پر اثر نہیں کر سکا، اس نے ایک ہاتھ سے ڈیسری کو بستر پر پٹخا اور دوسرے ہاتھ سے اسے برہنہ کرنے لگا۔ لڑکی نے بتایا کہ ٹائی سن نے اس کی مزاحمت کی تمام کوششیں ناکام بنادیں اور یہی کہتا رہا "میرے ساتھ لڑائی نہ کرو، میرے ساتھ لڑائی نہ کرو۔"

وحشیانہ حملہ

بعد کو ٹائی سن نے اس کے ساتھ زنا کیا۔ ڈیسری کے مطابق "مجھے اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ میں درد کے مارے رونے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ ہنسنے لگا۔ لگتا تھا کہ باکسنگ کا کوئی کھیل ہو رہا ہے یا وہ کوئی مزاحیہ فلم دیکھتے ہوئے لطف اندوز ہو رہا ہے۔" جب کام ختم ہوا تو وہ ہاتھوں میں اپنے جوتے اٹھائے کمرے سے بھاگ گئی۔ باہر اسے ٹائی سن کی شوفر ملی جس نے اسے اس کے ہوٹل واپس لے جانے کی دعوت دی۔

جرح کے دوران ڈیسری نے تسلیم کیا کہ کئی بار اسے ٹائی سن کے کمرے سے فرار ہونے کے مواقع ملے مگر وہ رکی رہی۔ فیولر نے ان رپورٹوں کے حوالہ بھی دیا جن کے مطابق ٹائی سن سے ملاقات کے بعد ڈیسری نے مقابلہ حسن میں حصہ لینے والی دوسری لڑکیوں کو بتایا "وہ بہت امیر ہے۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ روبن گیونز (ٹائی سن کی سابق بیوی) کو اس سے کتنا کچھ ملا ہے۔ اس کے علاوہ وہ گونگا شخص ہے، کچھ نہیں کہتا۔"

ڈیسری نے اس قسم کی گفتگو کرنے سے انکار کیا اور یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس نے اپنی سہیلی کے ہمراہ یہ گانا نہیں گایا "فار دی لو آف منی، منی، منی، منی، منی، منی۔"

ٹائی سن کی شوفر، چوالیس سالہ ورجینیا فوسٹر نے اہم بیان دیا جو ڈیسری کے حق میں گیا۔ فوسٹر کے مطابق "جب ڈیسری میرے پاس آئی تو وہ صدمے کی حالت میں تھی۔۔۔۔ بال اور کپڑے بکھرے ہوئے تھے اور لگتا تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے گی۔ وہ خوفزدہ نظر آتی تھی۔"

(واضح رہے کہ گواہی کے دوران فوسٹر نے تسلیم کیا کہ ٹائی سن نے اس پر بھی جنسی حملہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے الزامات کے سلسلے میں ٹائی سن پر مقدمہ قائم نہیں کیا گیا)

حادثے کے چوبیس گھنٹے بعد ڈاکٹر تھامس رچرڈسن نے مدعی کے جسم کا معائنہ کیا۔ انہوں نے گواہی دی کہ ڈیسری کے جسم پر اس قسم کی رگڑیں موجود تھیں جو نہایت سخت جماع سے جنم لیتی ہیں۔

اس سے پہلے استغاثہ نے ٹائی سن کے دیو ہیکل جثے کا موازنہ ڈیسری کے نرم و نازک، دبلے پتلے جسم سے کیا تھا لیکن یہ دلیل ان کے خلاف گئی کیونکہ وکلائے صفائی نے کہا" دونوں کے موازنے سے یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگر زنا ہوا ہوتا تو مدعی اس وقت زخمی حالت میں اسپتال میں پڑی ہوتی۔"

جب ٹائی سن بیان دینے آیا تو اس نے اپنی بات یہیں سے شروع کی" سارا کام ڈیسری کے مکمل تعاون اور مرضی سے ہوا۔"

جب فیولر نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے مدعی سے زبردستی کی تھی تو ٹائی سن نے جواب دیا" نہیں، بالکل نہیں، جناب، میں نے اس پر کسی قسم کا تشدد نہیں کیا۔"

اس کے بعد ٹائی سن نے تفصیل سے اس رات رونما ہونے والی ملاقات کی کہانی سنائی۔ اس نے استغاثہ کا یہ دعویٰ غلط قرار دیا کہ اس نے دانستہ ڈیسری کو گمراہ کیا بلکہ اصرار کرتے ہوئے کہا کہ ڈیسری کو علم تھا کہ وہ اس کے ساتھ جنسی سرگرمی چاہتا ہے اور اس وقت ناراض ہوئی جب وہ کام ختم ہونے کے بعد بستر میں لیٹا رہا اور اسے نیچے چھوڑنے نہیں گیا۔" میں نے اسے بتایا کہ میرا ایسا ہی طریقہ ہے۔ میری لیموزین نیچے کھڑی ہے، اگر تم اسے استعمال نہیں کرنا چاہتی تو پیدل جا سکتی ہو۔"

وکیل استغاثہ نے ٹائی سن سے پوچھا کہ اس نے ڈیسری سے کیوں کہا تھا کہ وہ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے۔ ٹائی سن نے تسلیم کیا کہ وہ لیموزین ہی میں اس کے ساتھ جنسی سرگرمی چاہتا تھا اور اگر وہ جینز کی تنگ پتلون پہن کر آتی تو معاملہ پیچیدہ ہو جاتا۔

ارکان جیوری نے دس گھنٹے تک بحث کی پھر ٹائی سن کو مجرم قرار دیا۔ 26 مارچ 1992ء کو جج گیلورڈ نے اسے دس سال قید کی سزا سنائی مگر جیل میں اچھے رویہ کا مظاہرہ کرنے پر وہ 1995ء میں پیرول کا حقدار بن سکتا تھا اور ایسا ہی ہوا۔

ماہرین کے مطابق ارکان جیوری مقدمے کے دوران سب سے زیادہ رکھ رکھاؤ کا جائزہ لیتے ہیں۔ ٹائی سن کی ایک وکیل، بار برا کہتی ہے "عدالت میں ڈیسری واشنگٹن اپنے آپ کو 'عظیم شکار' کی حیثیت سے پیش کرنے میں کامیاب رہی اور کسی بچی کی طرح معصوم نظر آئی حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی جب کہ ٹائی سن نے کسی بگڑے ہوئے نوجوان کی طرح اکھڑ اور گستاخ طریقے سے جواب دیئے۔"

لاس اینجلس پولیس افسروں کے مقدمے:
1992ء اور 1993ء

مدعا علیہ: تھیوڈور برسینو، سٹیسی کون، لارنس پاول اور ٹموتھی ونڈ۔ الزام: حملہ، پولیس افسر کی جانب سے طاقت کا حد سے زیادہ استعمال اور جھوٹی رپورٹ لکھنا (پہلا مقدمہ) شہری حقوق کی خلاف ورزی (دوسرا مقدمہ) استغاثہ: ٹیری وائٹ (پہلا مقدمہ) سٹیون کلائمر اور بیری کولسکی (دوسرا مقدمہ) وکلائے صفائی: پال ڈیپاسکول، ڈیرل مونگر اور مائیکل سٹون (پہلا مقدمہ)۔ ہارلینڈ بران، پال ڈیپاسکول، اراسلز مان اور مائیکل سٹون۔ جج: سٹینلے وائز برگ (پہلا مقدمہ)۔ جان ڈیویس (دوسرا مقدمہ)۔ جگہیں: سیمی ویلی، کیلی فورنیا (پہلا مقدمہ)، لاس اینجلس، کیلی فورنیا (دوسرا مقدمہ)۔ مقدمے کی تاریخیں: 4 مارچ تا 29 اپریل 1992ء (پہلا مقدمہ) 3 فروری تا 17 اپریل 1993ء (دوسرا مقدمہ)۔ فیصلے: بے گناہ تاہم پاول کے خلاف ایک الزام پر جیوری تعطل کا شکار (پہلا مقدمہ) کون اور پاول مجرم، برسینو اور ونڈ بے گناہ۔ سزائیں: کون اور پاول کو تیس تیس ماہ کی قید۔

اہمیت

امریکی قانونی تاریخ میں یہ مقدمہ نہایت اہم ہے جس کے پہلے فیصلے

نے اٹھاون لوگوں کی جان لے لی۔ بعد کو جب دوسری جیوری بنی تو انہیں نہ صرف یہ غور وفکر کرنا پڑا کہ ملزم بے گناہ ہیں یا مجرم بلکہ شدید طیش میں آئے ہوئے شہریوں کے جذبات کو بھی مدنظر رکھنا پڑا۔

3 مارچ 1991ء کو صبح چار بجے لاس اینجلس پولیس کے افسروں نے کار سوار روڈنی کنگ کو روکا۔ اس کے نہ رکنے پر انہوں نے بڑی تیز رفتاری سے تین میل تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ پولیس کی رپورٹوں کے مطابق کنگ نے باہر آنے سے انکار کر دیا پھر اتنی مزاحمت کی کہ اسے باہر نکالتے ہوئے افسروں کو لاٹھیاں اور رائفلوں کے بٹ استعمال کرنے پڑے۔ لیکن پولیس افسروں کو علم نہ تھا کہ قریب ہی ایک شہری اس واقعے کی ویڈیو فلم بنا رہا تھا اور اکیاسی سیکنڈ کی وہ فلم ایک مختلف کہانی پیش کرتی تھی۔ اس میں کنگ نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی بلکہ کئی افسروں نے اسے زمین پر گرا کر ٹھڈے مارے اور مارا پیٹا جب کہ ان کے گیارہ بارہ ساتھی چپ چاپ یہ حادثہ ہوتا دیکھتے رہے۔ جب عوام الناس خصوصاً حبشیوں نے اس واقعے کے خلاف احتجاج کیا تو حملے اور قوت کے حد سے زیادہ استعمال کے الزامات چار افسروں کے سر منڈھ دیئے گئے۔

اس مقدمے کو چلنے سے پہلے ہی بہت شہرت ملی لہٰذا وکلائے صفائی اسے مضافاتی بستی، سیمی ویلی کی عدالت میں لے جانے میں کامیاب ہو گئے جہاں انگریز فام بستے تھے۔ وکیل استغاثہ، ٹیری وائٹ نے اپنے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے ان رپورٹوں کا حوالہ دیا جن کے مطابق حادثے کے بعد پولیس افسروں کو اپنے غیر قانونی رویے کا علم ہو گیا لہٰذا انہوں نے اسے چھپانے کی کوشش کی۔ ان افسروں کے خلاف تباہ کن گواہی کیلی فورنیا ہائی وے پولیس کی ایک اور افسر، میلنی سنگر نے دی اور عدالت کو بتایا کہ پولیس افسر لارنس پاول نے غیر ضروری طور پر اپنا دھاتی ڈنڈا کنگ کو چھ بار مارا۔

میلنی نے بتایا "اس نے پوری قوت سے ڈنڈے کنگ کو مارے۔ ایک ڈنڈا کنگ کے چہرے پر پڑا، اب اس کے منہ اور کانوں سے خون ابل پڑا۔" میلنی نے یہ بھی بتایا کہ پولیس افسروں، کون اور برسینو نے پاؤل کو روک دیا ورنہ وہ کنگ کو مزید مارتا۔

استغاثہ نے پورے مقدمے میں کنگ کو گواہی دینے کے لئے نہیں بلایا کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ اسے دیکھ کر ارکان جیوری پر ناخوشگوار اثر ہوگا۔ کنگ ایک لمبا چوڑا آدمی تھا اور چھوٹے موٹے جرم کرنے پر جیل کی سیر کر چکا تھا۔

جرح کے دوران پولیس افسر برسینو نے تسلیم کیا کہ اس کے خیال کے مطابق کنگ کی حرکات خطرناک نہیں تھی۔ اس نے اپنے بیان میں بار بار کہا کہ اس وقت پاؤل اور ونڈ' قابو سے باہر' ہو گئے تھے۔ حادثے کے وقت سارجنٹ سٹیسی کون سب سے اعلیٰ افسر تھا، اس نے کون پر الزام لگایا کہ اس نے اپنے ماتحتوں کا ناجائز عمل نہیں روکا۔

وکلائے صفائی نے دعویٰ کیا کہ اس وقت روڈی کنگ ایک دوا، پی سی پی کے نشے میں تھا لہٰذا انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ (کنگ نے تسلیم کیا کہ اس نے شراب پی ہوئی تھی لیکن طبی معائنے کے بعد اس کے جسم سے کسی نشہ آور دوا کے اثرات نہیں ملے)۔ دلائل ختم کرتے ہوئے وکیل صفائی، مائیکل سٹون نے ویڈیو فلم کے بارے میں کہا ''ہمیں اس میں پولیس کا تشدد نظر نہیں آتا بلکہ انہوں نے نظم وضبط سے لاٹھیاں چلائیں تاکہ نشے میں چور شخص کو گرفتار کر سکیں۔''

ارکان جیوری نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور 29 اپریل 1992ء کو انہوں نے تمام ملزموں کو بے گناہ قرار دیا البتہ پاول پر ایک الزام کے سلسلے میں تعطل (ڈیڈلاک) پیدا ہوا۔

جلتے شعلوں میں گھرا شہر

لیکن اس فیصلے نے لاس اینجلس کا امن وامان تباہ کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں ایسے زبردست ہنگامے ہوئے جن میں اٹھاون لوگ مارے گئے اور ایک ارب ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہوا۔ اس عظیم المیے کے بعد امریکی حکومت نے چاروں افسروں کے خلاف شہریوں کے قوانین (سول رائٹس) کی خلاف ورزی کرنے پر مقدمہ قائم کر دیا۔

3 فروری 1993ء کو جب لاس اینجلس میں دوسرا مقدمہ شروع ہوا تو استغاثہ کے سامنے دشوار اور محنت طلب کام تھا۔۔۔۔ انہوں نے جیوری کے سامنے یہ ثابت کرنا تھا کہ پولیس افسروں نے دانستہ کنگ کو ان حقوق سے محروم کیا جو آئین کے تحت اسے حاصل تھے۔ لیکن پہلے

انہیں ارکان جیوری کا انتخاب کرنا تھا۔

پہلے مقدمے کی جیوری میں سیاہ فام ارکان شامل نہیں تھے، ہر طبقے کے انصاف پسند شخص نے اس فیصلے پر کیلی فورنیا ریاست پر تیز و تند تنقید کی لہٰذا اس بار سیاہ فام کمیونٹی کے رہنماؤں کو بھی جیوری میں شامل کیا گیا۔ وکیل صفائی سٹیون کلائمر نے اپنے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا ''روڈنی کنگ پر نہیں بلکہ اس نکتے پر مقدمہ چل رہا ہے کہ اس رات وہ بے گناہ تھا یا گناہ گار؟ اور حقیقت یہ ہے کہ جب اسے زمین پر گرا کر مارا پیٹا جا رہا تھا تو اس نے کسی پولیس افسر کو لات نہیں ماری، کسی پولیس افسر کو مکہ نہیں مارا، کسی پولیس افسر کو نہیں پکڑا اور کسی پولیس افسر کو زخمی نہیں کیا۔''

ایک چشم دید گواہ، ڈورتھی گبسن نے اس دعویٰ کی تصدیق کی'' میں نے دیکھا کہ وہ (کنگ) زمین پر گرا پڑا ہے، اس کا چہرہ خون سے لت پت تھا اور ہاتھ صلیب کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔'' جائے وقوعہ پر موجود ایک اور گواہ، رابرٹ ہل نے بتایا'' جب پولیس کنگ کو مار رہی تھی تو میں نے اس کی چیخیں سنیں۔''

پولیس افسروں کے رویے کا جائزہ لینے والی کمیٹی (ایل اے پی ڈی) کے ایک ماہر سارجنٹ مارک کونسٹا نے ملزمان کے رویے پر تنقید کرتے ہوئے کہا'' انہوں نے واضح طور پر لاس اینجلس پولیس کے قوانین کی خلاف ورزی کی۔'' کونسٹا نے خصوصاً کون پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا'' اسے اپنے ماتحتوں کو روکنا چاہئے تھا۔ اسے چاہئے کہ وہ اس وقت اپنے ماتحتوں کی مدد کرے جب انہیں ضرورت ہوتی ہے۔''

پہلے مقدمے کے بعد ماہرین قانون نے اس بات سے اتفاق کیا کہ استغاثہ نے کنگ کو عدالت میں نہ بلا کر غلطی کی لہٰذا اس بار اس نے بیان دیا اور ایک موثر گواہ کے طور پر سامنے آیا۔ کنگ نے بیان دیتے ہوئے کہا'' جناب عالی! میں نے صرف زندہ رہنے کی کوشش کی۔''

کنگ نے تسلیم کیا کہ جب پولیس افسر اسے مارتے ہوئے کہنے لگے'' کیا کرنے جا رہے تھے ''نگر'' (Nigger)؟ تو اس نے ہاتھ پیر چلائے۔ (واضح رہے کہ امریکا میں سیاہ فاموں کو حقارت سے نگر کہا جاتا ہے۔) جب انہوں نے ڈنڈے مارے تو پوچھنے لگے'' قاتل،

کیا محسوس کر رہے ہو؟''

کنگ نے بتایا ''میں انہیں یہ احساس نہیں دلانا چاہتا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔۔ میں انہیں کسی قسم کی لذت نہیں دینا چاہتا تھا۔'' کنگ نے مزید کہا ''جب دھاتی ڈنڈوں کی ضربیں مجھے لگیں تو محسوس ہوا جیسے رات کو اٹھنے پر میرا پیر دھات کے کسی پھندے میں پھنس گیا ہے۔ جب بھی مجھے ڈنڈا پڑتا مجھے یہی احساس ہوتا۔''

کنگ کے بیان کے بعد اس پر زبردست جرح شروع ہوئی جو سارا دن جاری رہی۔ کنگ نے ہمت اور ذہانت سے اس کا مقابلہ کیا اور استغاثہ کا یہ تصور باطل قرار دیا کہ وہ جیوری کو خوفناک وحشی نظر آئے گا۔ وکیل صفائی نے اس پر الزام لگایا کہ اس نے پولیس والوں کو بتایا کہ وہ مدہوش نہیں حالانکہ اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ اس سوال پر استغاثہ کو یقین ہو گیا کہ اب کنگ پھنس گیا مگر اس نے یہ کہہ کر مہارت سے صورت حال سنبھال لی ''مجھے پیرول پر حال ہی میں رہائی ملی تھی اور میں دوبارہ جیل نہیں جانا چاہتا تھا۔''

وکلائے صفائی میں ایک، ہارلینڈ براﺅن نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ حادثے کے بارے میں کنگ نے مختلف نظریے پیش کئے ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا کہ کنگ نے واقعے کو نسلی بنیادوں تک لانے کی کوشش کی تا کہ اس سول سوٹ کو فائدہ پہنچے جو اس نے لاس اینجلس شہر کے خلاف کھڑا کیا تھا۔ یاد رہے کہ سول سوٹ (Civil Suit) جیتنے پر کنگ کو پانچ کروڑ ڈالر ملتے۔

کنگ نے تسلیم کیا کہ اس کی یادداشت اچھی نہیں ''میں اکثر ہونے والے واقعات بھول جاتا ہوں اور کبھی میں برس ہا برس تک انہیں یاد رکھتا ہوں۔'' یوں اس شک نے جنم لیا کہ پولیس افسروں نے اسے 'نگر' کہا تھا یا نہیں؟ کنگ نے اس ضمن میں کہا ''مجھے یقین نہیں مگر خیال ہے کہ انہوں نے مجھے نگر کہا تھا۔''

ٹموتھی ونڈ کے وکیل، پال نے بھی سخت جرح کی۔ اس نے یہ حقیقت نمایاں کی کہ کنگ کو اس رات کے واقعات صحیح طرح یاد نہیں، ثبوت یہ ہے کہ کنگ نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ پولیس افسروں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے مارا۔ ان غلطیوں کے باوجود جب کنگ کٹہرے سے رخصت ہوا تو مطمئن تھا اور اس نے عدالت میں موجود سب لوگوں پر اپنا مثبت اثر چھوڑا۔

بعد کو حالات نے عجیب کروٹ لے لی۔ وکلائے صفائی نے اس بار اپنی طرف سے گواہی دینے کے لئے میلینی سنگر کو بلایا مگر ان کی یہ حرکت انہیں بڑی مہنگی پڑی اور استغاثہ کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ میلینی نے تقریباً روتے ہوئے ملزمان کے رویے کی شکایت کی اور کہا کہ انھوں نے کنگ کو بری طرح مارا پیٹا۔ اس کا بیان سن کر وکلائے صفائی کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے، یہ ایک زبردست ناکامی تھی۔

''ہم نے قوانین پر عمل کیا''

اب صرف مدعا علیہ ہی اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ سب سے پہلے سٹیسی کون کٹہرے پر آیا۔ سارجنٹ نے کہا ''ہم نے ان قوانین پر عمل کیا جو ہماری درسی کتب میں موجود ہیں اور جن کے ذریعے حملہ آور مشکوک کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اس وقت میں روڈنی کنگ کو بے حس وحرکت کرنا چاہتا تھا۔'' کون نے مطمئن اور سرد لہجے میں کہا ''غلطی کنگ نے کی، اس نے کیوں ہاتھ پاؤں چلائے؟ باکسنگ کا کوئی میچ نہیں ہو رہا تھا۔ ہمیں ایک تکنیکی فوقیت حاصل تھی، وہ یہ کہ کنگ زمین پر گرا ہوا تھا اور ہم نے اسے دوبارہ اٹھنے نہیں دینا تھا۔''

وکلائے صفائی نے کون پر جرح کی مگر وہ اس سے کوئی نئی بات حاصل نہیں کر سکے گو انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ سیاہ فام باشندوں سے نفرت کرنے والا سفید فام باشندہ ہے۔ جب اس پر جرح ختم ہوئی تو سب کو جج کا یہ فیصلہ سن کر تعجب ہوا کہ دیگر ملزم بیان نہیں دیں بلکہ ارکان جیوری فیصلہ سنائیں گے۔ جج ڈیوس کی مختصر تقریر کے بعد ارکان جیوری فیصلہ کرنے کے لئے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اس وقت ذرائع ابلاغ، سرکاری افسر اور عام لوگ یہی سوچ رہے تھے کہ اگر اس بار بھی چاروں پولیس افسروں کو رہا کر دیا گیا تو لاس اینجلس میں دوبارہ ہنگامے شروع ہو جائیں گے۔ اسی لئے شہر خوف و دہشت کی لپیٹ میں آ گیا۔ پولیس افسروں کی چھٹیاں منسوخ کر دی گئیں اور انہیں بارہ گھنٹے ڈیوٹی دینی پڑی۔ کیلی فورنیا کے گورنر، پیٹی ولسن نے نیم فوجی دستوں کو مدد کے لئے بلا لیا۔ اسلحہ فروخت کرنے والی دکانوں نے اس عرصے میں زبردست کاروبار کیا کیونکہ دکانداروں اور شہریوں نے اپنی حفاظت کے لئے لاکھوں ڈالر کا اسلحہ خریدا۔

ایک ہفتے کی بحث کے بعد جیوری نے 17 اپریل 1993ء کو اپنا فیصلہ سنایا۔ جب کون اور پاؤل کو مجرم قرار دیا گیا۔ دونوں کو تیس ماہ کی قید بامشقت کی سزا ملی۔

یہ حقیقت ہے کہ دونوں مقدموں میں جیوری کے فیصلوں سے امریکا کے عام لوگوں کی روزمرہ زندگی پر جو اثرات مرتب ہوئے وہ پہلے کسی فیصلے سے نہیں ہوئے۔ پہلے فیصلے کے ذریعے امریکی تاریخ کے بدترین نسلی فسادات ہوئے جب کہ پورا شہر سانس روکے دوسرے فیصلے کا انتظار کرتا رہا۔

☆☆☆☆